الکتاب

آیات بیّنات

جاء عیسیٰ بالبیّنات

حصہ سوم

فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا

احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّن

سوال نمبرا۔ آپ نے خود پڑھ لیا کہ ایک مقام پر مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ وہ بیوہ ہوگئیں اور عدت گزاری۔ جیسا کہ درج ذیل روایت کے متن کو دیکھا جا سکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف جلد ششم — فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ

انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔ فاطمہ نے کہ میں نے نکاح کیا ابن مغیرہ سے اور وہ قریش کے عمدہ جوانوں میں سے تھے ان دنوں۔ پھر وہ شہید ہوئے پہلے ہی جہاد میں رسول اللہؐ کے ساتھ۔ جب میں بیوہ ہوگئی تو مجھ سے پیام بھیجا عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی اصحاب

اور دوسرے مقام پر بیوہ کی بجائے طلاق کا ذکر ہے کہ طلاق کے بعد عدت گزار رہی تھیں جیسا کہ روایت کے متن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف جلد ششم — فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہؐ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان میں سے کون سی بات ٹھیک ہے؟ یہ ایک ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے اسماء والرجال پر تحقیق کرنے والوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس بیوہ نہیں بلکہ اس وقت مطلقہ تھیں یعنی ان کو طلاق ہوئی تھی وہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں تھیں اور انہوں نے طلاق دی تھی۔ اس پر مسند احمد میں کئی روایات موجود ہیں کہ انہیں طلاق ہوئی تھی۔

روایت کی صحت کو بچانے کے لیے اس مسئلے کا حل تو نکال لیا گیا لیکن اس حل نے نا قابل حل سوال کو جنم دے دیا وہ یہ ہے کہ روایت کیمطابق عدت گزارنے سے پہلے ہی ان کو کئی اصحاب محمد کی طرف سے نکاح کا پیغام موصول ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اللہ یہ آیات نازل کر چکا ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی طرف نکاح کا پیغام نہیں بھیجا جا سکتا؟

کیونکہ اللہ نے دوران عدت دوبارہ رجوع کی گنجائش رکھی ہے۔ اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ اصحاب رسول ایک مطلقہ عورت جو ابھی عدت میں ہے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں؟ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا؟ اور اس بات کو تو چھوڑیئے روایت میں تو محمد علیہ السلام کی ذات پر بہتان عظیم باندھا جا رہا ہے کہ خود محمد رسول اللہ نے بھی اسامہ بن زید کے لیے نکاح کا پیغام بھجوا دیا حالانکہ مطلقہ نے اپنی عدت بھی پوری نہیں کی؟ کیا اللہ کا رسول ایسا کر سکتا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں ان کے جوابات چاہ کر بھی نہیں تراشے جا سکتے کیونکہ نہ تو یہ واقعہ مکی دور کا ہے اور نہ ہی ہجرت کے بعد مدنی دور کے شروع کا ہے بلکہ یہ واقعہ مدنی دور کے آخری وقت دس ہجری کا ہے۔ اگر تو مکی دور کی بات ہوتی تو کوئی جواز پیش کیے جا سکتے تھے حالانکہ مکی دور میں بھی اللہ کا رسول ایسا ہرگز نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ کا رسول وحی کا پابند ہوتا ہے اور اللہ اپنے رسول کو ایسے کسی کام کے حلال کر لینے کی اجازت نہیں دیتا جو اپنی ذات میں حرام ہے اور جب تک اس کی حرمت کے اعلان کا وقت نہیں آ جاتا اللہ کا رسول جان بوجھ کر ایسا کام نہیں کر سکتا الا یہ کہ جس حالت میں اللہ نے گنجائش رکھ دی۔

نوٹ: اس واقعہ کے علاوہ مسند احمد سمیت بعض کتب میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ واضح ہے کہ ان کی طرف نکاح کا پیغام عدت گزرنے کے بعد بھیجا گیا لیکن ان روایات کا اس واقعہ والی روایت سے تعلق نہیں ہے جس سے اس واقعہ والی روایت کی صحت مزید مشکوک اور کمزور ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر۲۔ مسلم کی روایت میں دیکھیں کہ شعبی نے کہا کہ وہ فاطمہ بنت قیس سے پوچھنے گئے کہ مطلقہ عورت عدت کہاں گزارے جیسا کہ ذیل میں روایت کا عکس موجود ہے۔

صحیح مسلم شریف جلد ششم — فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

۷۳۸۷-عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةً قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

۷۳۸۷- شعبیؒ سے روایت ہے ہم فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہ ؐ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب میرا اسی پر پہلا سوال ہے کہ جب شعبی مدینہ یعنی یثرب میں آیا ہی تھا اور اس کا سوال تھا تو اس نے اس سوال کے جواب کے لیے فاطمہ بنت قیس کے پاس ہی جانا کیوں مناسب سمجھا کیا امہات المومنین مدینہ میں موجود نہیں تھیں؟ کیا خلیفہ موجود نہیں تھا یا کوئی ایسا مرد موجود نہیں تھا جو ان کے اس سوال کا جواب دے سکتا تھا؟ اور اس سے بھی بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصحاب رسول قرآن سے ہی ناواقف تھے۔ کیا اللہ نے قرآن میں مطلقہ کی عدت گزارنے کی صراحت کیساتھ وضاحت نہیں کر دی؟ کیا قرآن میں آیات موجود نہ تھیں جو وہ قرآن کو چھوڑ کر فاطمہ بنت قیس کے ہاں جا پہنچے؟ اس سے تو بالکل ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کہانی کسی الاسلام دشمن یہودی کی گھڑی ہوئی ہے جس نے جان بوجھ کر اصحاب رسول کے کردار کو مشکوک بنانا چاہا اور اس واقعہ کو فاطمہ بنت قیس سے منسوب کر دیا اور خود کو امت مسلمہ کہلوانے والوں نے خود کو فرقوں میں تقسیم کر کے اپنے اپنے فرقے اور اس کے نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی روایات کو بطور دلائل استعمال کرنا شروع کر دیا۔

سوال نمبر۳۔ اس روایت کے تمام مقامات کو سامنے رکھیں تو جو تضادات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ایک مقام پر یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ پیش آیا وہ بذات خود سمندری جہاز میں سوار تھے ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس کو دیکھیں۔

لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ

دجال کے باب میں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ شخص یعنی تمیم سوار ہوا سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت

۷۳۸۸- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ

۷۳۸۸- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس تمیم داری آئے اور آپ کو خبر دی کہ سمندر میں سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے

مُصَلَّاهُ»، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «إِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ وَلَا رَغْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ أَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ،

ہے۔ میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری عیسائی تھا' میرے ہاں آیا' بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اس نے مجھے ایک بات بیان کی ہے جو میری بات کی تائید میں ہے جو میں نے تمہیں دجال کے متعلق کہی ہے۔اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک جہاز میں سوار ہوا' اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز

دوسرے مقام پر تمیم داری کی بجائے ان کے چچازاد کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ نہیں بلکہ ان کے چچازاد کیساتھ پیش آیا ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھیں۔

فَقَالَ ((إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ

آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ تمیم داری کے چچازاد بھائی سمندر میں سوار ہوئے۔ پھر بیان کیا وہی قصہ جو گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے

تیسرے مقام پر نہ تمیم داری کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے چچازاد کا بلکہ اس کے برعکس یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کی قوم کے کچھ لوگوں کیساتھ پیش آیا ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

چوتھے مقام پر یوں مذکور ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ تمیم داری میرے پاس آئے مجھے خبر دی اور ساتھ ہی آگے یہ بھی آجاتا ہے کہ مجھے خبر دی تمیم داری کے چچازاد نے جیسے کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح نظر آرہا ہے۔

يَنْفَعُكُمْ، لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ. وَلَكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي الْقَيْلُولَةَ، مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ. فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ. أَلَا إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا

میرے پاس تمیم داری آئے اور مجھے ایک خبر دی جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ مجھے دوپہر کو خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے نیند نہیں آئی' اس لیے میں نے چاہا کہ تمھارے نبی کی خوشی سے تم سب کو آگاہ کر دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں

اب یہاں بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا تمیم داری نے خبر دی یا پھر ان کے چچازاد نے؟ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محمد علیہ السلام کے پاس تمیم داری آئیں اور وہ خبر دیں پھر محمد علیہ السلام یہ کہیں کہ یہ خبر تمیم داری کے چچازاد نے دی؟

پانچویں مقام پر نہ تمیم داری کا ذکر ہے نہ ہی ان کے چچازاد کا اور نہ ہی ان کی قوم کا بلکہ نامعلوم لوگوں کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ نامعلوم لوگوں کے ساتھ پیش آیا جیسا

کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار

اب آپ ان پانچوں مقامات کو سامنے رکھیں تو سامنے آنے والے تضادات ایسے ہیں جو اس روایت کی صحت کو نہ صرف مشکوک بنا دیتے ہیں بلکہ ناقابل قبول بنا دیتے ہیں اور من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ خود کو علماء کہلوانے والوں کی اکثریت نے عام عوام میں یہی پھیلایا ہوا ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ پیش آیا اور اس کا دوسرا رخ جو ابھی سامنے لایا جا رہا ہے اس کو سرے سے چھپا دیا جاتا ہے جو کہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ آپ اپنی آنکھوں سے تمام مقامات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ کیا سب کو ہی صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے حالانکہ واقعہ تو صرف ایک ہی ہے۔ یہ بات اس روایت کی صحت کو غیر معمولی مشکوک بنا دیتی ہے۔

سوال نمبر۴۔ ایک مقام پر مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی صلاۃ کے بعد یہ واقعہ بیان کیا جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

٤٣٢٥ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ

۴۳۲۵ - حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرما دی۔ پھر تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے تمیم داری

لیکن دوسرے مقام پر عشاء کی صلاۃ کے برعکس ظہر کی صلاۃ کے بعد اس واقعہ کو بیان کرنے کا ذکر ہے ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي

۴۳۲۷ - حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات بالکل مصدقہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے ایک ہی بار یہ واقعہ بیان کیا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنا اہم واقعہ بندہ بھول جائے یا کوئی پریشانی ہو یاد رکھنے میں کہ کس وقت بیان کیا؟ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ دونوں باتوں کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اس لیے یہ بات بھی اس روایت کی صحت کو سخت مشکوک بنا دیتی ہے۔ یہ بھی ایک ایسا تضاد ہے جس کا جواب دینا ناممکن ہے الا یہ کہ اس کی بنیاد پر روایت کو من گھڑت قرار دیا جائے اس کے علاوہ اس تضاد کو دور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی تسلی بخش جواب دیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر۵۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ مخالف ہوا کی سمت سے سمندری لہروں میں ایک مہینہ تک گھرے رہے اور بالآخر ایک جزیرے پر ان کا جہاز جا لگا اور وہ چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرے میں گئے جیسا کہ روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت موج سے جہاز تباہ رہا)۔ پھر وہ لوگ جا لگے سمندر میں ایک ٹاپو کی طرف سورج ڈوبتے۔ پھر جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ وَأَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز کو طوفانی موجوں نے آ لیا جو انہیں ایک مہینہ تک پریشان کیے رہیں......اور وہ سورج غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کے پاس پہنچے اور ایک چھوٹی کشتی

عَمٌّ لِتَمِيمِ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ، أَسْوَدَ. قَالُوا لَهُ: مَا

دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے میں پہنچے۔ انھیں بڑی بڑی پلکوں والی

اس کے برعکس دوسرے مقام پر مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اچانک طوفان آ گیا اور ان کا جہاز ایک جزیرے پر جا لگا جیسا کہ روایت کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے

اس کے برعکس تیسرے مقام پر یہ مذکور ہے کہ جہاز میں سوار لوگوں کا کھانا ختم ہو گیا اور وہ کھانے کی تلاش میں خود جزیرے پر گئے جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

۴۳۲۸-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''کچھ لوگ سمندر میں جا رہے تھے کہ ان کا کھانا ختم ہو گیا' تو انہیں ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ وہ روٹی کی تلاش میں اسی میں

چوتھے مقام پر اس کے برعکس پانی کا ذکر ہے کہ پانی ختم ہو گیا اور پانی کی تلاش میں جزیرے میں گئے جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ

سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے جا لگا۔ وہ اس کے اندر گئے پانی کی تلاش میں۔ وہاں ایک آدمی دیکھا

پانچویں مقام پر یہ مذکور ہے کہ ان کا جہاز ٹوٹ گیا یعنی تباہ ہو گیا اور وہ لوگ جہاز کے تختے پر سوار ہو کر ایک جزیرے پر جا لگے جیسا کہ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إِلَى

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار ہو رہے اور ایک جزیرہ میں گئے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح

ابوداؤد نے تو اپنی مسند ابوداؤد میں یہاں تک لکھا ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی زندہ بچا باقی سب غرق ہو گئے اور جو زندہ بچا اس میں تمیم داری کا نام نہیں بلکہ کسی اور کا نام ہے جیسا کہ ذیل میں ابوداؤد کے الفاظ کو دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابنِ مِسْوَرٍ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ.

جو ابن مسور کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے تھے اور اس کے علاوہ اور کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سی بات کو سچ مان لیا جائے اور باقی سب کو رد کر دیا جائے؟ اتنے بڑے اور غیر معمولی تضادات اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دینا ناممکن ہے اور پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کا جہاز تباہ ہو گیا تو وہ لوگ واپس کیسے آئے؟

ابوداؤد کے مطابق ان میں صرف ایک ہی شخص زندہ بچا باقی سب غرق ہو گئے تو پھر یہ سب محمد علیہ السلام نے بیان کیوں نہ کیا؟ وہ شخص وہاں سے واپس کیسے آ گیا؟ اس کی بجائے تمیم داری نے واقعہ کیوں سنایا؟ نہ صرف تمیم داری کا ذکر آتا ہے بلکہ ان کے چچازاد کا بھی اور ان دونوں کے علاوہ نامعلوم افراد کا بھی ذکر آتا ہے آخر یہ سب تضادات کہاں سے آ گئے؟

کہیں پر پانی کی تلاش میں جزیرے پر جانے کا ذکر کہیں پر روٹی کی تلاش میں، کہیں پر جہاز بھٹک کر خود ہی جا لگا تو کہیں جہاز ہی تباہ ہو گیا آخر یہ تمام تر سوالات کے جوابات کیسے حاصل ہو سکتے ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اگر کوئی مخالفت کرے گا تو اس کو ان تمام سوالات کے جوابات دینا لازم ہوں گے جو کہ ناممکن ہے۔

سوال نمبر ۶۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تمیم داری سے یہ واقعہ سن کر بیان کیا لیکن دوسرے مقام پر اس کے برعکس یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمیم داری کو سامنے نکالا اور تمیم داری نے یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۷۳۸۹- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

۷۳۸۹- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اے لوگو! مجھ سے بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ

ہو آتا سوا طیبہ کے۔ پھر رسول اللہؐ نے تمیم کو لوگوں کے سامنے نکالا اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے

اب یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے؟ اور اگر دونوں میں سے ایک کا رد کیا جائے تو اس کی بنیاد کیا ہوگی؟ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ جسے ترک کیا جا رہا ہے وہی غلط ہے اور جو بات لی جا رہی ہے وہ ہی ٹھیک ہے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی غلط ہوں؟ یہ سوال بھی اس روایت کی صحت کو مشکوک اور ناقابل اعتماد بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر ۷۔ روایات میں مذکور ہے جساسہ سے ملاقات ہوئی اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانور تھا تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اسے جانور لکھا اور کہا جاتا ہے اور کہیں پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عورت تھی جس پر اتنی کثرت سے بال تھے کہ اس کے اگلے اور پچھلے حصے کا پتہ نہیں چلتا تھا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ

بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت بالوں والا ملا کہ اس کا آگا پیچھا دریافت نہ ہوتا تھا بالوں کے ہجوم سے۔ تو لوگوں نے اس سے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا جاسوس کیا؟ اس نے کہا اس

«إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عن رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ: فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ

تھا' اور میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہی تھی۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ''جساسہ'' ہوں' اس محل میں چلے جاؤ' میں وہاں گیا تو اس میں ایک

تو کیا وہ جانور تھا یا ایک عورت؟ اگر جانور تھا تو اس جانور نے ان سے کس زبان میں اور کیسے بات کی؟ وہ لوگ عرب تھے تو ظاہر ہے ان کی زبان عربوں کی زبان عربی تھی تو اس جانور نے ان کیساتھ عربی زبان میں اتنی روانی سے بات کیسے کی؟

اور اگر وہ جانور نہیں تھا بلکہ عورت تھی تو وہ عورت وہاں کہاں سے آگئی؟ اور پھر وہ کیسی عورت تھی جس پر بالوں کی اتنی کثرت تھی کہ نہ ہی اس کا اگلا اور نہ ہی پچھلے حصے کا پتہ چلتا تھا؟ کیا کوئی بشر ایسا ہوسکتا ہے؟ اور اس عورت نے ان سے کس زبان میں بات کی؟ اگر عربی میں بات کی تو وہ عورت عربی کیسے جانتی تھی؟

سوال نمبر ۸۔ پھر ایک مقام پر ہے کہ انہوں نے جساسہ پر سلام بھیجا اور اس نے ان کے سلام کا واپس جواب بھی دیا لیکن اس کے برعکس دوسرے مقام پر ملتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ تیرے لیے ویل ہو جس کے معنی ہلاکت کے کیے جاتے ہیں حالانکہ ویل جہنم کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے ان دونوں مقامات کو واضح طور پر روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سَفِينَةٍ حَتَّى خَرَجُوا إِلَى الْجَزِيرَةِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْلَبَ كَثِيرِ الشَّعْرِ لَا يَدْرُونَ أَرَجُلٌ هُوَ أَوْ امْرَأَةٌ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمْ السَّلَامَ فَقَالُوا أَلَا تُخْبِرُنَا فَقَالَ مَا أَنَا بِمُخْبِرِكُمْ وَلَا مُسْتَخْبِرِكُمْ وَلَكِنَّ هَذَا الدَّيْرَ قَدْ

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے

أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ. قالُوا: وَيْلَكِ ما أَنْتِ؟ قالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا إِلَى

انہوں نے کہا: کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ اس گرجے میں ایک آدمی ہے اس کے

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے اگر تو جساسہ جہنمی تھا تو انہوں نے اس پر سلام کیسے بھیجا اور اگر وہ جنتی تھا تو انہوں نے اس کے لیے ویل کیوں کہا؟ یہ غیر معمولی تضاد بھی اس روایت کو مشکوک اور ناقابل تسلیم بنا دیتا ہے اور اس کا جواب بھی دینا ایسے لوگوں کے لیے ناممکن ہے جو محض اپنی ضد اور انا کی خاطر اپنے باطل نظریات کو کھوکھلی بنیاد فراہم کرنے کی خاطر اس روایت کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں چاہے ان کے اس فعل سے ساری انسانیت گمراہ ہو جائے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ ان کو اپنی انا، ضد، ہٹ دھرمی اور باطل عقائد ہی سب سے بڑھ کر عزیز ہیں۔

سوال نمبر ۹۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ جب وہ الدیر میں داخل ہوئے تو انہوں نے الدجّال پر سلام بھیجا اور اس نے واپس ان پر سلام بھیجا لیکن دوسرے مقام پر

اس کے برعکس اس پر ویل بھیجی گئی یعنی جہنمی قرار دیا گیا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فَانطَلَقُوا حَتّٰى اَتَوُا الدَّيْرَ فَإِذَا هُمْ بِرَجُلٍ مُوثَقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ مُظْهِرِ الْحُزْنِ كَثِيرِ التَّشَكِّي فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قَالُوا مِنَ الْعَرَبِ قَالَ مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ أَخَرَجَ نَبِيُّهُمْ بَعْدُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ

کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ

آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ درمیان دونوں زانو کے دونوں ٹخنوں تک لوہے سے۔ ہم نے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا تم قابو پاگئے میری خبر پر (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا) تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟

سوال نمبر۱۰۔ روایات میں ایک مقام پر الدیر کا لفظ آیا ہے کہ اس الدیر میں داخل ہو جاؤ تو وہیں دوسرے مقام پر الدیر کی بجائے قصر کا لفظ آیا ہے جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ

إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ .

دونوں الفاظ کے معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہے قصر کہتے ہیں محل کو ایسے گھر کو جو طرح طرح کی سہولتوں سے مزین ہو اور الدیر کے معنی آگے آئیں گے تفصیل کیساتھ۔ یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے اور وہ کون سا مقام صحیح سمجھا جائے؟ اور ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کن دلائل کا سہارا لیا جائے گا کہ جس سے اطمینان ہو جائے کہ یہی صحیح ہے؟ یہ بھی ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر۱۱۔ ایک مقام پر الدجّال کو دیو قامت اور بڑی جسامت والا ایک مخصوص شخص انسان قرار دیا جاتا ہے جو لوہے کی زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑا ہوا تھا تو وہیں دوسری طرف اسے کمزور، غمگین یعنی اپنے کیے پر پچھتانے والا، کراہتا ہوا قابل ترس قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ

آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ

سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ

گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا' اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے......'' اور حدیث بیان کی...... اس

الْوَثَاقِ ۔ يُظْهِرُ الْحُزْنَ ۔ شَدِيدِ التَّشَكِّي ۔ فَقَالَ لَهُمْ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالُوا: مِنَ الشَّام ۔ قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ ۔ عَمَّ تَسْأَلُ؟ قَالَ: مَا فَعَلَ هٰذَا

کچھ بتائے۔ وہ اس مندر میں گئے اور اس شخص کے پاس جا پہنچے دیکھا تو ایک بڑی عمر کا آدمی ہے جو خوب جکڑا ہوا ہے۔ اس سے بہت رنج وغم ظاہر ہو رہا ہے بہت ہائے وائے کر رہا ہے۔ اس نے ان سے کہا: کہاں سے

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے جس کا جواب دینا ایسے لوگوں کے بس سے باہر ہے لیکن یہ علمائے الدجّال ایک رخ کو سرے سے چھپا دیتے ہیں اور صرف دوسرے رخ کو ہی سامنے لاتے ہیں وہ بھی بالکل غلط اور من گھڑت کہ وہ ایک بہت بڑا دیو قامت مخصوص شخص انسان تھا۔ اس کی حقیقت کیا ہے آگے اس کی کھل کر وضاحت ہو جائے گی لیکن یہ لوگ ایسا اس لیے کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہے اگر اس کے کمزور ہونے اور کراہنے والی بات کو سامنے لایا جائے گا تو پھر جو انہوں نے اس سے ایسی باتیں منسوب کی ہوئی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام کرے گا جو اللہ کے کرنے والے ہیں تو وہ کیسے کر سکتا ہے جو خود قابل ترس ہے؟ جو اپنی حالت کو ٹھیک نہیں کر سکتا قابل ترس ہے وہ ربّ ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ یوں اس سوال کا جواب یہ لوگ الساعت کے قیام تک نہ دے سکتے تو سب سے بہتر انہیں یہی لگا کہ اس بات کو ہی چھپا دو کیونکہ انہیں علم ہے کہ عام عوام ان کی محتاج ہے وہ نہ ہی خود سے غور وفکر کرے گی اور نہ ہی ان کی یہ پول کھلے گی اس لیے جتنا جی چاہے دھوکا دو کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ الٹا لوگ تعریفیں ہی کریں گے کہ کتنے بڑے بڑے علماء ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

سوال نمبر۱۲۔ قرآن میں اللہ نے صراحت کیساتھ واضح کر دیا کہ اللہ نے الرحمٰن ہونے کے ناطے ہر بشر کے لیے ایک ہزار سال کی مدت کا تعین کر دیا یعنی کوئی بھی شخص زیادہ سے زیادہ ہزار سال زندہ رہ سکتا ہے اس بات کی قرآن کی آیات کیساتھ وضاحت عیسیٰ کے موضوع پر آئے گی۔ جب کوئی بھی شخص ہزار سال سے زیادہ عمر نہیں پا سکتا یعنی اپنی پیدائش سے اپنی وفات تک ہزار سال سے زیادہ مدت نہیں پا سکتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الدجّال ایک شخص انسان ہے تو اس کی عمر ہزار سال سے زیادہ کیسے ہو گئی؟ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ وہ اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتا، اللہ الرحمٰن ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے ہی قانون اور سنت کے خلاف کرے اور اپنے الرحمٰن ہونے کی ہی نفی کر دے؟ جو اس نے قدر میں کر دیا اسے ہی بدل دے یا اس کے خلاف کر دے؟

اگر وہ وہاں ایک جزیرے پر قید تھا تو اسے قید کس نے کب اور کیوں کیا؟ اگر یہ سب ایسا ہی تھا تو کیا اصحاب رسول کے اذہان میں یہ غیر معمولی سوالات پیدا نہ ہوئے؟ کیا انہوں نے اللہ کے رسول محمد سے ایسے سوالات نہ کیے کہ یا رسول اللہ اس کو قید کب کیا گیا؟ کس نے قید کیا؟ اور کیوں قید کیا اسے قتل ہی کیوں نہ کر دیا؟ کیونکہ جس نے قید کیا اسے اس کی حقیقت کا علم تھا تو قید کیا نا؟ اور پھر جب کہ وہ وہاں قید تھا تو اصحاب رسول ابن صیاد کے دجّال ہونے پر قسمیں کیوں کھاتے تھے؟ ابن صیاد تو یثرب میں ہی پیدا ہوا تھا اور انہی کے سامنے پلا بڑھا کیا انہیں یہ علم نہیں تھا کہ الدجّال تو ایک جزیرے میں پہلے سے قید ہے اور الدجّال تو مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن ابن صیاد مدینہ میں پیدا ہوا وہیں اس کی موت ہوئی اور مکہ بھی آتا جاتا رہا۔

سوال نمبر۱۳ ۔ جب یہ واقعہ یثرب کا ہے اور ایک ایسے موقع کا ہے جب یثرب کے تقریباً تمام انصار و مہاجرین موجود تھے تو کیا صرف فاطمہ بنت قیس ہی ایسی تھیں کہ جن کو یہ روایت یاد رہی؟ حالانکہ یہ تو ایک ایسا واقعہ تھا جو نہایت عجیب وغریب تھا اور اس کو کبار اصحاب رسول کو ضرور بیان کرنا چاہیے تھا لیکن ہمیں

ایسا کچھ نہیں ملتا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال نمبر۱۴۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جساسہ الدجّال کے لیے جاسوسی کرتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الدجّال خبروں کے لیے جساسہ کا محتاج تھا تو پھر الدجّال نے جو سوالات کیے وہ تمام کی تمام خبریں جن کا تعلق قطعی غیب سے تھا ان کا علم اسے کس طرح ہو گیا؟ کیا الدجّال غیب کا علم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ایسے نظریات سے تو بالکل واضح ہوتا ہے کہ ایسے تمام کے تمام لوگوں کے نزدیک الدجّال غیب کا بھی علم رکھتا ہے تو دوسری طرف انہی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو پھر الدجّال جب کہ ایک انسان ہے اسے غیب کا علم کہاں سے ہو گیا؟ قرآن میں تو اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ صرف اپنے چنندہ رسولوں پر غیب میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے تو کیا الدجّال اللہ کا رسول ٹھہرا؟

سوال نمبر۱۵۔ اگر الدجّال ایک مخصوص بشر انسان ہے اور جب الدجّال کو سب علم ہے کہ وہ ربّ نہیں ربّ اللہ ہی ہے اور اس کا انجام کیا ہے تو اس کے باوجود وہ ربّ ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

سوال نمبر۱۶۔ جب الدجّال کو یہ بھی پہلے سے علم ہے کہ اسے مدینہ میں داخل ہونے نہیں دیا جائے گا مدینہ کے ہر رستے پر ملائکہ معمور ہوں گے تو علم ہونے کے باوجود الدجّال مدینہ جانے کی کوشش کیوں کرے گا؟ ایسے ہی جب اسے پہلے سے ہی علم ہے کہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو پھر علم کے باوجود وہ مکہ میں داخلے کی کوشش کیوں کرے گا؟

سوال نمبر۱۷۔ جساسہ نے اس جزیرے پر موجود محل میں جانے کو کہا جس میں الدجّال قید تھا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب کسی جزیرے پر تعمیر شدہ محل موجود ہے؟ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے اس محل کو دنیا کے لوگوں سے چھپا کر رکھا ہے کیونکہ اصل بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ اس جزیرے تک کسی کی رسائی نہیں اور اگر کسی کی رسائی ہو جائے تو وہ نہ صرف اس محل کو دیکھ سکتا ہے بلکہ اس میں داخل بھی ہو سکتا ہے جیسے وہ لوگ جو اس جہاز میں سوار تھے اور اس جزیرے تک پہنچ گئے۔ اور آج زمین کا ایک ایک انچ انسان کی نظروں کے سامنے ہے اوپر سیٹیلائیٹ گھوم رہی ہے جو پل پل پوری زمین کے انگ انگ کی تصاویر بنا رہی ہے اور اسی سیٹیلائیٹ کے بنائے ہوئے نقشے کو نہ صرف آپ آج دیکھتے استعمال کرتے ہیں بلکہ یہ دنیا کا واحد مصدقہ ترین نقشہ ہے جسے گوگل ارتھ کا نام دیا جاتا ہے۔ سمندروں میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا بھی جزیرہ ایسا نہیں ہے جس پر آج انسان جا نہ چکا ہو اس کے باوجود نہ ہی کوئی ایسا محل کہیں ملتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص اور نہ ہی کوئی ایسا جانور جسے جساسہ کا نام دیا گیا تو آخر ایسا کیوں؟

آخر وہ جزیرہ آج کہاں گیا؟ وہ محل کہاں گیا؟ اور اس میں قید الدجّال کہاں گیا؟

آج جب کوئی ایسا محل کہیں موجود ہی نہیں اور اگر تھا تو پھر بغیر کسی شک و شبے کے ظاہر ہے محل تباہ ہو چکا اور الدجّال نہ جانے کب کا آزاد ہو چکا اور پھر حقیقت اگر یہی ہے تو پھر وہ الدجّال کہاں گیا؟ وہ الدجّال تو پھر آ کر بھی جا چکا تو پھر کس الدجّال کا آج بھی انتظار کیا جا رہا ہے؟ اس روایت کی بنیاد پر الدجّال کو ایک مخصوص شخص انسان ثابت کرنے اور ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کی بھی حقیقت کھل کر آشکار ہو جاتی ہے کہ وہ محض نہ صرف خود کو دھوکے میں مبتلا کیے ہوئے ہیں بلکہ اکثریت کو بھی اسی دھوکے میں مبتلا کر کے ان کی دنیا و آخرت تباہ کر رہے ہیں۔

اس روایت پر مزید کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں اور اعتراضات سامنے آتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف انہی سوالات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں یہ ایسے اعتراضات ہیں ان کو دور کرنا ناممکن ہے۔ روایت کی صحت کو کوئی ایک ہی اعتراض مشکوک بنا دیتا ہے لیکن اس میں تو درجنوں لاجواب اعتراضات ہیں تو یہ روایت کیسے قابلِ تسلیم کہی جا سکتی ہے یا تسلیم کی جا سکتی ہے؟ ان اعتراضات کی روشنی میں اس روایت کی اہمیت بالکل صفر ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود

ہم اس روایت کی اصل حقیقت پر ضرور روشنی ڈالیں گے تاکہ حق کھل کر واضح ہو جائے اور کسی کے پاس کوئی عذر، شک یا شبہ وغیرہ نہ رہے۔

جن جن کتب میں یہ روایت بیان کی گئی ہے جب ان تمام مقامات کو سامنے رکھا جائے اور اگر اللہ کی طرف سے خالص علم حاصل ہو تو اس کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آتی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ انسان اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی تکمیل میں ساری محنت ضائع کرتے ہیں۔حق کی تلاش کی بجائے جو ان کے اپنے عقائد ونظریات ہوتے ہیں انہیں علم ہوتا ہے کہ یہ باطل عقائد ونظریات ہیں اس کے باوجود انسان اپنے باطل عقائد ونظریات کو ہی حق ثابت کرنے اور دوسروں پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ ضرور پیش آیا البتہ وہ کس کیساتھ پیش آیا یہ الگ بحث ہے لیکن جب غور کیا جائے تو یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ ہی پیش آیا نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کیساتھ۔ پیچھے کتاب میں ذی القرنین جو کہ سلیمان علیہ السلام تھے کا ذکر تفصیل سے گزر چکا ہے جس میں ہم نے دیکھا تھا کہ اللہ نے قرآن میں واضح بتا دیا کہ ذی القرنین سلیمان علیہ السلام نے ایک نہیں بلکہ تین رکاوٹیں بنائیں تھیں۔ ایک مغرب میں جسے برمیودہ ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے، دوسری مشرق میں جسے شیطانی، اژدھا یا ڈریگن ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے جو کہ جاپان کے سمندر میں واقع ہے۔

تیسری ان دو رکاوٹوں کے درمیان اس مقام پر جہاں دو چٹانوں کے درمیان ایک درہ تھا کو بند کیا تھا۔

مغرب اور مشرق والی سدین یعنی دو رکاوٹیں مادی نہیں تھیں بلکہ غیر مادی تھیں جن کو نحاس کہا گیا ہے نحاس بالکل ایسی ہی مقناطیسی قوت یا کشش کو کہتے ہیں جیسے مقناطیسی قوت زمین مسلسل پیدا کر رہی ہے جس مقناطیسی قوت کی وجہ سے نہ صرف ہر شئے زمین کی طرف کھنچی ہوئی ہے بلکہ اسی قوت کی وجہ سے زمین کے گرد سات مختلف تہوں پر مشتمل ایک حصار قائم ہے جنہیں زمین کے سات آسمان کہا جاتا ہے۔

زمین کی مقناطیسی قوت کا ایک نارتھ یعنی شمالی پول ہے اور ایک ساؤتھ یعنی جنوبی پول ہے۔ زمین کی مقناطیسی قوت کے شمال اور جنوب پول کی وجہ سے کمپاس کی سوئی کا رخ شمال اور جنوب کی طرف رہتا ہے کیونکہ کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑا جس پر سوئی چپکی ہوتی ہے اس کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جیسے مقناطیس کے دو ٹکڑوں کو ایک ہی سمت میں آمنے سامنے لایا جائے تو ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں بالکل اسی طرح کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑے کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جس سے اس کا رخ شمال اور جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور سوئی وہیں ٹھہر جاتی ہے۔لیکن اگر کمپاس کسی ایسی جگہ پر رکھا جائے جہاں زمین کی مقناطیسی قوت کے علاوہ ایک اور مقناطیسی قوت موجود ہو اور اس کا رخ زمین کی مقناطیسی قوت کے متضاد ہو یعنی اس کا مشرق اور مغرب پول ہو تو کمپاس کی سوئی کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرے گی بلکہ وہ تھرتھرانا شروع کر دے گی۔

اب تصور کیجئے کہ آپ کے پاس ایسی مقناطیسی قوت پیدا کرنے کی صلاحیت ہو اور آپ ایسی مقناطیسی قوت یعنی نحاس خلق کریں جس کا ایک پول مشرق اور دوسرا مغرب کی سمت ہو یعنی زمین کے پولز کے متضاد ہوں تو زمین کی مقناطیسی قوت اور آپ کی خلق کردہ مقناطیسی قوت کے عین وسط میں اگر کوئی شخص پہنچ جائے یا کوئی بھی شئے پہنچ جائے تو وہ شئے وقت کی قید سے آزاد ہو جائے گی اس کے لیے ماضی، حال، مستقبل ختم ہو جائے گا۔ اگر آپ اس نقطے پر پہنچ جائیں تو آپ وقت کی قید سے آزاد ہو جائیں گے اور آپ ماضی، حال یا مستقبل کو جاگتے ہوئے ایسے دیکھ سکیں گے جیسے رات کو خواب دیکھا جاتا ہے۔

تمیم داری مشرق کی طرف ڈریگن ٹرائی اینگل میں اپنے جہاز پر سفر کر رہے تھے اور وہیں ان کا جہاز گم ہو گیا اور وہ اس نقطے میں داخل ہو گئے تھے جو ذی القرنین سلیمان علیہ السلام کی خلق کردہ نحاس یعنی مقناطیسی قوت اور زمین کی مقناطیسی قوت کا عین وسط تھا۔ جب وہ اس نقطے میں داخل ہوئے تو وہ وقت کی قید سے آزاد ہو گئے اور انہوں نے مستقبل کو ایسے ہی دیکھا جیسے کہ خواب میں کچھ دیکھا جاتا ہے آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب انہوں نے دیکھا وہ اس وقت عیسائی تھے اور یہی ان کی محمد پر ایمان لانے کی بھی وجہ بنی۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا وہ اگر کسی سے بھی بیان کرتے تو اس وقت کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا سوائے محمد کے بلکہ اگر وہ کسی سے ایسی بات کرتے بھی تو ان کو پاگل کہا جاتا اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ان کو تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا کیونکہ یہ بات کسی کی عقل میں آنے والی تھی نہ ہی کسی کے لیے قابل تسلیم تھی لیکن انہیں اس کا علم تھا جو کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ محمد ہی واحد ایسی شخصیت ہیں جو نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ جب واپس پہنچے تو سیدھے محمد کو یہ سارا واقعہ سنایا کہ انہوں نے مستقبل کو دیکھا کہ دنیا کے کیسے کیسے حالات بدلیں گے اور بالآخر الدجال یعنی ٹیکنالوجی جنہیں آج انسان مشینوں وجدید ایجادات کا نام دیتے ہیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ محمد علیہ

السلام ان کو سب کے سامنے لائے اور ان کو سب کے سامنے واقعہ بیان کرنے کا کہا لیکن اس سے پہلے محمد علیہ السلام نے ان کو بتا دیا تھا کہ کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں کیونکہ اگر جو کچھ دیکھا تھا وہ سب ویسے ہی بیان کیا جاتا تو کسی کی بھی عقل میں بات نہ آتی اس لیے اس سارے واقعے کو کیسے بیان کرنا ہے کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں محمد علیہ السلام نے تمیم داری کو بتایا۔

روایت میں استعمال ہونے والے الفاظ یہ سب حقیقت کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جن کا آگے صراحت کیساتھ ذکر آئے گا جیسے کہ انہوں نے کہا ہم الدیر میں داخل ہوئے۔ الدیر کے دو معنی ہیں اس کا ایک معنی ہے ایسا نقطہ یا مقام جو کسی شئے کو تسلسل کیساتھ اچانک انتہائی تیز رفتار سے باہر نکال دے مثلاً جیسے جب بندوق سے فائر کیا جاتا ہے تو گولی کے خول سے اچانک اس کا سکہ انتہائی تیز رفتاری سے باہر نکل جاتا ہے بالکل ایسے ہی ہوا اور وہ سکہ رکنے کی بجائے مسلسل اسی رفتار سے سفر کرتا رہے۔

الدیر کے دوسرے معنی ہیں ہر طرف سے بند سرنگ کے۔

یہاں ہم پہلے معنی کو لیں گے اور اس کے بعد آگے جا کر دوسرے معنی کو بھی لیں گے۔ الدیر یہی وہ مقام تھا جہاں جہاز گم ہونے کے بعد وہ پہنچے اور اس مقام نے انہیں اچانک باہر نکال دیا یعنی وقت کی قید سے باہر نکال دیا اور انہوں نے اس وقت سے لیکر الدجّال تک کا وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوں گی کہ کون کون سی وجوہات الدجّال کے نکلنے کا باعث بنیں گی۔ الدجّال جو کہ آپ پر ہر لحاظ سے واضح ہو چکا ہے کہ ٹیکنالوجی یعنی موجودہ تمام کی تمام ایجادات الدجّال ہیں جنہیں انسان اپنے لیے مسیحا سمجھتا ہے لیکن درحقیقت یہ تمام ایجادات مسیحا نہیں بلکہ انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی کا باعث ہیں انہی کی وجہ سے دنیا آج ہر طرح کے عذابوں، زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، بیماریوں، تباہیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کا شکار ہے اور اسی کی وجہ سے الساعت آئے گی۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ میں انہوں نے اس سارے واقعے کو یوں بیان کیا جسے آپ ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو پہلی بار ایک سے سو تک گنتی سیکھ رہے ہیں۔ باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں یعنی وہ ابھی تک ساٹھ تک ہی سیکھ سکے لیکن آپ نے سب سے پہلے ہی سو تک گنتی سیکھ لی۔ باقی سب ابھی تک ساٹھ پر ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تعلیم کا سفر کیا اور کافی آگے گیا تو میری کسی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے جواب دیا میں سو کا ہندسہ ہوں اور عنقریب میں تمہارے سامنے آ جاؤں گا۔

اب سو کا ہندسہ یہ بتاتا ہے کہ وہ کب تک سامنے آئے گا یعنی کیا کیا اس سے پہلے ہونا لازم ہے کہ وہ اس کے بعد سامنے آئے۔ وہ پوچھتا ہے کہ کیا تم نے سکول میں داخلہ لے لیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔

اس نے کہا حقیقتاً ایسا ہو چکا؟ آپ نے کہا کہ ہاں ایسا ہو چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ایک آ گیا؟ آپ نے کہا ہاں وہ آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ دس آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں وہ بھی آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ساٹھ آ گیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں وہ بھی آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ستر آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ ابھی تک نہیں آیا تو اس نے کہا کہ اب عنقریب وہی آئے گا اس کے بعد اسی آئے گا پھر اس کے بعد عنقریب نوے آئے گا جب نوے آ جائے گا تو میرا سامنے آنے کا وقت بالکل قریب آ جائے گا اور جب ننانوے آ جائے گا تو اچانک میں بھی سامنے آ جاؤں گا۔ لیکن جب تک ننانوے نہیں آتا تب تک قانون میں مجھے سامنے آنے کی اجازت نہیں تب تک میں سامنے نہیں آ ؤں گا۔

اس مثال کو بار بار پڑھیئے اور ذہن نشین کر لیجئے یہ مثال اس واقعہ کی ساری حقیقت کو کھول کر رکھ دے گی اور بہت ہی آسانی سے سارا واقعہ سمجھ آ جائے گا۔

بالکل یہی کہا تمیم داری نے کہا کہ ان کی ملاقات الدجّال سے ہوئی انہوں نے الدجّال کو دیکھا۔ الدجّال کو اس مثال میں سو کا ہندسہ تصور کر لیں جیسے آپ کی گفتگو سو کے ہندسے سے ہوئی بالکل ویسے ہی الدجّال کیساتھ گفتگو ہوئی۔ یعنی حقیقتاً ایسی کسی گفتگو کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ ان کیساتھ جو واقعہ پیش آیا اس کو سب کے سامنے عام سطح پر بیان کرنا تھا تا کہ اصل مقصد سب سمجھ جائیں تو اس کو اس طرح حکمت کیساتھ بیان کیا گیا کہ الدجّال آئے گا لیکن کب آئے گا تمیم

داری نے باقی سب سے پہلے ہی دیکھ لیا۔ محمد علیہ السلام کے بتائے ہوئے الفاظ میں انہوں نے بتایا کہ اس نے سوال کیا کہ کیا عربوں میں رسول آ گیا؟ ہم نے کہا ہاں آ گیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا انہوں نے اس کی اطاعت کی یا نافرمانی کی؟ ہم نے کہا کہ اطاعت کی، الدجّال نے کہا اسی میں ان کے لیے خیر ہے۔

اب یہاں یہ ذہن میں رکھیں الدجّال خیر نہیں ہے بلکہ شرِ اکبر ہے۔ تو اس نے کہا کہ اسی میں ان کے لیے خیر ہے اس کا مطلب یہ کہ جب تک اللہ کے رسول کی اطاعت ہوگی اسی میں انسانوں کے لیے خیر ہوگی الدجّال نہیں نکل سکے گا۔ الدجّال تب ہی نکلے گا جب اللہ کے رسول کی نافرمانی کی جائے گی جب اس دین کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ نے اپنے ہر رسول کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ دنیاوی مال ومتاع محض دھوکے کا سامان ہے اور اس کے قریب بھی جانے سے منع کر دیا اس سے دور رہنے کا حکم دیا جب تک انسان ایسا کریں گے تب تک وہ اس دنیاوی مال ومتاع کے دجل سے بچے رہیں گے اور جب وہ اس کے پیچھے پڑھیں گے تو ایسے دجل کا شکار ہوں گے کہ حق کو سمجھنا ناممکن کے قریب تر ہو جائے گا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے سب کے نزدیک دنیاوی مال ومتاع جس کو اللہ نے دھوکا کہا اسی کا حصول بن جائے گا۔ محمد علیہ السلام نے بتا دیا تھا کہ کب تک ان کی اطاعت کی جائے گی جیسے کہ اطاعت کرنے کا حق ہے اس کے لیے محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہے گی تیس سال اور پھر اس کے بعد جو جو کچھ ہوگا وہ بھی بیان کر دیا۔ اب آپ سے سوال ہے کہ اگر آج تک پوری دنیا میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم رہتی تو کیا دنیا کی آج یہ حالت ہوتی؟ الدجّال نکل سکتا تھا یعنی یہ موجودہ ٹیکنالوجی جو شرکِ اکبر اور شرِ اکبر ہے انسان یہ کر پاتا؟ ہرگز نہیں کر پاتا۔ تو یہی انہوں نے کہا کہ الدجّال نے کہا اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہی خیر ہے جب ان کی نافرمانی کی جائے گی اللہ کے بھیجے ہوؤں کو بنی اسرائیل کی مثل قتل کیا جائے گا ان کی تکذیب کی جائے گی اور مجرمین کو نبی یعنی اپنا راہنما بنا لیا جائے گا تو یہی وجہ بنے گی الدجّال کے نکلنے کی۔ پھر اسی طرح بتدریج جو جو سوال انہوں نے بیان کیے کہ الدجّال نے ان سے پوچھا کہ فلاں ہو گیا اور فلاں ہو گیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ الدجّال کہ آنے سے پہلے یہ یہ کچھ ہو گا جب تک یہ نہیں ہوگا الدجّال نہیں نکل سکتا یعنی جن وجوہات کی بنا پر ٹیکنالوجی یعنی ایجادات جو کہ الدجّال ہے وجود میں آئیں گی جب تک وہ نہیں ہو جاتا الدجّال نہیں آئے گا۔

پیچھے جو ہم نے مثال بیان کی اس میں اور جس طرح تمیم داری نے یہ واقعہ بیان کیا اس میں کوئی فرق نہیں اگر آپ نے اس مثال کو سمجھ لیا تو آپ نے اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ جیسے آپ نے جب باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں تو سو تک گنتی سیکھ لی اور ایک مثال کی شکل میں باقیوں کو بتایا بالکل اسی طرح تمیم داری کو اللہ نے اس وقت مستقبل دکھا دیا الدجّال دکھا دیا جو انہوں نے محمد کی راہنمائی میں انتہائی حکمت کیساتھ دوسروں پر واضح کر دیا۔ اس کی مزید تصدیق روایات میں آنے والے الفاظ خود بخود کرتے ہیں ابھی ہم نہ صرف ان الفاظ کو سامنے رکھیں گے بلکہ ان الفاظ کو کیسے توڑ مروڑ کر اکثریت کو دھوکا دیا جاتا رہا اور دھوکا دینے والوں کا بھی پردہ چاک کر دیں گے۔ اس کے باوجود اگر کوئی حق کی بجائے گمراہی کا سودا کرتا ہے تو حق آ جانے کے بعد ہی کرے گا اور اس کے پاس روزِ محشر کوئی عذر نہیں ہوگا کیونکہ اس پر حجت پوری ہو چکی ہوگی۔

فلما قضى رسول الله ﷺ الصلاة جلس على المنبر وهو يضحك، قال: ليلزم كل انسان مصلاة ثم قال: هل تدرون لم جمعتكم؟ قالوا: الله و رسوله اعلم. قال: انى ما جمعتكم لرهبة ولا رغبة، ولكن جمعتكم أن تميم الدارى كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع واسلم وحدثنى حديثا وافق الذى حدثتكم عن الدجال، حدثنى أنه ركب فى سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام. فلعب بهم الموج شهرا فى البحر وأرفئوا الى جزيرة حين مغرب الشمس، فجلسو فى اقرب السفينة، فدخلوا الجزيرة، فلقيتهم دابة أهلب كثيرة الشعر. قالوا: ويلك ما انت؟ قالت: أنا الجساسه، انطلقوا الى هذا الرجل فى هذا الدير فانه الى خبركم بالاشواق. قال: لما سمعت لنا رجلا فرقنا منها أن تكون شيطانه، فانطلقنا سراعاً حتى دخلنا الدير فاذا فيه أعظم انسانٍ . ابو داؤد

پس جب رسول اللہ ﷺ الصلاۃ مکمل کر چکے بیٹھے رہے منبر پر اور ہنس رہے تھے، کہا سب انسانوں کے لیے لازم ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں پھر کہا کیا تم لوگ جانتے ہو تمہیں کیوں جمع کیا؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا میں نے تمہیں رھب یا رغبت دلانے کے

لیے نہیں جمع کیا اور لیکن تمہیں اس لیے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے پس وہ میرے پاس آئے پس میری بیعت کی اور خود کو میرے حوالے کر دیا اور مجھے بیان کیا ایک حادثہ جو بالکل ویسا ہی ہے جیسا میں تم سے بیان کر چکا ہوں الدجّال کے بارے میں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سوار تھے سمندری کشتی میں لخم اور جذام کے تیس افراد کیساتھ پس انہیں آلیا لہروں نے اور مہینہ بھر موجوں میں گھرے رہے اور سورج کے غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کی طرف جا لگے پس چھوٹی کشتی میں سوار ہوئے پس داخل ہوئے جزیرے میں، انہیں ملا دابہ بڑی دم والا اور بہت زیادہ الشعر والا یعنی ہر طرف سے پینٹ کی تہہ چڑھا ہوا۔ انہوں نے کہا ویل ہو تیرے لیے کون ہے تُو؟ اس نے جواب دیا میں جساسہ ہوں اس مرد کی طرف چلو جو اس ہر طرف سے بند سرنگ میں ہے پس اس میں کچھ شک نہیں اسے تمہاری طرف خبر کی شدید چاہت ہے۔ کہا جب ہم نے اس سے اس شخص کا سنا تو ہم ڈر گئے کہ وہ شیطان ہوگا ہم جلدی سے چلے حتیٰ کہ ہم داخل ہوئے ہر طرف سے بند اس سرنگ میں پس تب دیکھے ہم نے اس میں اعظم انسان۔

انسان کے نیچے دو زیریں ہیں جس کے معنی ایک نہیں زیادہ انسانوں کے ہیں اور اعظم ایک جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ا، عظم'' کا مجموعہ ہے۔ شروع میں الف کا استعمال سوالیہ بنا دیتا ہے اور آگے اسی سوال کا جواب موجود ہوتا ہے اور عظم عربی میں ہڈی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہڈی میں وہ خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں جنہیں عظم کہا جاتا ہے اگر یہی خصوصیات وصفات کسی اور میں پائی جائیں تو جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہا جائے گا۔ مثلاً ہڈی میں قوت، سختی اور مضبوطی پائی جاتی ہے اور ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے تمام ہڈی نکال لی جائے تو جسم بے وقعت و بے حیثیت ہو جاتا ہے بالکل یہی خصوصیات وصفات جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہتے ہیں۔ اعظم کے معنی ہیں کیا ہے وہ جس میں سختی، مضبوطی اور شدت وغیرہ پائی جاتی ہے، جو نہ مڑنے والی ہے، جس کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسے ہی ہے جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے کہ اگر ہڈی کو جسم سے نکال دیا جائے تو پیچھے جسم بے وقعت و بے حیثیت رہ جائے گا اس کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہے گی۔ اعظم انسان کہتے ہیں ایسے انسان جو غیر معمولی قوت، طاقت، سختی اور مضبوطی کے حامل ہوں اگر ان انسانوں کو نکال دیا جائے تو پیچھے باقی انسانوں کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال لیے جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔

قالت أنا الجساسه، اذهب الی ذلک القصر، فأتیته فاذا رجل یجر شعره مسلسل فی الأغلال ینزو فیما بین السماء والأرض، فقلت: من أنت؟ فقال: أنا الدجال. ابو داؤد

کہا اس نے میں جساسہ ہوں اس محل میں چلے جاؤ پس جب اس میں گیا تب وہاں شخص تھا جو اپنی نرم مواد والی سیٹ پر لوہے والے پٹوں میں جکڑا بہنے کی طرح دوڑتا ہوا جیسے جانور جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ پر سوار ہوتا ہے اس طرح آسمان اور زمین کے درمیان کر رہا تھا یعنی بہنے کی طرح دوڑتا ہوا آتا تھا اور اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان پر چڑھ جاتا اور پھر واپس اسی طرح زمین پر اتر آتا تھا۔ پوچھا اس سے کون ہے تو پس اس نے جواب دیا میں الدجّال ہوں۔

روایات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بعض اصحاب محمد نے کہا کہ جساسہ ہی وہ الدابۃ الارض ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے جو قرب قیام الساعت ارض سے وجود میں آئے گا جو کہ سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط الساعت میں سے ایک بڑی علامت وشرط ہے۔ یعنی قرب قیام الساعت علامات واشراط الساعت میں سے ایک الدابۃ الارض زمین کے عناصر سے وجود میں آنے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات۔ اور روایت میں بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے کہا کہ ان کی ملاقات الدابہ سے ہوئی۔ اس کی بھاری بھر کم دم اور کثیر الشعر تھے اس پر۔ الشعر کے معنی آپ پیچھے تفصیل کیساتھ جان چکے ہیں کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے بال وجود میں آتے ہیں جسے آج لچکدار پلاسٹک یعنی نائیلون، اسفلت اور پینٹ وغیرہ کہا جاتا ہے اسی سے فوم سمیت ہزاروں مصنوعات تیار کی جاتی ہیں اگر کسی بھی قسم کا کوئی شک رہے تو ایک روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ موجود ہیں آخری زمانے میں ہونے والی بارشوں کے حوالے سے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یمطر الناس مطراً لا تکن منه بیوت المدر ولا تکن الا بیوت الشعر.
مسند احمد ۳۸۵۹۳

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ بارشیں ہوں گی انسان بارشیں برسائیں گے ان سے نہیں بچے گا کوئی گارے کا گھر سوائے اس کے جو

الشعر کے بنے گھر ہوں گے۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ محمد علیہ السلام نے کہا کہ ان بارشوں سے کوئی گھر نہیں بچے گا جس کی چھت سلامت رہے سوائے ان گھروں کے جن کی چھتیں الشعر کی بنی ہوں گی جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے جن گھروں کی چھتیں بالوں کی بنی ہوں گی۔ اب کوئی بھی عقل رکھنے والا شخص یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ان بالوں کی چھت بن سکتی ہے یا ان بالوں کے گھر بن سکتے ہیں جو جسم پر اگتے ہیں۔ لیکن جب آپ عربی کو عربی سمجھیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے بال وجود میں آتے ہیں اور اسی مواد سے آج پوری دنیا میں چھتیں بنائی جاتی ہیں جن پر بارشیں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ کتاب کے شروع میں خام تیل سے بننے والی مصنوعات کی تفصیل میں بھی چھتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ الدابہ ہوائی جہاز تھا جس کی بھاری بھرکم دم اور اس پر کثیر الشعر یعنی ہر طرف پینٹ چڑھا ہوا تھا۔

اب اس کو یوں سمجھ لیں اسی مثال سے کہ آپ کی ملاقات ننانوے سے ہوئی تو ننانوے نے آپ سے کہا آگے چلو جو آگے ہے اسے تمہارا انتظار ہے تو جیسے ہی آگے گئے تو آگے سو کے ہندسے سے ملاقات ہوئی۔ بالکل اسی طرح جب انہوں نے ہوائی جہاز دیکھا تو اس نے کہا اس الدیر یعنی اس ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہو جاؤ اور اس کا یہ کہنا عربی میں تھا جیسے آگ جل رہی ہو تو کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس کو چھونا نہیں بلکہ آگ خود بتا رہی ہوتی ہے کہ میرے قریب مت آنا مجھے چھونا مت ورنہ جلا دوں گی ایسے ہی اگر آپ پہلی بار کوئی ایسی شئے دیکھیں جو عجیب ہو تو وہ شئے خود چیخ چیخ کر آپ کو دعوت دے رہی ہوتی ہے کہ مجھے دیکھو، مجھے اندر سے دیکھو میں کیسی ہوں ایسے ہی ہوائی جہاز جو کہ الدجّال کا الدابہ ہے اس نے کہا کہ میرے اندر داخل ہو جاؤ جو کہ اندر سے ایک محل کا منظر پیش کرتی سرنگ ہے۔ کہیں پر اسے الدیر یعنی ہر طرف سے بند سرنگ کہا گیا اور کہیں اسے قصر یعنی محل کہا گیا۔ جہاز میں جب آپ داخل ہوں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ جہاز حقیقتاً الدیر ہے یعنی ایک ایسی سرنگ ہے جو ہر طرف سے بند ہے اور وہ سرنگ اندر سے ایک محل کا منظر پیش کرتی ہے۔

جب وہ اس الدیر یعنی محل نما ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہوئے تو انہوں نے جو دیکھا اس کے بارے میں کئی طرح کے الفاظ آئے ہیں اور وہ سب کے سب اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک ہیں۔ اب سب سے پہلے ہم آپ پر یہ واضح کرتے ہیں کہ آج تک ان الفاظ کو کیسے بیان کیا گیا جو اندر موجود انسانوں کے بارے میں استعمال کیے گئے۔ اس کے لیے پیچھے گزرنے والی روایات میں ان تمام مقامات کو ذہن میں رکھا جائے جہاں جہاں اس کا ذکر ہے اور جو ان کے تراجم کیے گئے ان کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے آج تک جو تراجم کیے ان میں کہیں پر یہ لکھا ہے کہ غار میں داخل ہوئے کہیں پر مندر، کہیں پر گرجا اور کہیں پر محل کا ترجمہ کیا گیا اور آگے کہا گیا کہ ایسا دیو قامت، لمبا چوڑا، بڑا انسان دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل کود رہا تھا۔

لیکن جب ہم عربی متن آپ کے سامنے رکھیں تو دیکھیں ان علمائے الدجّال کا اصل چہرا کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور انہوں نے اس کو جان بوجھ کر اس لیے چھپایا تاکہ ان کے اپنے باطل نظریات پر انگلی نہ اٹھے اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہیں۔

ایک طرف یہ اس کو ایک گرجے، محل، مندر یا غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑتے ہیں لیکن جب آگے عربی کے الفاظ آتے ہیں " ینزو فیما بین السماء والارض" تو ان الفاظ کا ترجمہ کیا کرتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔

شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الأَغْلَالِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَقُلْتُ:	آدمی کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل رہا تھا۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دجال ہوں۔ کیا عربوں کا نبی آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا ان لوگوں نے اس کی

اوپر نیچے اچھل رہا تھا یہ ترجمہ کیا گیا لیکن آپ عربی میں دیکھ سکتے ہیں کیا لکھا ہے۔ عربی میں جو الفاظ ہیں ان میں آسمان اور زمین کے الفاظ موجود ہیں۔ ہم عربی کے الفاظ کیساتھ لفظ بہ لفظ ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس سے آپ علمائے الدجّال کے دجل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

" ینزو فیما بین السماء والارض"

ینزو کر رہا تھا وہ درمیان آسمان اور زمین کے۔

نزو عربی میں کس کو کہتے ہیں ویسے تو آگے چل کر الدابۃ الارض کے موضوع پر اس کی وضاحت آئے گی لیکن یہاں ہم مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔ عربی میں نزو کہتے ہیں کسی جانور کا جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ جانور پر سوار ہونے کو۔ جیسے گدھا یا گھوڑا جب جنسی حاجت پوری کرتے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر واپس نیچے اتر آتے ہیں۔ اسی طرح کچھ جانور دوڑتے ہوئے نہیں آتے بلکہ اپنی جگہ سے اچانک اگلا حصہ اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتے ہیں۔

وہ نزو کر رہا تھا آسمان اور زمین کے درمیان یعنی وہ دوڑتا ہوا آتا تھا اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان میں چڑھ جاتا تھا اور اسی طرح واپس زمین پر اتر آتا تھا اور اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھ کر آسمان میں چڑھ جاتا تھا اور اسی طرح واپس نیچے زمین پر اتر آتا تھا۔

اب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمیم داری نے کیا دیکھا تھا جس کا انہوں نے ذکر کیا۔

آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جسے آپ جہاز اور ہیلی کاپٹر کہتے ہیں لیکن محمد علیہ السلام نے اور قرآن میں اللہ نے اسے الدابۃ الارض کہا بالکل اسی طرح آسمان اور زمین کے درمیان نزو کرتا ہے یعنی دوڑتا ہوا آتا ہے اور اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھا کر اچانک آسمان میں چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس زمین پر اتر آتا ہے اور جسے آپ ہیلی کاپٹر کہتے ہیں وہ اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھتا ہے اور آسمان میں چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتا ہے۔

ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھیں۔

جن لوگوں نے یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان کو تو تصاویر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور نہ ہی انہیں اسے سمجھنے میں کوئی مشکل ہوسکتی ہے اور جنہوں نے ایسے مناظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تو وہ یوٹیوب وغیرہ سے جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کی ٹیک آف اور لینڈنگ کی ویڈیوز ضرور دیکھیں۔

اور اب علمائے الدجّال کے تراجم کو دیکھیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ ان لوگوں نے علماء کے نام پر امام الدجّال ہونے کا ثبوت دیا یا نہیں؟ یہ لوگ الدجّال کے لیے ڈھال بنے یا نہیں؟ انہوں نے الدجّال پر پردہ ڈال کر اسے نظروں سے اوجھل کیا یا نہیں؟ الدجّال نے ان کی آڑ لیکر پوری دنیا کے انسانوں کو اپنا عباد بنالیا یا نہیں؟ جب جانور جنسی ملاپ کرتے ہیں تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ جانور اچھل کود کر رہے ہیں؟

اکثریت ان کو یہ سمجھتی رہی کہ یہ علماء ہیں لیکن حقیقت کیا نکلی؟ یہ علماء نہیں بلکہ جہلاء ہیں لیکن انہوں نے علماء ہونے کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اسی کو تو دجّال کہتے ہیں کہ کسی شئے کی اصل حقیقت کو چھپا کر جو وہ نہیں وہ دیکھا دینا یا ثابت کر دینا۔ یہ جہلاء علماء کے لبادے میں الدجّال کے امام ہیں جن کا پیچھے تفصیل کیساتھ ذکر گزر چکا۔ اسی طرح وہ تمام انسان جو آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کے لیے نقصان دہ تباہ کن اشیاء کو مفید ثابت کرتے اور بنا کر پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب دجّال ہیں اور الدجّال کے امام ہیں۔ ایسے دجّال شروع سے رہے اور الساعت کے قیام تک آتے رہیں گے لیکن الدجّال اکبر انسان کی خلق کردہ وہ مخلوقات یعنی ٹیکنالوجی ہے انسان کی وہ ایجادات ہیں جن کے سبب پچھلی چھ قوموں پر عظیم تباہیاں مسلط ہوئیں کہ وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جس سے ایک بار ذی القرنین سلیمان علیہ السلام نے پوری دنیا کو پاک کیا اور جس سے اب زلزلے، سیلاب، طوفان، بیماریاں، تباہیاں وفساد برپا ہے اور اسی کی وجہ سے الساعت آئے گی جو کہ بالکل سر پر آچکی یعنی عظیم ایسا زلزلہ آئے گا جس سے زمین پر حیات کا ایک بار خاتمہ ہوجائے گا جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے عربی متن میں واضح آسمان اور زمین کے الفاظ ہونے کے باوجود کیوں چھپائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جب لفظ الدیر کا ترجمہ، غار، گرجا یا مندر کر دیا اور پھر اس میں الدجّال کو ایک مخصوص شخص انسان بنا کر لوہے کی زنجیروں سے سختی کیساتھ جکڑ دیا تو انہوں نے دیکھا اب اگر یہاں اصل متن کے مطابق ترجمہ یعنی معنی کیا جائے گا تو درجنوں نا قابل حل سوالات پیدا ہوں گے کہ جب ایک شخص غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑا ہوا ہے تو پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایسے دوڑتے ہوئے کیسے چڑھ سکتا ہے یعنی وہ آسمان اور زمین کے درمیان نزو کیسے کر سکتا ہے؟ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غار کی چھت کہاں گئی؟ اگر یہ اصل ترجمہ کر دیتے تو یہ ایسے کسی سوال کا جواب نہ دے پاتے جس سے ان کے باطل وبے بنیاد عقائد ونظریات پر کاری ضرب پڑتی ان کی حقیقت چاک ہوجاتی جس وجہ سے انہوں نے دجل کو اختیار کیا اور یہی وہ وجہ ہے جو یہ علماء کے نام پر دجالون کذابون دن رات شور مچاتے ہیں کہ خود سے غور وفکر نہیں کرنا بلکہ جیسے سلف صالحین نے سمجھا بس ویسے ہی سمجھنا ہے اور سلف صالحین کے نام پر لوگوں کو اندھوں کی طرح اپنے اور اپنے آباؤاجداد کے پیچھے چلاتے آئے ہیں۔ دن رات یہ اسی پر زور لگاتے ہیں کہ عقل نہیں نقل سے کام لو یعنی خود سے غور وفکر نہیں کرو ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے بلکہ جو کچھ پہلوں نے لکھا اسی سے کام چلاؤ آنکھیں بند کر کے۔

اب آتے ہیں اس طرف کہ جو اندر انسان دیکھا اس کے مختلف حلیے بیان ہوئے ہیں جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ	گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا
إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا	اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی
مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ	سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ
وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ	بندھے ہوئے تھے......" اور حدیث بیان کی...... اس

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

اب سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب لفظ انسان آیا تو انہوں نے اس سے مراد فرد واحد لے لیا حالانکہ یہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ اگر انسان کے معنی ایک فرد واحد کے ہیں تو پھر آپ قرآن کی درج ذیل آیات کو دیکھیں۔

وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا. النساء ۲۸

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ. ابراھیم ۳۴

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ. الحجر ۲۶

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا. الاسراء ۱۱

اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا. الاسراء ۵۳

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ. الرحمٰن ۳

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍ. العصر ۲

اب میرا آپ سے اور ان علمائے الدجّال جو کہ امام الدجّال ہیں سے سوال ہے کہ قرآن کے ان تمام مقامات پر لفظ انسان کے فرد واحد کے معنی ثابت کر کے دکھائیں؟ انسان کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اس جملے ''انسان'' کو سمجھ لیں۔ قرآن میں اللہ نے کسی بھی رسول کو انسان نہیں کہا اور قرآن میں اللہ نے کہا ہے کہ انسان خسارے میں ہے آخر ایسا کیوں؟

لفظ انسان کا مادہ ''ن س یعنی نس'' ہے جس کے معنی ایسے بھول جانے کے ہیں گویا کہ شئے کا وجود ہی نہ ہو اور انسان کہتے ہیں جس کو اس کی اپنی حقیقت اس کا اپنا وجود اس کا اپنا ماضی ایسے بھلا دیا گیا جیسے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں۔ مثلاً اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے اپنے جنم سے لیکر دو سال کی عمر تک یا تین سال کی عمر تک کیا کیا تو کیا آپ کو کچھ یاد ہے؟

یقیناً نہیں۔ آپ ایسے بھول چکے ہیں جیسے کہ زندگی میں ایسا وقت آیا ہی نہیں لیکن آپ اس کو جھٹلا نہیں سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے بچہ پیدا ہوتا اور اسی طرح پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ اپنے آپ میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی دیکھ رہے ہیں کہ پہلے آپ چھوٹے تھے پھر جوانی کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ بڑھاپے کی طرف جا رہے ہیں یعنی آپ مشاہدہ کر رہے ہیں جس وجہ سے آپ کو یقین ہے کہ آپ پر بھی ایسا وقت آیا لیکن آپ بھول چکے ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ اس بشری جسم کی صورت میں وجود میں آنے سے پہلے کیا تھے؟ آپ کا اصل وجود کیا ہے؟ آپ کا اول و آخر کیا ہے؟ یہ سب بھلا دیا گیا اس وجہ سے انسان کہا جاتا ہے اور قرآن میں اللہ نے اسی بھلائے ہوئے کو یاد کرنے کے لیے ہی بار بار آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ قرآن میں اللہ نے بہت سے مقامات پر ذکر کا حکم دیا مگر انہی علمائے الدجّال نے ذکر کا مطلب ورد و ظیفے اور رٹے بنا دیا حالانکہ عربی میں ذکر کہتے ہیں کسی بھولی ہوئی بات یا شئے کو یاد کرنا اور بھولی ہوئی بات کو یاد کرنے کے لیے دل و دماغ پر بوجھ ڈالنا پڑتا ہے جو بھول چکے اس سے متعلقہ اشیاء میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں وہ ذکر کر لیتے ہیں یعنی ان کو جو کچھ بھلایا گیا وہ یاد آ جاتا ہے یوں وہ اس پر عمل کر کے انسان نہیں رہتے ہیں اور فلاح پانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور جو غور و فکر نہیں کرتے ان کو ذکر یعنی کچھ بھی یاد نہیں آتا اور وہ انسان کے انسان یعنی بھولے ہوئے ہی رہ جاتے ہیں اور خسارے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

جب ایک انسان غور و فکر کرتا ہے تو جو اسے بھلا دیا گیا اسے یاد آ جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ اپنی حقیقت کو پالیتا ہے یوں جب اس پر اپنی حقیقت واضح ہو جاتی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اس کے لیے جہنم کی آگ سے بھی سخت ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں رہتی اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ جو بشری جسم اس کے پاس ہے یہ اس کی حقیقت نہیں ہے یہ تو ایک آزمائشی ٹول بطور امانت دیا گیا تاکہ یہ خود ہی جان لے کہ آیا اس نے امانت کا حق ادا کیا یا اس میں خیانت کی اور اس پر حقیقت واضح ہو جائے۔ اس وجہ سے اللہ نے کسی رسول کو انسان نہیں کہا بلکہ بشر کہا۔

اس کے برعکس جو غور و فکر نہیں کرتے جس سے ذکر نہیں ہوتا یعنی جو نہیں بھلا دیا گیا ان کی حقیقت اس کو نہیں پا لیتے تو ایسے اسی بشری مادی جسم کو ہی اپنی حقیقت سمجھ کر کے دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں دن بہ دن بڑھتے چلے جاتے ہیں پہلے تو وہ ایک عام انسان تھے لیکن ایسا کرنے سے انسان کو جو کچھ تھوڑا بہت اپنی

حقیقت کا علم ہوتا ہے وہ بھی بھول جاتا ہے اور دنیا کی زندگی کے لیے ہی کوشش کرتا ہے ایسا انسان اعظم انسان کہلاتا ہے۔ آج پوری دنیا میں اکثریت ایسے انسانوں کی ہی ہے جو اعظم انسان ہیں۔

اعظم جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ا اور عظم'' کا مجموعہ ہے۔ الف جب بھی کسی جملے کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو نہ صرف اسے سوالیہ بنا دیتا ہے بلکہ آگے اسی سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ ہے ''عظم'' جو کہ عربی میں ہڈی کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہڈی میں وہ خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں جنہیں عظم کہا جاتا ہے جس وجہ سے ہڈی کو بھی عظم کہا جاتا ہے اور اگر یہی خصوصیات وصفات کسی اور میں پائی جائیں تو جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہا جائے گا۔ ہڈی میں قوت سختی اور مضبوطی پائی جاتی ہے اور ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے تمام ہڈی نکال لی جائے تو جسم بے وقعت و بے حیثیت ہو جاتا ہے بالکل یہی خصوصیات وصفات جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہتے ہیں یعنی وہ کیا ہے جس میں ایسی خصوصیات و صفات پائی جاتی ہیں جس میں بھی ایسی خصوصیات وصفات پائی جاتی ہوں جس کی بھی ایسی اہمیت وحیثیت ہو اسے اعظم کہتے ہیں۔

اعظم انسان کہتے ہیں ایسے انسان جو غیر معمولی قوت، طاقت، سختی اور مضبوطی کے حامل ہوں اگر ان انسانوں کو نکال دیا جائے تو پیچھے باقی انسانوں کی اہمیت و حیثیت بالکل ایسی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال لیے جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے اسی طرح اعظم انسان یعنی ایسے بھولے ہوئے کہ اگر ان بھولے ہوؤں کو نکال دیا جائے تو پیچھے جو انسان یعنی بھولے ہوئے بچیں گے ان کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہے گی۔ ایسے اعظم انسان یعنی جو سب سے بڑے بھولے ہوئے ہوتے ہیں جن کو علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کی حقیقت کیا ہے وہ دنیا میں کیوں اور کس مقصد کے لیے بھیجے گئے تو وہ شیاطین کے اولیاء یعنی شیاطین کے مشن میں ان کے معاونت کار بن جاتے ہیں۔ شیاطین کا مشن ہے کہ جو زمین میں ہے اس کو مزین کر دینا تو ایسے اعظم انسان پھر وہی اعمال کرتے ہیں جن سے شیاطین کے مشن کی تکمیل ہوتی ہے یعنی وہ جو زمین میں اللہ نے رکھا اس کو نکال کر مزین کرتے ہیں اور اسی کے پیچھے بھاگتے ہیں اسی کو حاصل کرنا ہی ان کا دنیا میں موجودگی کا مقصد بن جاتا ہے اور اس کے برعکس اللہ کے ہر رسول نے یہ کہا کہ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

اب آپ سے سوال ہے کہ اگر آپ کسی کو اپنے خفیہ قیمتی ترین خزانوں کی چابیاں دیتے ہیں تو کیوں دیں گے؟ کیا ان کی حفاظت کے لیے دیں گے یا پھر لوٹ مار کروانے کے لیے؟

تو جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے حفاظت کے لیے۔ اللہ کے رسول زمین کے خزانوں کی حفاظت کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور ان کے مقابلے پر اللہ کے دشمن مجرمین شیاطین کا مشن و مقصد زمین کے خزانوں کو نکال کر دنیا کو مزین کرنا ہوتا ہے جس کے لیے وہ اپنے جیسے انسانوں کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں استعمال کرنے کے لیے ان سے معاونت حاصل کرنے کے لیے انہیں اسی دنیاوی مال ومتاع کے دھوکے کا شکار کرتے ہیں اور بدلے میں انسان مجرمین کے معاونین بن کر انہی کے مقصد ومشن کو پورا کرتے ہیں۔

اب آپ اپنے ارد گرد نگاہ دوڑائیں اور اپنے گریبان میں جھانکیں آپ کس کے ولی یعنی مشن میں معاونت کار بنے ہوئے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے یا پھر مجرمین شیاطین کے؟ حق سمجھنے کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

روایت میں اعظم انسان کا جو ترجمہ ان علمائے الدجال اور امام الدجّال نے بہت بڑا، دیو قامت، بڑا جسیم، اونچا لمبا، بہت قوت والا زور آور انسان کے کیے جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص شخص ہے۔ ان سے میرا بھی سوال ہے اور آپ بھی سوال کیجیے کہ یہ ترجمہ انہوں نے کیسے کر لیا؟

ان میں اکثریت آپ کو ایسی ملے گی جو اپنے اماموں کو بھی اعظم قرار دیتی ہے جیسے امام اعظم ابو حنیفہ۔ ان سے سوال کریں کہ جب ابو حنیفہ بھی امام اعظم ہے تو یہاں اعظم کا ترجمہ کیا وہی لیا جا سکتا ہے جو اس روایت میں لیتے ہو؟

جیسے امام اعظم احمد رضا خان بریلوی اور اسی طرح ایک مکتبہ فکر جن کے نزدیک باقی سب کافر ومشرک ہیں سوائے اس کے جو ان کے عقائد ونظریات کی آنکھیں بند کر کے اور منہ پر پٹی باندھ کر تائید وتصدیق کرتے ہوئے تسلیم نہ کرے۔ اس مکتبہ فکر کے کے فرقے کے نزدیک صرف زبان کے الفاظ کی حد تک محض سادہ عوام کو اپنے فرقے کے جال میں جکڑنے کے لیے امام اعظم محمد علیہ السلام کو کہا جاتا ہے ان سے بھی سوال کریں کہ کیا محمد علیہ السلام کے لیے بھی یہاں اعظم کا

ترجمہ وہی لیا جاسکتا ہے جو اس روایت میں تم لوگ کرتے اور لیتے ہو اور دوسروں پر اسی کو زبردستی تھونپتے ہو؟
اگر یہاں اعظم کا ترجمہ وہ نہیں لیا جاسکتا تو پھر تم لوگوں نے اس روایت میں کیوں ایسا ترجمہ کیا؟ کیا یہ دجل عظیم نہیں ہے؟ کیا یہ دھوکہ نہیں ہے؟ کیا یہ حق کو چھپانا نہیں ہے؟
اعظم کہتے ہیں ایسی شئے کو جس کے بغیر باقی کسی کی کوئی اہمیت وحیثیت ایسے ہو جائے جیسے جسم سے تمام ہڈی نکال لینے سے پیچھے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔ اس دین اس ملت میں اللہ نے امام اعظم ابراہیم علیہ السلام کو بنا دیا اور ان کو جو ابراہیم کیساتھ ہیں وہ جو اللہ کے رسول ہیں جو اپنے اپنے وقت میں دنیا میں موجود ہوتے ہیں ان کے علاوہ کوئی امام اعظم نہیں۔

تمیم داری نے جہاز میں سوار جن انسانوں کو دیکھا ان کو یعنی اس وقت کے انسانوں کو اعظم انسان کہا جو کہ آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ وہ آج کے موجودہ انسان ہیں اور وہ کوئی ایک مخصوص شخص نہیں تھا بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تمام انسانوں کی بات کی گئی ہے آج اس دور کے انسانوں کو اعظم انسان قرار دیا۔ ظاہر ہے جب آپ غور کریں محمد علیہ السلام کی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کہ بالکل سر پر آچکی ہے کے درمیان جتنے بھی انسان آئے ان میں سے کس دور کے کون سے انسان ایسے ہیں جو ان پندرہ سو سالوں کے انسانوں میں وہی اہمیت وحیثیت رکھتے ہیں جو جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے؟ وہ کون ہیں جن کو سختی، مضبوطی اور قوت سب سے بڑھ کر حاصل ہو چکی؟ تو بالکل واضح ہے کہ آج موجودہ دور کے موجودہ انسان ہی اعظم انسان ہیں۔
اور کہا کہ وہ مسلسل اغلال یعنی لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے تھے اور نزو کر رہے تھے آسمان اور زمین کے درمیان۔ آسمان اور زمین کے درمیان نزو کی وضاحت پیچھے کھل کر ہو چکی اب آتے ہیں اس پر کہ لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے تھے یہ کون سے لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ تھے جو اعظم انسان لگائے ہوئے آسمان اور زمین کے درمیان نزو کر رہے تھے؟ اگر آپ نے جہاز کا سفر کیا ہو تو نزو کے وقت یعنی ٹیک آف اور لینڈنگ کے وقت تمام انسان لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ پہنے ہوئے ہوتے ہیں جسے آپ سیٹ بیلٹ کہتے ہیں۔
دوسرے مقام پر انہوں نے اعظم انسان کی بجائے ایک کمزور، کراہنے والا اور شدید شکایات کرنے والے انسان سے ملاقات کا ذکر کیا۔ آج پوری دنیا میں ایئر ایمبولینس چل رہی ہیں کراہتے ہوئے انسانوں کو اسٹیچر پر بیلٹوں سے جکڑا ہوا ہوتا ہے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی الدیر یعنی ہیلی کاپٹر یا جہاز والی ہر طرف سے بند سرنگ میں ڈال کر آسمان اور زمین کے درمیان نزو کیا جاتا ہے۔
اب آپ سے سوال ہے کہ مثال کے طور پر آپ کسی دور دراز گاؤں میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے آپ نے کبھی شہر نہیں دیکھا اور اگر آپ پہلی بار کسی جدید شہر جائیں تو کیا آپ وہاں کوئی ایک ہی شئے دیکھیں گے؟ نہیں بلکہ آپ خوب گھومیں پھریں گے زیادہ سے زیادہ اشیاء کو قریب سے دیکھنے کی چاہت ہوگی اور دیکھیں گے بالکل اسی طرح تمیم داری نے آج موجودہ دور میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب آج سے چودہ صدیاں قبل خواب کی سی صورت میں دیکھا تھا اور آج کے اس موجودہ انسان کو بھی الدجّال قرار دیا۔ اس لیے کہ آج موجودہ انسان بھی سب سے بڑا الدجّال ہے جو انسان کی حقیقت اور اس کے دنیا میں آنے کے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جو انسان کی حقیقت نہیں اسے حقیقت بنا کر دیکھا رہا ہے اور دنیا میں آنے کا جو مقصد نہیں ہے اس کو دنیا میں آنے کا مقصد بتا اور دیکھا رہا ہے۔ اللہ نے پورے قرآن میں بار بار بہت سختی کیساتھ حیات الدنیا یعنی دنیاوی مال ومتاع، دنیاوی زندگی کو ترک کرنے کا حکم دیا اور اس سے حب کرنے سے سختی کیساتھ منع کیا اس دنیاوی زندگی، دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگنے سے روکا لیکن آج یہ انسان ہی ہے جس نے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جس سے اللہ نے روکا اسی کو دنیا میں آنے کا مقصد بنا اور دکھا دیا جس سے آج ہر انسان اس دجل کا شکار ہو کر اسی کے پیچھے رات دن محنت کر رہا ہے اسی کو دنیا میں آنے کا اپنا مقصد سمجھ کر اس کے حصول میں رات دن ایک کیے ہوئے ہے۔ اس لیے یہ اعظم انسان بھی الدجّال ہے اس نے ایجادات کیں ان ایجادات نے ان مشینوں نے اس ٹیکنالوجی نے زمین کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، آسمانوں یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب فساد زدہ کر دیا زمین کو جہنم بننے کی راہ پر ڈال دیا جو عنقریب اسی الدجّال کی وجہ سے مکمل طور پر وہی جہنم بن جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔
پھر جب انہوں نے دابہ سے سوال کیا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں جساسہ کہتے ہیں جاسوسی کے آلے کو۔ آج آپ پوری دنیا میں دیکھ رہے

ہیں یہ دابہ جسے آپ ڈرون جہاز کہتے ہیں پوری دنیا میں ان کے ذریعے جاسوسی کا کام لیا جا رہا ہے۔
یہ سب تمیم داری نے آج سے چودہ صدیاں قبل خواب کی سی صورت میں دیکھا تھا جو کہ الدجّال تھا اور جو سوالات وغیرہ کا ذکر کیا اس کی حقیقت پیچھے بیان کی جا چکی ہے وہ فرضی سوالات تھے اس وقت کے تقاضے کیمطابق۔ اگر اس وقت ساری حقیقت کھول کر بیان کی جاتی تو ایک طرف کسی کے سمجھ میں کچھ نہ آتا اور دوسری طرف اکثریت الدجّال سے بے فکر ہو کر بیٹھ جاتی کہ الدجّال تو ایسی شئے ہے جو ہماری زندگی میں تو آنے والا نہیں اس لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں اور اصلاح کے نام پر اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب اسی فتنہ الدجّال یعنی دنیا کے فتنے کا بہت جلد شکار ہو جاتے یعنی جو الدجّال آج وجود میں آیا یہی آج سے صدیوں پہلے آجاتا۔

الحمدللہ کوشش کی کہ جتنا مختصر اور جامع انداز میں اس واقعہ پر بات کی جا سکتی تھی کی۔ مزید بات بھی کی جا سکتی ہے اور مزید بہت سے سوالات بھی کھڑا کیے جا سکتے ہیں لیکن جب مقصد پورا ہو گیا تو بے مقصد کچھ بھی کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی اس لیے جو اصل مقصد تھا وہ کھل کر سامنے آ گیا کسی بھی لحاظ سے کوئی پریشانی نہیں رہتی اس کے باوجود جو چاہے حق کو تسلیم کرے اور جو چاہے سلف صالحین کے نام پر اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر ہی چلتا رہے جو کچھ ان سے نسل در نسل منتقل ہوا اسی کو تھامے رکھے۔ میرے ذمہ تو صرف کھول کھول کر پہنچا دینا تھا جو میں اپنی ذمہ داری پوری کر چکا۔
محمد رسول اللہ علیہ السلام نے بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس نے جیسے اولین میں اپنا رسول بعث کیا ہے بالکل عین اسی طرح اس امت اس قوم کے آخرین میں بھی اپنا رسول بعث کرے گا جو کہ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور ان کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ واحد ایسی شخصیت ہوں گے جنہیں الدجّال کے قتل پر مسلط کیا جائے گا۔
الدجّال پر صرف اور صرف ایک ہی شخص کو مسلط کیا جائے گا جو اس کا باب لد سے ادراک کر کے قتل کر دے گا وہی عیسیٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور کہا کہ انہیں پہچان لینا یعنی یہ ان کی آسان ترین پہچان ہوگی۔
اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج تک وہ لوگ جنہوں نے اس کا علم ہونے کے باوجود الدجّال پر مسلط ہونے کی کوشش کی یعنی لوگوں پر واضح کرنے کی کوشش کی انہیں بتانے کی کوشش کی کہ الدجّال کیا ہے جس کے لیے انہوں نے خطابات کیے، لیکچرز دیئے، تقاریر کیں، کتابیں لکھیں یا پھر کسی بھی صورت لوگوں کی یہ راہنمائی کی کہ الدجّال کیا ہے تو ایسے تمام کے تمام لوگوں نے ہر ایک گویا کہ اپنے عمل سے یہ دعویٰ کیا کہ وہی عیسیٰ اللہ کا رسول ہے جس کی بعثت کا اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔
حالانکہ ان کو واضح علم تھا کہ الدجّال کے قتل پر یعنی انسان جس کا ایک ہی پہلو دیکھتے ہوئے اس کے دجل کا شکار ہو کر اسے اپنا ربّ بنا لیں گے اس کا دوسرا رخ کیا ہے اس کا دوسرا پہلو اس کی اصل حقیقت یعنی الدجّال کیا ہے اسے عیسیٰ اللہ کا رسول ہی چاک کرے گا۔ اب جبکہ ان لوگوں نے اس بات کا علم ہونے کے باوجود ایسا کیا تو ظاہر ہے یہ نہ صرف خود گمراہ تھے بلکہ انہوں نے اپنے ساتھ اکثریت کو بھی گمراہ کر دیا۔
ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اللہ کے شریک بننے کی بجائے مجرمین بننے کی بجائے پہلے حق کی تلاش کرتے جب انہیں حق مل جاتا تب یہ لوگوں کی راہنمائی کے دعویدار بنتے لیکن ان لوگوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے نہ صرف اپنے لیے خسارے کا سودا کیا بلکہ اکثریت کو بھی اپنے پیچھے آگ کا ایندھن بنا ڈالا۔ ان کو چاہیے تھا کہ یہ لوگوں پر واضح کرتے کہ انتظار کرو اور دیکھو کیا کوئی ایسی شخصیت ہے جو الدجّال کو کھول کھول کر واضح کر دے؟ اگر نہیں تو جیسے ہی ایسی شخصیت سامنے آئے تو جان لینا وہ احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جن کی بعثت کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے جنہیں اس امت اس قوم کے آخرین میں بعث کیا جانا تھا یوں نہ صرف یہ خود دنیا و آخرت میں فلاح پا جاتے بلکہ اکثریت ان کی وجہ سے فلاح پا جاتی جو کہ انہوں نے نہیں کیا بلکہ انہوں نے الٹا لوگوں کی ایسی ذہن سازی کی کہ لوگوں کو احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بنا دیا، اللہ کے رسول عیسیٰ کی بعثت ہو تو اکثریت ان کیساتھ دشمنی کرے ان کو پہچان کر ان کی اطاعت و اتباع کر کے کامیابی کی بجائے الٹا ان کیساتھ دشمنی کریں ان کو قتل تک کرنے کی کوشش سے بھی گریز نہ کریں یوں ان مجرمین نے اللہ کے غضب کا سودا کیا۔

کیا نظام الدجّال ہے؟

بعض لوگوں کا الدجّال کے بارے میں نظریہ ہے کہ نظام ہی الدجّال ہے۔ الدجّال کے حوالے سے یہ نظریہ بھی درست نہیں ہے وہ اس طرح کہ اگر نظام ہی الدجّال ہوتا تو کیا اس سے پہلے دنیا میں صرف ایک ہی نظام قائم تھا اور قائم رہا جس کے مقابلے پر آج ایک دوسرا نظام قائم ہو گیا؟ کیونکہ اس الدجّال کو قرب قیام الساعت آنا تھا اور اسی الدجّال ہی کی وجہ سے الساعت آئے گی یعنی ایک عظیم زلزلہ ایسا زلزلہ کہ اگر اسے زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنے بھی زلزلے وتباہیاں ہیں ان کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دی جائے تو پیچھے جسم کی جو اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔اس عظیم زلزلے میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا اس کے بعد زمین پر حیات کا خاتمہ ہو جائے گا اور اگر نظام کو ہی الدجّال قرار دیں تو پھر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ قریب کی ہی تاریخ کو اگر دیکھا جائے یعنی اگر محمد علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے ہی دیکھ لیا جائے تو دنیا میں ان کی بعثت سے پہلے بھی الاسلام کے علاوہ اور نظام قائم تھے اور پھر بعثت کے بعد بھی جہاں الاسلام قائم نہیں تھا وہاں آج تک الاسلام کے علاوہ دوسرے نظام قائم تھے اور قائم ہیں اس لیے اگر نظام ہی الدجّال ہے تو پھر وہ تو شروع سے ہی موجود ہے یوں قرب قیام الساعت آنے والے الدجّال کے حوالے سے ہر بات بے بنیاد ہو جاتی ہے۔

اور جو دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نظام الدجّال ہے اس کو ہٹا کر جسے آپ اسلام کا نظام سمجھتے ہیں اسے قائم کر لیں اور ترقی کے نام پر صنعتی انقلاب، ٹیکنالوجی اسی طرح دنیا میں رہے جیسے آج موجود ہے یعنی فرق صرف اتنا ہی سامنے آئے کہ پہلے یہ ٹیکنالوجی کفار کے ہاتھ میں تھی لیکن اب جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں آ گئی تو کیا پھر الدجّال کا تصور ختم ہو جائے گا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو پھر کیا ٹیکنالوجی حلال ہو جائے گی؟

نظام ہی الدجّال ہے تو پھر ٹیکنالوجی یعنی تمام جدید سائنسی ایجادات کو کس کھاتے میں ڈالا جائے گا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو کیا کبھی دنیا میں ایسا ہوا کہ نظام کی وجہ سے وقت سکڑ کر سال مہینوں، مہینے ہفتوں اور ہفتے دنوں کے برابر ہو جائیں؟ اور کیا یہ موجودہ نظام جب قائم ہوا تو کیا تب ایسا ہوا؟ وقت سکڑا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو کیا زمین کے خزانے اسلام کے علاوہ نظام ہی کی وجہ سے نکلے؟ اور اگر ایسا ہے تو پہلے کیوں نہ نکلے کیا پہلے اسلام قائم تھا؟ زمین اسلام کے علاوہ نظام سے اپنی نباتات اگاتی ہے؟ کیا نظام سے ہی بارشیں برسائی جا سکتی ہیں؟

اسی طرح کیا ان تمام روایات کو نظام پر منطبق کیا جا سکتا ہے جو الدجّال کے بارے میں ہیں؟ حالانکہ منطبق کرنا تو سراسر ہے ہی جہالت کیونکہ تاریخ کو منطبق نہیں کیا جاتا اور اس حوالے سے تمام تر روایات تو تاریخ ہے آج کے اس دور کی۔

یہ میرے چند سوالات ان سے ہیں جو نظام کو الدجّال قرار دیتے ہیں اگر وہ مجھے ان چند سوالات کے جوابات دے دیں تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اس حوالے سے ان لاتعداد سوالات کے جوابات مل گئے جو اس حوالے سے میرے سوالات ہیں۔

اسی طرح ان کے علاوہ بھی جو جو نظریات الدجّال کے بارے میں قائم کیے گئے ان کی کسی بھی صورت الکتاب سے تائید نہیں ہوتی مثلاً جیسے کہ مغربی اقوام کو الدجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے یا جو عیسائیوں و یہودیوں کے مذہبی پیشوا ہیں انہیں الدجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے۔

الکتاب تو بالکل واضح اس صنعتی انقلاب کو، فطرت کی ضد مصنوعی مخلوقات کو اس ٹیکنالوجی کو الدجّال قرار دیتی ہے یہ ٹیکنالوجی ہی ہے جس کی وجہ سے انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ آسمانوں و زمین پر اسے دسترس حاصل ہو چکی ہے، وہ قوت میں بہت بڑھ چکا ہے اسے کوئی زوال نہیں، اس سے پہلے تک خود کو محتاج سمجھتا ہے اور جب یہ حاصل ہو جاتی ہے تو غنی سمجھنا شروع ہو جاتا ہے، اس کے اندر سے ڈر خوف بالکل ختم ہو جاتا ہے اور استکبار کرتا ہے یعنی کہ جو میں چاہوں گا وہی ہو گا اور وہی کیا جائے گا یوں وہ اس ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر اللہ کی آیات کا کذب کرتا ہے، ان میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے انہیں ان کے مقامات سے ہٹاتا ہے،

اپنی من مانی تاویلات پہنا کر اللہ کا شریک بن بیٹھتا ہے اور پھر بالآخر ایسا وقت آتا ہے جب اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے ٹیکنالوجی کے ذریعے کیے ہوئے مفسد اعمال کی حقیقت اس پر کھلتی ہے یعنی ٹیکنالوجی کیساتھ جو فساد اس نے آسمانوں اور زمین میں کیا ہوتا ہے اس کا ردِعمل جب اس کے سامنے آتا ہے تو بے بس ہو جاتا ہے اس کا نام نشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔

اسی الدجّال یعنی ٹیکنالوجی سے نوح سمیت ہر رسول نے ڈرایا اور متنبہ کیا کہ تم یہ جو زمین کے اندر اور زمین کے گرد اللہ کی بچھائی ہوئی سات تہوں جنہیں سات آسمان کہا میں فساد کر رہے ہو رک جاؤ ورنہ عظیم عذاب یعنی اپنے ہاتھوں سے کیے جانے والے ان مفسد اعمال کے ایسے ردِاعمال جو تمہارے لیے تمہاری سزا ہوں گے ایسا شکار ہو جاؤ گے کہ تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ تمہارے انہی مفسد اعمال کی وجہ سے جو تم ترقی کے نام پر ٹیکنالوجی، ان مشینوں کے دجل کا شکار ہو کر کر رہے ہو بادلوں کا نظام بگڑ جائے گا، موسموں کا نظام بگڑ جائے گا، زمین کا نظام بگڑ جائے گا، آسمانوں میں وضع کردہ میزان بگڑ کر زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں، زمین کا دھنسنا، بیماریاں، آپس میں تفرقہ ودشمنی، جنگ وجدل، قتل وغارت سمیت طرح طرح کی ہلاکتیں تم پر ہر طرف سے مسلط ہو جائیں گی تب معاملہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا، اللہ کے رسولوں نے حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے باوجود وہ نہ مانے اور اپنی اسی روش پر قائم رہے اور پھر بالآخر وہی ہوا کہ جسے وہ اپنا ربّ بنائے ہوئے تھے جسے اپنے لیے مسیحا سمجھ کر موجیں لوٹ رہے تھے، آسانیوں، سہولتوں، آسائشوں اور ترقی کا نام دے رہے تھے وہ صرف اور صرف الدجّال یعنی ایک عظیم دھوکہ ثابت ہوا اور جو ان کا انجام ہوا قرآن میں اللہ نے اس سے آگاہ کر دیا۔

قوم نوح کے پاس ٹیکنالوجی تھی اسی ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر انہوں نے اللہ کی آیات جو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کی آیات ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لیکن ایک وقت تک تو وہ اس کے ایک ہی رخ سے جو سامنے ہے کی وجہ سے اس دجل کا شکار ہو کر موجیں لوٹتے رہے آسانیوں وآسائشوں کے مزے لوٹتے رہے لیکن جب فساد ظاہر ہوا تو ردِعمل کو روکنے کی صلاحیت ان میں نہیں تھی تب وہ مانے اور چیخ چیخ کر ماننے لگے کہ ہاں یہ الدجّال ہے ہم اس کا کفر کرتے ہیں اور جو اصل ربّ ہے یعنی فطرت اس کی طرف پلٹتے ہیں لیکن تب ان کا ماننا انہیں کچھ نفع نہ دیا۔

بالکل ایسا ہی قوم نوح کے علاوہ باقی پانچ قوموں نے بھی کیا اور ان کا انجام اللہ نے قرآن میں بیان کر دیا ان کے پاس بھی یہی ٹیکنالوجی تھی جس کے ساتھ انہوں نے فسادِ عظیم برپا کیا اور آج دنیا میں آباد موجودہ لوگ یعنی آپ بھی بالکل انہیں گزشتہ چھ قوموں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی کی سنت پر چلتے ہوئے آج اس مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ جہاں سے اب واپسی ناممکن ہو چکی ہے آج آپ کے ترقی کے نام پر آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے میں کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردِاعمال نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہوا ہے جن پر قابو پانا آج انسان کے بس سے باہر ہو چکا ہے لہٰذا اب ایک ہی صورت بچی ہے کہ اپنے کیے کا مزہ چکھو اور گزشتہ ہلاک شدہ اقوام پر آنے والے اس عظیم عذاب کا انتظار کرو جس نے ان کا نام ونشان مٹا دیا جو تمہارا نام ونشان بھی مٹا کر رکھ دے گا جو بالکل تمہارے سر پر کھڑا ہے۔

یہ سب اسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہوا یہی وہ الدجّال ہے جس سے محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل آگاہ کر دیا تھا اسی سے نوح علیہ السلام سمیت باقی رسولوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا یا متنبہ کیا۔

پورے کا پورا قرآن اسی ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کو ہی الدجّال قرار دیتا ہے اس ٹیکنالوجی سے ہی انسان خود کو خود کفیل سمجھتا ہے وہ اللہ کی محتاجی سے باہر آ جاتا ہے وہ تمام کام جو اللہ نے اپنے ذمے لیے ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ کا محتاج رہتا ہے وہ تمام کام خود کرتا ہے اللہ پر توکل کرنے کی بجائے ٹیکنالوجی پر توکل کرتا ہے۔

خوراک ہو، صفائی کا سامان ہو، رہائش ہو، سفر کے ذرائع ہوں یا کوئی بھی ایسا کام جس کے لیے وہ ٹیکنالوجی کے وجود سے پہلے صرف اور صرف اللہ پر یعنی فطرت کا ہی محتاج ہوتا ہے اور اسی پر توکل کرتا ہے لیکن جیسے ہی یہ ٹیکنالوجی یعنی وہ قوت حاصل ہوگئی جس کیساتھ وہ کام جو اللہ کے کرنے والے ہیں انسان خود کرنے کی استطاعت حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ پر توکل نہیں کرتا وہ اللہ کا محتاج نہیں رہتا بلکہ پھر وہ خود کو خود کفیل سمجھتا ہے۔ جب وہ اللہ کے کرنے والے کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو آسمانوں اور زمین میں فسادِ عظیم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خالق اللہ ہے اس لیے صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو کیسے خلق کیا، کیسے آسمانوں وزمین کا نظام چلایا جا سکتا ہے۔ کس کس مخلوق کا کس کس کیساتھ تعلق ہے، کوئی بھی کام کیسے کرنا ہے اور وہ احسن طریقے سے کرتا

ہے لیکن جب انسان اللہ کے کاموں میں شریک ہوتا ہے تو آسمانوں اور زمین میں فساد ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کا مکمل علم نہیں۔

پھر جتنی بھی روایات ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ہے جو آج اس موجودہ دور کی تاریخ نہ ہو جس سے رائی برابر بھی کسی شک وشبے کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور واضح ہو جاتا ہے کہ محمد علیہ السلام نے اسی ٹیکنالوجی کو الدجّال کہا اور آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس کی تاریخ بیان کر دی۔ جب انسان آج کے دور آج کے امور کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تب اس کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا کہ جب تک اس کا ظہور نہیں ہو جاتا الدجّال کا ظہور نہیں ہو جاتا تب تک ان الفاظ کو سمجھنا ناممکن تھا بغیر مشاہدے کے کوئی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیتا وہ ان الفاظ کو نہیں جان سکتا تھا اور یہی وہ وجہ ہے کہ جن جن لوگوں نے ان روایات کے اپنے مشاہدات کی بنیاد پر اپنی عقل کے مطابق تراجم وتفاسیر کیے انہوں نے نہ صرف خود اپنے لیے ہلاکت کا سودا کیا بلکہ طرح طرح کے من گھڑت اور دیومالائی عقائد ونظریات کو وجود دیکر اپنے جیسی اکثریت کو بھی گمراہ کر دیا۔

الدجّال کو یعنی اس ٹیکنالوجی جدید سائنسی ایجادات جو کچھ بھی آج فطرت کی ضد موجود ہے اس کے خالق کو اللہ نے قرآن میں یاجوج اور ماجوج کو قرار دیا ہے۔ اگر دنیا کے کسی خطے میں ٹیکنالوجی کے بجائے اللہ پر توکل کیا جائے تو ٹیکنالوجی پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر انسانوں پر اس کا دوسرا پہلو جو ان سے پوشیدہ ہے بالکل کھل کر واضح ہو جائے جس وجہ سے وہ اس کے دجل کا شکار ہو کر اسے اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں یعنی اپنی تمام تر ضروریات کے لیے اس پر انحصار کر رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کی بجائے اللہ پر توکل کرنے والوں یعنی فطرت پر توکل کرنے والوں کو بیماریاں نہیں ہوں گی، زندگیاں لمبی ہوں گی، زندگیاں انتہائی آسان ہوں گی، خوشحال ہوں گے، کوئی تباہی نہیں آئے گی، نہ زلزلہ، نہ طوفان، نہ سیلاب، نہ بے وقت بارشیں، خوراک خالص ہو گی جس سے وجود میں آنے والے لوگ ذہین اور سوچنے سمجھنے والے ہوں گے، مخلوق کی بجائے اللہ کے غلام ہوں گے جو کہ اصل آزادی ہے اور ان کے برعکس اللہ کی بجائے الدجّال یعنی ہر معاملے میں ٹیکنالوجی پر توکل کرنے والوں میں لاتعداد بیماریاں، مصیبتیں، تکالیف، ہر سطح پر تباہیاں، آب وہوا زہریلی، انسان انسانوں کے غلام، رشتے ناطے کھوکھلے، فریب عام، موسموں میں تغیر وتبدل، زلزلے، آندھیاں سمیت لاتعداد خامیاں ہوں گی، کہیں مختلف اقسام کی بلوں کی فکر تو کہیں سرمایہ داروں کا خوف یوں الدجّال یعنی ٹیکنالوجی اس جدیدیت اس فطرت کی ضد پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر اس کی حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ واقعتاً الدجّال ہی ہے۔

یہی وہ وجہ ہے کہ مجرمین شیاطین نہیں چاہتے کہ دنیا میں کہیں بھی فطرت ہو فطرت پر انحصار کیا جائے اور اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو اسے مجرمین شیاطین جو کہ سرمایہ داروں کا ٹولہ ہے جو آج دنیا پر مسلط ہو چکا ہے بڑی بڑی کمپنیوں، انڈسٹریوں کے مالکان اسے اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور اس لیے اس خطرے کا پہلے ہی سدباب کیا جانا ضروری سمجھ کر پوری کی پوری قوم کے پاس الدجّال یعنی ٹیکنالوجی کو ربّ بنانے اس پر انحصار کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہاں یہ لوگ خوب پیسے کا استعمال کر کے وہاں کے لوگوں کو بھی ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار کرتے ہیں کہ اللہ یعنی فطرت کی بجائے ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بناؤ اپنی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسی پر انحصار کرو۔ تو جو ایمان لے آتے ہیں ان پر الدجّال یعنی اس ٹیکنالوجی کی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں ٹیکنالوجی سے بارشیں، ٹیکنالوجی سے اگایا جاتا ہے، وقت کم سے کم اور پیداوار زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاتی ہیں، ٹیکنالوجی سے سفر کے ذرائع آرام دہ اور تیز رفتار ہوتے ہیں، رہنے کے لیے گھر اسی ٹیکنالوجی سے طرح طرح کی سہولتوں، آسائشوں سے مزین، عالی شان محلات، نرم گرم گدوں والے، تزین وآرائش والے، سہولتیں ہی سہولتیں، آسائشیں ہی آسائشیں یعنی جو الدجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ تسلیم کر لیتے ہیں تو ان پر الدجّال کے انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں اور جو اسے اپنا ربّ تسلیم نہیں کرتے اور فطرت پر ہی انحصار کرتے ہیں اللہ ہی کو اپنا ربّ بناتے ہیں تو پھر دنیا پر مسلط سرمایہ دار طبقہ ان کے لیے دنیا کو ہی جہنم بنا دیتا ہے ان پر زمین تنگ کر دی جاتی ہے ان کے لیے یہ زمین جہنم کا منظر پیش کرتی ہے۔

ذرا غور کریں کہ جب اس الدجّال اکبر کا وجود نہیں تھا تب کے مقابلے میں آج جب ٹیکنالوجی کا وجود ہے دنیا کا تقابل کریں تو آج دنیا کیسی نظر آتی ہے؟ ماضی کے مقابلے میں آج دنیا بظاہر جنت نظر آتی ہے اور ٹیکنالوجی کے بغیر دنیا پتھر کے دور میں جہنم نظر آتی ہے۔

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس الدجال کی جنت میں رہنے والوں سے پوچھیں تو ہر کوئی بے چینی وبے سکونی کی کیفیت میں مبتلا ہو گا اور ان کے برعکس الدجّال کی

جہنم جنگلوں اور پہاڑوں وغیرہ میں فطرت پر رہنے والوں کی زندگیاں پرسکون اور بے فکری سے بھرپور ہوں گی۔ یوں الدجّال کی جنت نہ صرف آخرت میں حقیقی جہنم ہوگی بلکہ دنیا میں بھی یہ دجل کی جنت ہے نہ کہ حقیقی جنت۔ یہ حقیقت میں دنیا میں بھی جہنم ہے جو دور سے تو بھلی نظر آتی ہے انسان اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے لیکن جو اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ بے بس ولاچار ہوجاتا ہے آپ کسی بھی ایسے انسان سے پوچھ لیجئے جو ایسے جدید معاشروں میں مقیم ہے تو آپ پر واضح ہوجائے گا کہ وہ جنت میں رہ رہا ہے یا پھر اس کی زندگی بے چینی و بے سکونی سے بھری ہوئی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی نظام، دین، مذہب یا نظریہ وغیرہ الدجّال یعنی اس ٹیکنالوجی کے وجود کے لیے خطرہ نہیں ہے سوائے الاسلام کے اور الاسلام سے مراد قطعاً کوئی مذہب نہیں جسے دنیا اسلام کے نام سے جانتی، سمجھتی اور کہتی ہے بلکہ الاسلام کیا ہے اس پر پیچھے بات کی جاچکی کہ الاسلام وہ طریقہ وہ فارمولہ جس پر قائم ہونے سے جس پر چلنے سے جسے اپنانے سے آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں سلم آجائے یعنی پرفیکشن آجائے کہیں کوئی خامی، خرابی یا نقص وغیرہ نہ ہو اور اگر پہلے سے انسانوں کے اعمال کی وجہ سے موجود ہو تو وہ بھی دور ہوکر آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب بالکل پرفیکٹ ہو جائے کسی بھی مخلوق کو رائی برابر بھی کسی بھی قسم کے نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور وہ واحد ایک ہی دین ہے ایک ہی فارمولہ ہے فطرت یعنی انسان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے جب اسے دنیا میں لایا گیا تب جو کچھ بھی جیسا تھا ویسا کا ویسا رہنے دیا جائے کہیں کسی بھی مخلوق میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے فطرت پر ہر لحاظ سے توکل کیا جائے بالکل ایسے ہی جیسے ایک نومولود بچہ والدین پر انحصار کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی بھی دین، مذھب، طریقہ، فارمولہ یا نظام وغیرہ ایسا نہیں جو الاسلام ہو خواہ پوری کی پوری دنیا اسے اسلام کہے وہ الاسلام نہیں ہوسکتا۔

کیا محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ الدجّال ایک مخصوص بشر انسان ہوگا؟

آپ جانتے ہیں کہ آج تک اکثریت کے اذہان میں یہ بات عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ الدجّال انسان ہوگا جس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ الدجّال ایک مخصوص شخص ہوگا یعنی ایک مخصوص بشر ہوگا اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایسا محمد علیہ السلام نے کہا تھا۔

ایسے ہی کثیر تعداد میں ایسے انسان بھی ہیں جو حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود یہی کہہ رہے ہیں کہ جی الدجّال تو ایک شخص ہی ہوگا کیونکہ آج تک ہم یہی سنتے آرہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے میری دعوت کو سنا دیکھا ہو بلکہ بغیر میری بات کو سنے دیکھے محض اپنی خواہشات کی اتباع میں جو نسل در نسل آباؤ اجداد سے منتقل ہوا اسی کا ورد کر رہے ہیں۔

کثیر تعداد میں یہ سوال موصول ہوتا چلا آرہا ہے کہ آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں الدجّال ٹیکنالوجی ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ الدجّال ایک شخص ہوگا اس لیے الدجّال ٹیکنالوجی نہیں بلکہ ایک شخص ہے جو مستقبل میں آئے گا۔

اس کے جواب میں اب میرا ایسے تمام کے تمام لوگوں سے سوال ہے کہ کیا محمد علیہ السلام نے کوئی قصے و کہانیاں بیان کی تھیں یا پھر محمد علیہ السلام نے مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا تھا کہ مستقبل میں کیا کچھ ہوگا؟

اگر تو محمد علیہ السلام نے قصے و کہانیاں سنائی تھیں پھر تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے اور اگر قصے و کہانیاں نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا تھا وہ جو کچھ بھی محمد علیہ السلام سے لیکر الساعت کے قیام تک ہونا تھا اس کے بارے میں آگاہ کیا تھا جو کہ حق یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے کوئی قصے و کہانیاں بیان نہیں کیے تھے بلکہ اپنی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا تھا اس کا ذکر کیا تھا اس کے بارے میں آگاہی دی تھی تو پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرا غور کریں آج جو کچھ بھی ہورہا ہے بارشوں کا برسایا جانا، نباتات کا پہلے سے بہت کم وقت میں اور پہلے سے کئی گنا زیادہ اگایا جانا، بیجوں میں تبدیلیاں یہاں تک کہ خود نئے سے نئے بیج تیار کیے جارہے ہیں جن کا پہلے کوئی تصور تک بھی نہیں تھا، آسمانوں میں دور دوسرے سیاروں تک دیکھنے کی صلاحیت، چاند سمیت دوسرے سیاروں پر چلے جانا، زمین کی گہرائیوں میں کیا کیا کتنی کتنی مقدار میں اور کہاں کہاں موجود ہے اس کا علم حاصل ہوجانا، زمین کی گہرائیوں میں دیکھنا، ماں کے پیٹ میں کیا

ہے اس کا علم ہو جانا، ماں کے پیٹ میں دیکھ لینا، پہاڑوں کا پوری دنیا میں سیر کرنا، غیر معمولی بڑے بڑے امور کا وقوع پذیر ہونا، بڑی بڑی ایجادات، انسان کا ہواؤں میں اڑنا، رفتار کا انتہائی تیز رفتار ہو جانا، ہر کام کی رفتار کا غیر معمولی حد تک تیز ہو جانا، وقت کا سکڑ جانا، زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں سمیت طرح طرح کی ہلاکتوں کا آنا، زمین کا دھنسنا، لاوے پھٹنا، طرح طرح کی بیماریوں سمیت تکالیف ومصائب اور ہلاکتوں کا انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لینا، لڑائیاں، تفرقہ، جنگ وجدل، قوموں کا قوموں پر چڑھ دوڑنا، غیر معمولی اسلحے وبارود کا وجود میں آ جانا جس کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، ہزاروں کلومیٹر کی دوری پر ہونے کے باوجود آپس میں ایسے بات کرنا گویا کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں، دنیا میں کسی ایک مقام پر بیٹھ کر معمول کیمطابق آواز میں بولنا اور اس آواز کا تصویر کیساتھ دنیا میں ہر گھر تک پہنچنا، پوری دنیا میں آواز کا سنائی دینا، طرح طرح کی آسائشیں، سہولتیں، آسانیاں وغیرہ کے نام پر غیر معمولی مشینیں، معلومات کا انبار، نشر واشاعت کا سیلاب، موت کا وقت اور وجوہات کا جان لینا، زمین میں کون کون سے عناصر ہیں اور ان عناصر میں کیا خصوصیات وصلاحیتیں پائی جاتی ہیں اس علم کا ظاہر ہو جانا، پہاڑوں میں غیر معمولی وسیع اور سینکڑوں کلومیٹر تک لمبی لمبی سرنگوں کا کھودنا جن میں عالی شان رستوں کا وجود میں آنا، سمندروں میں بڑے بڑے غیر معمولی بحری جہاز، ہواؤں میں اڑتی مشینیں وغیرہ یہ سب کیا ہے؟ اور کیا ان سب کے بارے میں محمد علیہ السلام نے کچھ نہیں بتایا تھا؟ اور اگر بتایا تو پھر ان سب کے بارے میں جو راہنمائی کی تھی جو آگاہی دی تھی وہ سب کا سب مواد کہاں گیا؟ یا پھر حقیقت تو یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے تو اسی سب کے بارے میں آگاہ کیا تھا مگر آپ کے آباؤاجداد نے جب ان سب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا تب محمد علیہ السلام کے ان تمام الفاظ کو اپنی عقلوں ومشاہدات کے مطابق ڈھال دیا۔ جب ان سب امور کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا تب آپ کے آباؤاجداد نے محمد علیہ السلام کے الفاظ کو اپنی عقلوں کے مطابق تراجم وتفاسیر کی صورت میں عام کر دیا پھیلا دیئے جو خود تو گمراہ تھے ہی لیکن ساتھ میں آنے والی اپنی نسلوں کو بھی گمراہ کر دیا۔

آپ سے سوال ہے آپ خود غور کریں اگر آپ آج سے ہزار سال پہلے دنیا میں موجود ہوتے اور اس وقت آپ سے پوچھا جاتا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ دنیا کے ایک کونے پر ایک شخص ہو اور دوسرا دنیا کے دوسرے کونے پر اس کے باوجود وہ دونوں ایسے آپس میں بات کریں کہ جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے اور درمیان میں اربوں لوگ جو موجود ہیں وہ ان کی بات کو نہ سن پائیں تو آپ کیا جواب دیتے خواہ آپ کتنے ہی بڑے عقل مند کیوں نہ ہوتے؟ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے اگر وہ اپنی پیدائش سے لیکر پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جائے اور اس نے آگ کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو آپ اسے دنیا کی جس مرضی زبان میں سمجھانے کی کوشش کر لیں اس کی عقل میں نہیں آئے گا کہ آگ کیا ہوتی ہے اور اس سے جلنا کیا ہوتا ہے اس وقت تک جب تک کہ وہ اس کا مشاہدہ نہیں کر لیتا یعنی آگ کو چھو کر نہیں دیکھ لیتا بالکل ایسے ہی آج سے ہزار سال پہلے آپ اس کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے تھے اور آج آپ کو بتانے تک کی ضرورت نہیں کیونکہ آج آپ مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن تب اگر آپ کو کہا جاتا کہ ایسا ممکن ہے تو آپ ماننے کو تیار ہی نہ ہوتے۔

آج سے ہزار، چودہ سو سال قبل آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ بندہ چلتا جائے چلتا جائے ہمیشہ چلتا ہی رہے مگر کنارہ نہ آئے تو آپ کا جواب ہوتا کہ ایسا ممکن نہیں ہے اور آپ ایسا جواب اس لیے دیتے کیونکہ تب تک آپ کا مشاہدہ یہ تھا کہ کسی کا بھی ایک اول ہوتا ہے اور ایک آخر ہوتا ہے، ابتدا اور انتہاء ہوتی ہے آپ چلیں گے تو بالآخر کنارہ آ جائے گا لیکن اگر آج آپ سے سوال کیا جائے تو آج آپ کا جواب ہوگا کہ ہاں بالکل ممکن ہے کیونکہ آج آپ مشاہدہ کر چکے ہیں زمین گیند کی طرح گول ہے اس پر چلتے جائیں کبھی کنارہ نہیں آئے گا۔

ایسے ہی آج جو کچھ بھی ہے جو بڑی بڑی ایجادات ہیں ذرا غور کریں کیا آج سے ہزار، چودہ سو سال قبل ان کا کوئی تصور تک بھی کر سکتا تھا؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تب ان کے بارے میں تصور کرنا بھی محال تھا تو پھر بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ تب ان کے بارے میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کو آپ کے آباؤاجداد نے کیسے سمجھ لیا؟ اور پھر تراجم وتفاسیر کر کے خود تو گمراہ تھے ہی ساتھ اکثریت کو اور آنے والی نسلوں تک کو گمراہ کر دیا۔

محمد علیہ السلام نے کوئی دیومالائی قصے وکہانیاں بیان نہیں کیے تھے بلکہ محمد علیہ السلام نے تو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ بیان کی تھی آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس سب کے بارے میں بیان کیا تھا جو روایات کی صورت میں جب آپ کے آباؤاجداد تک پہنچا آپ کے ملّاؤں تک پہنچا تو انہوں نے اپنی عقل کو عقل کُل سمجھتے اور قرار دیتے ہوئے تراجم وتفاسیر کر کے اکثریت کو گمراہ کر دیا اور آج اکثریت اندھی ہے جنہیں سب کچھ موجود ہونے کے باوجود بھی دکھائی نہیں دے رہا، اکثریت بہری ہے سب کچھ ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ اب ظاہر ہے جو آنکھوں کے

سامنے موجود ہو اور دکھائی نہ دے کھول کھول کر سنایا جا رہا ہو اور سنائی نہ دے ایسا کیسے ممکن ہے؟ ایک ہی صورت میں ایسا ممکن ہے کہ جو اموات ہیں جو قبروں میں ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے وہ نہیں سن سکتے اس لیے آج اکثریت اموات کی ہے اکثریت ان کی ہے جو قبروں میں ہیں۔

ذرا تصور کریں آج اگر ایسی عظیم تباہی آتی ہے جو کہ بالکل سر پر موجود ہے کہ اس میں یہ سب ٹیکنالوجی خاک ہو جائے انسانوں کی صدیوں پر محیط منصوبہ بندیوں اور محنت کو جلا کر راکھ کر دیا جائے اور دنیا پھر واپس اسی مقام پر چلی جائے جہاں سے انسان نے اس سب کی ابتداء کی تھی تو آج اس دور کے بارے میں اس وقت کے لوگ کیا سوچیں گے اور کہیں گے؟

موجودہ نسل میں سے جو بچ جائیں گے وہ اپنے بچوں کو تو اس ٹیکنالوجی کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا سکیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سب دیکھا مشاہدات کیے لیکن جب یہ نسل ختم ہو جائے گی تو دوسری نسل اپنی اگلی نسل کو کیا بتائے گی؟ انہوں نے تو ان سب کا مشاہدہ نہیں کیا ہو گا جو اپنے آباء سے انہیں پتہ چلا اسے اپنے مشاہدات کی بنیاد پر اپنی نسل کو سمجھانے کی کوشش کریں گے ایسے ہی آٹھ دس نسلوں کے بعد ان کے تصورات تک بھی ناپید ہو جائیں گے تو اس وقت کے لوگ جب پڑھیں اور سنیں گے کہ ماضی میں ایسے لوگ آباد تھے جو ہواؤں میں اڑتے تھے، جو ہزاروں میل دوری کے باوجود آپس میں ایسے بات کرتے تھے کہ جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے تو ظاہر ہے وہ ان سب باتوں کو اپنے مشاہدات کی بنیاد پر سمجھیں گے اور پھر ویسے ہی نقشے وخاکے کھینچیں گے۔

ان کے مشاہدے میں اڑنا پرندوں کا اڑنا ہے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ان لوگوں کے پر ہوتے تھے اور وہ ایسے اڑتے تھے جیسے پرندے اڑتے ہیں، اب ہزاروں میل دوری پر ہونے کے باوجود آپس میں ایسے بات کرنا جیسے کہ آمنے سامنے بیٹھ کر کی جائے تو اس کے لیے ان کا مشاہدہ صرف اور صرف یہ ہے کہ جو آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے تو وہ اسے دیومالائی شکل دیں گے وہ یہی کہیں گے کہ وہ لوگ بڑے بڑے جادوگر تھے ان کے پاس جادو کی چھوٹی سی ڈبی ہوتی تھی جیسے کہ جادو کی چھڑی ہوتی ہے جس سے وہ بات کرتے تھے۔

ایسے ہی ناسا کی بات کی جائے تو وہ کہیں گے کہ اس وقت ایک بابا ناسا ہوتا تھا وہ ایسے تیر بناتا تھا کہ وہ آسمانوں میں چلے جاتے تھے، ایک بابا گوگل تھا جو کہ بہت پہنچا ہوا تھا اس کے پاس اتنا علم تھا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، ان لوگوں کے تالے اتنے مضبوط ہوتے تھے کہ ہزاروں بڑے بڑے ماہرین پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی اسے توڑنے میں ناکام رہتے اور وہ سمجھتے کہ جیسے ان کا تالہ ہوتا ہے ایسے ہی تالے ہوتے تھے لیکن وہ تالے بہت بڑے بڑے ہوتے تھے غیر معمولی بڑے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی لوہے کے تالے نہیں بلکہ چند ہندسوں کا پاسورڈ ہوتا ہے۔

وہ آپس میں ایک دوسرے کو جب خط بھیجتے تھے تو ایک ڈبہ یا چھوٹی سی ڈبیہ ہوتی تھی اس کے اندر ہی ان کا خط بنتا اور لکھا جاتا اور پھر چٹکی بجانے سے پہلے وہ خط ہزاروں میل دور یا دنیا کے کسی بھی کونے میں پہنچ جاتا اور وہ کہتے کہ وہ جادو کی ڈبیہ تھی حالانکہ یہ آج موبائل، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ وغیرہ ہیں۔ ایسے ہی ہارڈ ڈسک جسے عربی میں کتاب کہا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی وہ یہی کہتے کہ ان لوگوں کے پاس جادوئی کتابیں ہوتی تھی جن میں نہ صرف بغیر سیاہی کے لکھا جاتا بلکہ تصویریں تک ان میں لکھ لیتے تھے۔

یعنی آپ آج جو موجودہ ایجادات ہیں یہ مشینیں ہیں یہ جو ٹیکنالوجی ہے جیسے کہ ہولوگرام ٹیکنالوجی بھی آچکی ہے ان کے بارے میں وہ کیسی کیسی دیومالائی کہانیاں بنا لیتے بالکل یہی آپ کے آباؤاجداد نے کیا جب جس وقت میں وہ موجود تھے اس وقت آج موجودہ دور اور ان اشیاء کے بارے تصور کرنا بھی ناممکن تھا تب انہوں نے محمد علیہ السلام کی آج کے بارے میں کہی ہوئی باتوں کو آج کی اشیاء کے بارے میں استعمال کیے جانے والے الفاظ کو اپنے مشاہدات اور عقل کے مطابق تراجم وتفاسیر کی صورت میں اپنے ساتھ اکثریت کو گمراہ کر دیا۔

آپ خود بالکل غیر جانبدار ہو کر سوچیں اور فیصلہ کریں جب موجودہ ٹیکنالوجی موجود نہیں تھی یہ ایجادات نہیں تھیں دنیا فطرت پر تھی جب آج کے بارے میں تصور کرنا بھی ناممکن تھا تب آپ کے آباؤاجداد نے کیسے محمد علیہ السلام کے آج کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ و جملوں کے تراجم و تفاسیر کر دیئے؟ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے کسی بھی واقعے کے بارے میں اگر پہلے ہی بتا دیا جائے تو تب تک اس کی بالکل ٹھیک سے سمجھ نہیں آسکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا جب وہ واقعہ رونما ہو گا تب سمجھ آئے گی کہ اچھا یہ وہ واقعہ تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا اور بالخصوص آج سے چودہ صدیاں قبل آج کے دور

کے حوالے سے جو کچھ بھی بتایا گیا تھا اس کو تو کسی بھی صورت اس وقت تک سمجھنا تو دور کی بات اس کا تصور تک بھی ناممکن تھا جب تک کہ یہ تمام واقعات رونما نہ ہو جاتے آج کا وقت نہ آ جاتا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر آپ سے سوال ہے کہ جن کو آپ اپنے اسلاف قرار دیکر اندھوں کی طرح ان کے تراجم وتفاسیر کیساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کی کتابوں کو جو کہ خرافات و جہالت کا ڈھیر ہیں انہیں اپنے سینوں سے لگائے بیٹھے ہیں ان سے آپ کو ہدایت ملے گی یا الٹا ہدایت سے دور کریں گی؟ آج آپ کے پاس وقت ہے اپنی آنکھیں کھول لیں دیکھ لیں جو کان آپ کو دیئے گئے ان کا استعمال کرتے ہوئے جو بات کھول کھول کر بتائی جا رہی ہے اسے سن لیں اور آپ کو عقل دی گئی جو دیکھ اور سن رہے ہیں اسے سمجھ لیں اگر آباؤاجداد غلط تھے وہ جاہل تھے تو کیا آج ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جانے کے باوجود ان کا ضلالٍ مبینٍ میں ثابت ہو جانے کے باوجود بھی انہی سے چمٹے رہیں گے؟ اور ہلاکت کا سودہ کریں گے؟ آج آپ کے پاس وقت ہے جو کہ بالکل کم ہے اگر آج آپ نے عقل سے کام نہ لیا تو جان لیں آپ کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا عذاب عظیم آپ کے بالکل سر آ کھڑا ہے جیسے ہی آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب آپ مانیں گے لیکن تب آپ کا ماننا آپ کو کوئی نفع نہیں دے گا۔

الساعت کی آخری بڑی دس اشراط میں سے ایک زمین سے النار کا نکلنا

ملحمۃ الدجّال اور اس کا پس منظر۔

رسول اللہ ﷺ قال: انھا لن تقوم الساعة حتی ترون قبلھا عشر آیات، فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسیٰ ابن مریم ﷺ ویاجوج و ماجوج وثلاثة خسوفٍ خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب و آخر ذلک نار تخرج من الیمن تطرد الناس المحشرھم. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں ہرگز نہیں قائم ہوگی الساعت یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے آسمانوں وزمین میں ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں آنے والی ہلاکتوں وتباہیوں میں ایک عظیم ہلاکت وتباہی جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا ایسا زلزلہ کہ اگر اسے زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے تمام کے تمام زلزلوں وہلاکتوں کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے۔ وہ عظیم تباہی جو کہ زلزلہ ہوگا وہ ہے الساعت اور وہ تب تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس آیات نہ دیکھ لو، پس رسول اللہ ﷺ نے یاد دلایا الدخان یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسیں اور الدجّال اور الدابہ یعنی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات جو آج موجود نہیں ہیں بعد میں وجود میں آئیں گی اور طلوع ہو رہا ہے سورج اس کے مغرب سے یعنی جہاں سے غروب ہو رہا ہے وہیں سے طلوع بھی ہو رہا ہے اور عیسیٰ ابن مریم ﷺ کا نزول اور یاجوج اور ماجوج اور تین مقامات پر زمین کا کثرت سے یعنی جگہ جگہ سے دھنسنا مغرب سے زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور مشرق سے زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور جزیرۃ العرب میں زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور آخر میں وہ آگ ہے نکالی جائے گی ان لوگوں کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی مرضی سے جو لوگ جو قومیں اس آگ کے حصول کے لیے تمہارا قصد کریں گے یعنی اس آگ کے حصول کے لیے تمہارے پیچھے پڑیں گی یہاں تک کہ تم سے وہ آگ حاصل نہ کرلیں خواہ اس کے لیے انہیں کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور جب وہ آگ نکلے گی تو لوگ یعنی دنیا کی قومیں اس کی طرف ایسے اکٹھے ہوں گی جیسے بھوکے کتوں کے سامنے ہڈی پھینک دینے سے اس ہڈی پر اکٹھے ہوتے ہیں ہر ایک کا یہی لالچ ہوتا ہے کہ اسے ہی ملے جس وجہ سے وہ آپس میں لڑتے، چیختے، چلاتے اور ایک دوسرے کو چیرتے پھاڑتے ہیں یعنی خطہ شام میں دنیا کے لوگ

اس آگ پر ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے بھوکے کتوں کے سامنے ہڈی پھینکنے سے وہ اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے چیختے اور دھاڑتے ہیں بالکل ایسے ہی خطہ شام میں لوگ اس آگ کے حصول کے لیے اس کی طرف اکٹھے ہو جائیں گے اور اس کے حصول کے لیے کتوں کی طرح آپس میں لڑیں گے قومیں کی قومیں ایک دوسرے سے لڑیں گی ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گی ایک دوسرے پر تباہی و ہلاکت مسلط کریں گی۔

اس روایت میں دس آیات کا ذکر ہے جو کہ الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات واشراط ہیں جب یہ دس آیات ظاہر ہو جائیں گی تب وقت بالکل ختم ہو جائے گا تب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہو گی۔

محمد علیہ السلام نے الساعت کے قیام سے پہلے ان دس آیات کے ظہور کا ذکر کیا ان دس آیات جو کہ علامات واشراط الساعت ہیں انہیں علامات واشراط الکبریٰ کہا جاتا ہے یعنی الساعت کی سب سے آخری اور بڑی دس علامات واشراط اور محمد علیہ السلام نے انہی کے بارے میں کہا تھا کہ جب ان میں سے پہلی کا ظہور ہو گا تو یہ تمام کی تمام یکے بعد دیگرے ایسے ظاہر ہوں گی جیسے کسی موتیوں کے ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے موتی دھڑا دھڑ گرنے لگتے ہیں۔

ان دس آخری اور بڑی علامات واشراط میں سے تین طلوع ہو رہا ہے سورج جہاں سے غروب ہو رہا ہے، یاجوج اور ماجوج اور الدجّال کو تفصیل کیساتھ پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ نہ صرف ان میں سے پہلی آیت ''طلوع الشّمس من مغربھا'' کھول کھول کر واضح کیا جا چکا جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی اور نہ ہی جھٹلا سکتی ہے اس کے باوجود اگر کوئی جھٹلائے گا تو اسے ماننا پڑے گا اسے منوایا جائے گا بلکہ ایسے ہی دوسری الساعت کی علامت وشرط یاجوج اور ماجوج کو بھی کھول کھول کر واضح کیا جا چکا اور تیسری الدجّال کو بھی ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان میں سے کسی کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکتی نہ ہی کوئی چاہ کر بھی کوئی جھٹلا سکتا ہے بالآخر اسے ماننا ہی پڑے گا۔

اب آتے ہیں ان دس علامات واشراط الساعت میں سے ایک النار کی طرف، اب ہمارا موضوع ہے وہ مخصوص آگ جس کا ذکر اسی روایت میں موجود ہے جو کہ الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات واشراط میں سے ایک ہے۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام نے کہا کہ آخر میں اس مخصوص آگ کے حصول کے لیے لوگ اس کی طرف ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے بھوکے کتے کسی ہڈی پر اکٹھے ہوتے ہیں جو اس کے حصول کے لیے آپس میں لڑتے ہیں چیختے اور دھاڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی روایات کی کثیر تعداد موجود ہے جس میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس مخصوص آگ کو الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک قرار دیا اور جب دس کی دس علامات واشراط آ جائیں گی تب دنیا کے لوگ دنیا کی قومیں اس آگ پر آپس میں ایسے لڑیں گی جیسے کہ بھوکے کتے ہڈی پر نہ صرف اکٹھے ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے حصول کے لالچ میں آپس میں لڑتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا الہ الا اللہ، ویل للعرب من شر قد اقترب! فتح الیوم ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ. وحلق بأصبعہ لابھام والتی تلیھا، قیل : أنھلک وفینا الصالحون؟ قال: نعم، اذا کثر الخبث. مسلم، ترمذی، ابن ماجہ

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں الٰہ مگر اللہ یعنی کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کے فیصلے سے جس کے کہے کے مطابق، جس کے پیچھے یا جس کے لیے اس میں سے کچھ بھی استعمال کیا جائے جو کچھ بھی دیا گیا۔ جو کچھ بھی اللہ نے دیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، سننے دیکھنے یا سمجھنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی بھی عضو دیا گیا، کوئی مقام و مرتبہ دیا گیا، جو بھی صلاحیتیں دی گئیں، کچھ بھی کرنے کی صلاحیت یا جو کچھ بھی دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے جس کے لیے بھی کرنا ہے جس کے فیصلے کے مطابق ان میں سے کسی کا استعمال کرنا ہے وہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ذات نہیں اور اگر ایسا کیا جائے جو کہ عنقریب کیا جائے گا تو ویل ہے عرب کے لیے اس شر سے تحقیق جو آیا ہی چاہتا ہے۔ کھل گئی جس وقت ردم یاجوج اور ماجوج کی اس کے مثل اور دائرہ بنایا انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے۔ پوچھا گیا کہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں ہوں گے اصلاح کرنے والے؟ جواب دیا ہاں جب خبث کی کثرت ہو جائے گی یعنی جب غیر فطرتی اشیاء کی کثرت ہو جائے گی۔

القارعہ ہو یاجوج اور ماجوج ہوں، فتنہ الدجّال ہو یا عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت ان سب کا بنیادی تعلق اس روایت میں بیان کر دیا گیا اور وہ محمد علیہ السلام نے اس شر کی طرف اشارہ کیا اور اس وقت کہا کہ جب یاجوج اور ماجوج والی ردم میں سوراخ ہو جائے گا تب وہ شر بالکل قریب ہی آ چکا ہو گا۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ محمد علیہ السلام نے اس شر کو یاجوج اور ماجوج کے کھلنے سے مشروط کر دیا اور کہا کہ وہ وقت وہ مدت جب یاجوج اور ماجوج کی ردم انگلی اور انگھوٹھے کو ملانے سے جو دائرہ بنتا ہے اتنی کھل گئی تب عربوں کے لیے ایک شر بالکل قریب آ چکا ہوگا جس سے عرب کے لیے دنیا و آخرت میں ویل ہوگی، ویل یعنی زمین سے اس کا خون نکالنے سے زمین کی جو حالت بن جائے گی جو کہ جہنم کا سب سے اذیت ناک مقام ہوگا اور اس دنیا میں اسی کی وجہ سے جو ہلاکتیں آئیں گی جو آگ و بارود کی بارش ہوگی۔

پیچھے آپ تفصیل کیساتھ جان چکے کہ یاجوج اور ماجوج کی ردم کا کھلنا تو کیا اب تو نہ صرف یاجوج اور ماجوج کھل چکے بلکہ یاجوج اور ماجوج نے جو کچھ بھی کرنا تھا وہ کر چکے، آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں فساد کر چکے اور جبکہ حقیقت یہ ہے تو پھر آج اس شر کو نہ صرف موجود ہونا چاہیے بلکہ اس شر سے عربوں کے لیے جس ہلاکت کا ذکر کیا تھا وہ بھی موجود ہونی چاہیے عربوں کو اس ہلاکت کا شکار ہونا چاہیے۔

اس شر کی نشاندہی کے لیے اور اس کی بالکل واضح پہچان کے لیے اس شر کو بالکل کھول کر واضح کرنے کے لیے فتنوں سے متعلق جو الفاظ استعمال کیے اور جو کہا اس سے نہ صرف بالکل ہر لحاظ سے کھل کر اس شر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہ شر واضح ہو جاتا ہے بالکل کم سے کم فہم و عقل والے شخص کے لیے بھی اسے سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ شر کونسا تھا اور ہے اس کا محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیوں قبل مختلف پہلوؤں سے ذکر کیا اور اتنی صراحت کیساتھ ذکر کیا کہ کم سے کم فہم انسان کے لیے بھی جاننا انتہائی آسان ہو جائے لیکن آج حقیقت تو یہ ہے کہ ہر کوئی اس سے غافل ہے۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آخر وہ کیا وجہ تھی جس وجہ سے محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اتنی صراحت کیساتھ کھول کر ہر پہلو سے واضح کر دیا تھا۔ اب آتے ہیں ان روایات کی طرف اور ترتیب سے ان روایات کی روشنی میں حق آپ کے سامنے بالکل کھول کھول کر رکھتے ہیں۔ درج ذیل روایت میں اسی سے متعلق محمد علیہ السلام کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لتقصدنكم نار هي اليوم خامدة في وادٍ يقال له: برهوت، تغشى الناس، فيها عذاب اليم، تأكل الانفس والاموال تدور الدنيا كلها في ثمانية أيام، تطير طير الريح والسحاب، حرها أشد من حرقها بالنهار، ولها ما بين السماء والأرض دوى كدوى الرعد القاصف، هي من رؤس الخلائق ادنى من العرش، قيلَ يا رسول الله ﷺ! أسليمة هي يومئذٍ على المؤمنين والمؤمنات؟ قال، اين المؤمنون والمؤمنات يومئذٍ؟ هم شر من الحمر يتسافدون كما تتسافد البهائم وليس فيهم رجل يقول: مه مه. طبرانی، ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے لیے کہا: آگ کے حصول کے لیے تمہارا قصد کیا جائے گا یعنی دنیا والے تمہارے پیچھے پڑیں گے ان کا مقصد آگ کا حصول ہوگا جسے حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جائیں گے خواہ اس کے لیے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے خواہ اس کے حصول کے لیے تمہیں کشت و خون میں نہلایا جائے یا تمہیں طرح طرح کی سہولتوں و آسائشوں، عیاشیوں، عورت، اقتدار و حکومت اور اعلیٰ عہدوں سمیت کسی بھی قسم کا لالچ دیکر تم سے وہ آگ حاصل کی جائے گی اس آگ کے حصول کے لیے تمہارے پیچھے پڑا جائے گا دنیا کی قومیں دنیا کے لوگ اس آگ کے لیے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ وہ آگ آج اِس وقت ٹھنڈی حالت میں پڑی ہے ایک وادی میں جسے برہوت کہا جاتا ہے۔ قرب قیام الساعت جو دخانٍ یعنی طرح طرح کی گیسیں انسانوں کو ڈھانپ لیں گی وہ اسی آگ سے ہوں گی اس میں عذاب الیم ہوگا یعنی اس آگ کی وجہ سے انسانوں کے اپنے ہی اعمال کے رد اعمال سے خارج ہونے والی گیسیں پوری دنیا کے انسانوں کو ڈھانپ لیں گی جو کہ اشراط الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامت و شرط ہے جس پر قرآن میں پوری ایک سورت الدخان موجود ہے، اور ان کی وجہ یعنی دخانٍ جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال کی صورت میں طرح طرح کی گیسیں ہوں گی ان سے انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں، مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، زلزلوں، طوفانوں اور سیلابوں سمیت طرح طرح کی تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ آگ کھا جائے گی جانوں کو اور اموال کو یعنی وہ آگ جانداروں اور اموال کو اپنا شکار کر کے ان کا نقصان کرے گی انہیں ختم کر دے گی، گھومے گی ساری دنیا میں آٹھ مراحل میں، اس آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات اڑیں گی وہ آگ اڑے گی جیسے ہوا اور وہ آگ اڑے گی جیسے بادل اڑتے ہیں۔ اس آگ کی حرارت کی شدت سے دن میں حرارت یعنی گرمی کی شدت بڑھے گی یعنی نا صرف اس آگ کی شدت دن میں سورج کی شدت سے سخت ہوگی بلکہ اس آگ کی

حرارت کی شدت کی وجہ سے دن میں سورج کی گرمی کی شدت بھی بڑھتی جائے گی۔ اس کے لیے ہوگا جو بھی آسمان اور زمین میں ہے، وہ ایسے انتہائی اونچی آواز میں گرجے گی جیسے بادلوں میں بجلی کڑکتی ہے جیسے بادل گرجتے ہیں، ہوگی مخلوقات کے سروں کے اوپر اور عرش سے نیچے یعنی بالکل ایسے جیسے کہ جب پرندے اڑ رہے ہوتے ہیں تو وہ مخلوقات کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں آسمان میں اور عرش کے نیچے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ آگ اُس وقت سلامتی ہوگی مومنون اور مومنات کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ جس وقت اس آگ کے حصول کے لیے عربوں کا قصد کیا جائے گا یعنی دنیا والے ان کے پیچھے پڑیں گے اور جو کچھ اس آگ کے بارے میں بتایا گیا وہ سب ہوگا تو اس وقت دنیا میں مومنون اور مومنات ہوں گے کہاں؟ اس وقت تو مومنون اور مومنات یعنی ایسے لوگ جو اللہ کی دعوت کو دل سے تسلیم کر کے اسی طرح اس پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں وہ ہوں گے کہاں؟ اس وقت ایسے لوگ ہوں گے ہی نہیں جو اللہ کے قانون میں مومن ہوں۔ اس وقت وہ لوگ جو خود کو مومنون اور مومنات سمجھ اور کہلا رہے ہوں گے وہ انتہائی برے ہوں گے وہ گدھوں سے بھی برے ہوں گے وہ ایسے رستوں میں جنسی حاجات کو پورا کریں گے جیسے جانور رستوں چوراہوں میں جنسی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو انہیں کہے کہ نہ کرو نہ کرو۔

قصد. قصد کہتے ہیں کسی کے پیچھے پڑ جانا۔ جیسے عرف عام میں کہا جاتا ہے کہ فلاں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے یا فلاں مجھ سے شئے لینے کے لیے میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے کہ وہ مجھ سے وہ شئے لے کر ہی چھوڑے گا۔ یعنی جس مقصد کے لیے کسی کے پیچھے پڑا جائے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جائے جب تک کہ مقصد پورا نہ ہو جائے خواہ اس کے لیے کچھ بھی ہو جائے خواہ جس کے پیچھے پڑا جائے وہ تباہ برباد ہی کیوں نہ ہو جائے اس کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے، اسے کسی بھی قسم کا لالچ دیکر یا جو بھی کرنا پڑے وہ کر کے شئے کو ہر حال میں حاصل کیا جائے۔

وہ شر جس کے بارے میں محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ قریب ہی آ گیا ہے اور اس سے عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں خرابی و تباہی ہے وہ آگ ہے جو وادی برھوت میں ٹھنڈی پڑی ہے اور اس کی پہچان کے لیے محمد علیہ السلام نے غیر معمولی نشانیاں بیان کر دیں اور وادی برھوت کسے کہتے ہیں اس کا جواب بھی درج ذیل روایت سے مل جاتا ہے۔

وادٍ حضر موت يقال له برهوت. ابن ابی حاتم

وہ وادیاں جو سرسبز ہیں ان کی موت جہاں پڑی ہے اسے برھوت کہا جاتا ہے۔

اب آپ خود غور کریں زمین میں جہاں جہاں جو جو بھی وادیاں ایسی ہیں جو سرسبز ہیں جہاں طرح طرح کی نباتات، درخت، جنگلات اور باغات ہیں ان کی جو موت ہے وہ کہاں موجود ہے؟ جن وادیوں میں جن مقامات میں یا جہاں بھی ان کی موت موجود ہے اسے عربوں کی زبان میں حضرموت کہا جاتا ہے۔ موت کسے کہتے ہیں؟ پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ موت اس مواد کو کہتے ہیں جس مواد سے شئے وجود میں آتی ہے، تو ذرا غور کریں وہ کیا شئے ہے جس سے سبزہ یعنی طرح طرح کی نباتات وجود میں آتی ہیں؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ وہ موادالدم ہے یعنی زمین کا خون ہے جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے خام تیل ہی وہ مواد ہے جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے اس پر حیات وجود میں آتی ہے یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ زمین کی گہرائیوں میں وہ مقامات جہاں خام تیل موجود ہے ان وادیوں کو یعنی ان مقامات کو حضرموت کہا جاتا ہے۔ حضر تو کہتے ہیں سبزے کو جو زمین اپنے اندر سے طرح طرح کی نباتات کے صورت میں نکالتی ہے اور اس کی موت زمین میں پایا جانے والا خون ہے جسے آج آپ خام تیل کہتے ہیں، جس سے بالکل کھل کھل کر واضح ہو چکا کہ حضرموت وادیاں زیرزمین وہ مقامات ہیں جہاں زمین کا خون خام تیل موجود ہے اور یہ خام تیل حقیقت میں آگ ہے جو ٹھنڈی حالت میں موجود ہے۔

پھر محمد علیہ السلام نے اس آگ کی پہچان کے لیے ایسی نشانیاں بتا دیں جو کہ غیر معمولی اور بالکل منفرد ہیں جن سے اس آگ کی پہچان میں رائی برابر بھی مشکل نہیں رہتی۔

وہ آگ اُڑے گی ہوا میں اُڑنے والوں کی طرح، اس آگ سے فضا میں تیرنے والی مخلوقات یعنی اڑنے والی مخلوقات اُڑیں گی ہوا میں، ہوا کی طرح اُڑے گی، بادلوں کی طرح اُڑے گی، پھر جب وہ اُڑے گی تو آسمان و زمین کے درمیان اُڑے گی اور جیسے بادل گرجتے ہیں اس طرح انتہائی گرجدار اور اونچی

آواز میں گرجے گی، اس کی شدت دن کی گرمی سے زیادہ ہوگی، مخلوقات کے بلند مقامات جیسے انسان کا بلند مقام اس کا سر کہلاتا ہے اسی طرح مخلوقات کے بلند مقامات سے قریب یعنی ان کے اوپر عرش سے نیچے ہوگی۔ اب آپ اگر تھوڑا سا بھی غور کریں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج آپ کو ایسی نشانیوں کی حامل کوئی آگ نظر آتی ہے؟

ایسی آگ جو ٹھنڈی حالت میں زیر زمین مقامات میں پائی جاتی ہے؟ جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے یعنی جو وہ مواد ہے جس سے نباتات وجود میں آتی ہیں؟ کیا وہ آج ہوا میں اڑ رہی ہے؟ کیا اس آگ سے ہی اڑنے والی مخلوقات اڑ رہی ہیں؟ کیا وہ آگ بادلوں کی طرح اڑ رہی ہے؟ کیا اسی آگ سے ہی خارج ہونے والی گیسیں موجود ہیں جنہوں نے پوری دنیا کے انسانوں کو ڈھانپ لیا ہے جن پر قرآن میں پوری ایک سورت الدخان موجود ہے؟ کیا اس آگ سے وجود میں آنے والی دخانٍ یعنی گیسوں سے آج انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے؟ کیا وہ آگ جب اڑتی ہے بادلوں کی طرح ہوا میں اڑنے والی مخلوقات کی صورت میں تو کیا انتہائی اونچی کڑک اور گرجدار آواز میں گرجتی ہے؟ کیا اس آگ کی شدت سے سورج کی گرمی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے؟ کیا اس آگ سے دن کو درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے؟ کیا اس آگ سے اڑنے والی مخلوقات یا اس کا اڑنا ایسے ہے کہ بلند مقامات پر اڑتی ہے بادلوں یا پھر اڑنے والی مخلوقات کی صورت میں؟

کیا وہ آگ آج جانوں و اموال کو کھا رہی ہے یعنی اس آگ سے جاندار ہوں یا اموال سب کا سب تباہ و برباد ہو رہا ہے؟ اس آگ سے تباہیاں آ رہی ہیں؟ آگ و بارود کی صورت میں اموال و جان اس کا شکار ہو رہے ہیں؟

کیا آج ایسی آگ اپنا وجود رکھتی ہے جو محمد علیہ السلام کے وقت زمین میں ٹھنڈی پڑی تھی اور آج انسانوں کو حاصل ہو چکی ہے؟ کیا آج ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے کچھ قومیں عربوں کا قصد کر رہی ہیں یعنی اس آگ کے حصول کے لیے عربوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں اور کسی بھی صورت اس آگ کو حاصل کرنے سے گریز نہیں کر رہیں؟ کیا آج کوئی ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے غیر عرب قومیں عربوں کو مختلف لالچ دیکر، مال و دولت سے اور طرح طرح کے لالچ دیکر ان سے وہ آگ حاصل کر رہی ہیں؟ کیا آج کوئی ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے عرب دنیا کو کشت و خون میں نہلایا جا رہا ہے؟

تو جب آج آپ غور کریں تو نہ صرف دہلا دینے والے حقائق آج پوری دنیا کے سامنے ہیں بلکہ ان تمام سوالات کے جوابات بالکل واضح ہیں کہ ہاں واقعتاً آج ایسی آگ موجود ہے جو محمد علیہ السلام کے وقت زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی حالت میں پڑی تھی اور آج نکالی جا رہی ہے، آج آپ کو نہ صرف وہ آگ نظر آ رہی ہے بلکہ وہ پوری دنیا گھوم چکی ہے، وہ جانوں کو کھا رہی ہے اور اموال کو بھی کھا رہی ہے، اس آگ نے پوری دنیا میں تباہی برپا کی ہوئی ہے، جو جو علامات بتائی گئیں آج وہ سب آپ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور وہ آگ آج جسے آپ خام تیل کے نام سے جانتے ہیں وہی ہے کوئی اور نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور ہو سکتی ہے۔

وہ آگ خام تیل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خام تیل تو حقیقت میں آگ ہے جو زمین میں ٹھنڈی حالت میں موجود ہے آج اس آگ کے حصول کے لیے غیر عرب قومیں عرب دنیا کا قصد کیے ہوئے ہیں ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں اور ان سے اس آگ کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کر رہیں۔

اسی آگ کے حصول کے لیے شیاطین نے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اسلامی ریاست خواہ وہ کیسی ہی تھی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے حواریوں کو ان پر مسلط کر دیا کیونکہ ان شیاطین کو علم تھا کہ جب تک خلافت کے نام پر ایک اسلامی ریاست موجود ہے وہ کبھی بھی اس آگ کو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ سلطنت عثمانیہ مغربی دنیا بالخصوص برطانیہ کو اپنا دشمن سمجھتی ہے اس کے علاوہ بھی کچھ عوامل موجود تھے کہ اگر مسلمان نامی قوم کی یہ ریاست قائم رہی تو جس آگ کے حصول کے لیے ان کا قصد کیا جائے گا ان پر چڑھائی کی جائے گی ان کے خلاف اقدامات کیے جائیں گے تو اتحاد کی وجہ سے کسی بھی وقت یہ قوم ہمارے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے جس کے لیے ان کی وحدت خواہ وہ کتنی ہی خامیوں و نقائص سے بھر پور کیوں نہ ہو اسے ختم کرنا پڑے گا ان میں تفرقہ پیدا کرنا ہوگا انہیں مختلف ریاستوں، فرقوں، گروہوں و جماعتوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔

یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے برطانیہ جو اس وقت کی عالمی طاقت تھا اس نے مسلمانوں کی صدیوں سے چلی آ رہی خلافت کے نام پر اسلامی ریاست کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اپنے حواریوں کو متحرک کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں اس نے خود کو امت محمد، امت مسلمہ یا مسلمان قوم کہلوانے والوں میں طرح طرح کے عقائد و نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے اپنے تمام تر حربے استعمال کیے تو وہیں اس نے طرح طرح کے سیاسی گروہوں کو پروان چڑھایا اور ایسا جال بن دیا کہ خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والے جو اللہ کی اس امانت زمین کے محافظ تھے وہ یہ بھول گئے کہ وہ اللہ کی امانت اس زمین کے محافظ ہیں یہاں تک کہ اسلام کے نام پر ایسی ایسی خرافات عام کی گئیں کہ کسی کو علم ہی نہ رہا کہ الاسلام ہے کیا۔

برطانیہ نے اس آگ کے حصول کے لیے ہر وہ اقدام کیا جہاں سے اسے یہ خطرہ تھا کہ کل کو اس کے رستے میں کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے، انہی اقدامات میں ایک خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والوں کو قتال فی سبیل اللہ سے دور کرنا یہاں تک کہ الاسلام سے اسے محو کرنا بھی مقصود تھا اس کی خاطر جہاں اس نے عرب دنیا میں اپنے بہروپیوں کو اسلام کے ٹھیکیداروں کے نام پر مسلط کر دیا تو وہیں اس نے برصغیر میں اپنے حواری کھڑے کیے اور ان کی بھر پور نصرت کی انہی حواریوں میں ایک ''مرزا غلام قادیانی'' تھا۔

جو اللہ کا رسول مثل عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویدار بھی تھا جو اللہ کے قانون میں بدترین مشرک اور اپنے دعوے میں سخت ترین جھوٹا اور اللہ کا دشمن تھا۔ آگے چل کر اس موضوع کے تحت ایسے دلائل کیساتھ بات ہوگی کہ دنیائے قادیان جو خود کو جماعت احمدیہ کہلواتے ہیں منہ چھپانے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔

اسی آگ کے حصول کے لیے مغربی دنیا نے ہر طرح کے حربے استعمال کیے اور کر رہے ہیں مثلاً آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اگر اسے اس آگ کے حصول کے لیے مال و دولت اور عیاشیوں کا لالچ عرب دنیا کے لیے کارگر ثابت ہو رہا ہے تو وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔

آپ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین سمیت عرب دنیا کو دیکھ سکتے ہیں ان پر وہ اپنے انعامات کی بارش کر رہے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر حیران کن بات تو یہ ہے اور اٹل حقیقت ہے کہ ان تمام عرب ریاستوں کی حفاظت کی ذمہ داری آج امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کی ذمہ داری ہے، کوئی بھی عرب دنیا کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔

اور اس کے برعکس جہاں یہ لالچ کارگر ثابت نہیں ہوتے یا جس حواری کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کہ وہ تو امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کے ایک کتے کی حیثیت رکھتا ہے جسے انہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے پال رکھا ہے اور وہ اپنے مالکان امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کے سامنے دم ہلاتے ہوئے ان کے مفادات کا محافظ بنا ہوا ہے اس حقیقت کے کھلنے پر جیسے ہی اس میں بغاوت کے اثرات نظر آتے ہیں تو صدام اور قذافی سمیت کئی مثالیں آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

ایسا کرنے والوں کی حفاظت تو دور خود ان کی ریاستوں پر بارود کی بارش کر کے برباد کیا جاتا ہے عوام پر کارپٹ بمباری کی جاتی ہے طرح طرح کے ہتھیاروں کو آزما کر دنیا میں اپنے اسلحے اور قوت کی نہ صرف نمائش کی جاتی ہے بلکہ یوں انہیں اسلحے کے خریدار ملتے ہیں، کمزور ریاستیں اپنے دشمنوں سے حفاظت کے لیے ان سے معاہدے کرتی ہیں اور وہ ہر طرح سے اپنے مفادات کے حصول میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔

اور جہاں معاملات اس سے بھی زیادہ گھمبیر ہوں تو آج آپ یمن، شام، لیبیا، عراق سمیت باقی ایسی عرب ریاستوں کو دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں کس قدر کشت و خون کیا جارہا ہے۔

آج یہ حقیقت آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہارا قصد کیا جائے گا اس آگ کے لیے جو آج اس وقت ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے تو کیا آج اسی آگ کے لیے قصد نہیں کیا جا رہا؟ حقیقت ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے۔ کون نہیں جانتا آج عرب دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب اسی آگ کے حصول کی خاطر ہو رہا ہے جسے خام تیل کا نام دیا جاتا ہے۔

پھر محمد علیہ السلام نے اس آگ کی پہچان کے لیے جو راہنمائی کی، اس آگ کی پہچان کے لیے جو الفاظ استعمال کیے وہ بھی انتہائی حیران کن اور چونکا دینے والے ہیں جیسا کہ محمد رسول اللہ نے کہا قیام الساعت کی اشراط میں سے ایک شرط دخانٍ یعنی جو گیسیں انسانوں کو ڈھانپ لیں گی وہ اسی آگ سے ہوں گی اس میں عذاب الیم ہوگا یعنی اس آگ کی وجہ سے ترقی و خوشحالی کے نام پر انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال سے خارج ہونے والی گیسیں پوری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لیں گی اور ان کی وجہ سے انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں، مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، زلزلوں، طوفانوں اور سیلابوں سمیت طرح طرح کی تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس آگ کا پوری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لینا۔

آگے چل کر الدخانٍ کے موضوع پر تفصیل کیساتھ اس پر بات کی جائے گی لیکن یہاں آپ ذرا غور تو کریں ان دخانٍ یعنی آج جو گیسیں پوری دنیا کی فضا میں بھر چکی ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کو طرح طرح کی بیماریوں واموات سمیت ہلاکتوں کا سامنا ہے ان کی اصل وجہ اور بنیاد کیا یہی آگ خام تیل نہیں ہے؟ بالکل ان کی بنیاد یہی آگ خام تیل ہے دخانٍ اسی آگ سے ہیں۔

دابۃ الارض جو کہ آگے چل کر اپنے موضوع کے تحت ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے اللہ کے مقابلے پر خلق کردہ سواری کے ذرائع ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہے ہیں جو پوری دنیا میں دھندناتے پھر رہے ہیں یہ سب کے سب جس ایندھن سے چلتے ہیں اس ایندھن کے جلنے سے طرح طرح کی گیسیں خارج کر رہے ہیں وہ ایندھن مختلف اقسام کا پیٹرول ہو یا ڈیزل یا پھر کیروسین مٹی کا تیل یہ سب کا سب خام تیل سے ہی اخذ کیا جا رہا ہے۔ کارخانے جس ایندھن سے چلتے ہیں وہ اسی خام تیل سے اخذ کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ جہاں جہاں سے بھی یہ زہریلی گیسیں خارج کی جا رہی ہیں ان کی بنیاد یہی خام تیل وہ آگ ہے جس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کیا تھا۔

پھر محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ آگ کھا جائے گی جانوں کو اور اموال کو۔

تو ذرا غور کریں کیا آج یہی آگ پوری دنیا میں جانوں اور اموال کو نہیں کھا رہی؟ ذرا غور تو کریں آج دنیا میں ہونے والی تمام کی تمام جنگیں کیا اسی آگ کی وجہ سے نہیں ہو رہیں؟ جن میں لاکھوں نہیں کروڑوں جانوں کا نقصان ہو رہا ہے اور شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ زمین سے اس آگ کے نکالے جانے کی وجہ سے زمین کھوکھلی ہو رہی ہے جس سے زمین جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، پھر اسی کی وجہ سے جو گیسیں پوری دنیا کی فضا میں بھر چکی ہیں جن کی وجہ سے طرح طرح کی تباہیوں میں وسیع پیمانے پر جانی و مالی نقصانات ہو رہے ہیں، پھر جن مشینوں سے پہاڑوں کو کاٹا جا رہا ہے ان کی مائننگ یعنی کان کنی کی جا رہی ہے ان کی بنیاد بھی یہی آگ ہے اور پہاڑوں کو کاٹنے سے زمین کا توازن بگڑ کر زلزلے و تباہیاں آ رہی ہیں ان میں بھی جانی و مالی نقصان، اسی آگ کی وجہ سے موسموں کا نظام درہم برہم اور درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا چلا جا رہا ہے جس وجہ سے طرح طرح کی تباہیوں میں جانی و مالی نقصان یوں اس آگ کے نقصانات پر بات کی جائے تو الفاظ ختم ہو جائیں آپ بات کرتے کرتے تھک جائیں لیکن اس کے نقصانات کو شمار نہ کر سکیں۔

آج یہ آگ پوری دنیا میں جانوں اور اموال کو کھا رہی ہے یوں محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل کہے گئے یہ الفاظ بھی بالکل سچ ثابت ہوتے ہیں۔

پھر محمد علیہ السلام نے کہا کہ گھومے گی ساری دنیا میں آٹھ مراحل میں، اس آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات اڑیں گی وہ آگ اڑے گی جیسے ہوا اور وہ آگ اڑے گی جیسے بادل اڑتے ہیں۔

آج یہ آگ پوری دنیا میں گھوم چکی، پوری دنیا میں دھندناتی پھر رہی ہے۔ آج اسی آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات دابۃ الارض جہازوں وہیلی کاپٹروں کی صورت میں اڑ رہا ہے یہ حقیقت بھی آج آپ کے سامنے ہے۔ پھر غور کریں جس ایندھن سے یہ جہاز وہیلی کاپٹرز وغیرہ اڑتے ہیں وہ ایندھن کہاں سے آیا؟ وہ یہی آگ ہی تو ہے جسے آپ خام تیل کہتے ہیں اسی سے اخذ کیا جاتا ہے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا آج یہ آگ ہوا کی طرح نہیں اڑ رہی؟ آج آپ پوری دنیا کی فضا کو دیکھیں وہ اسی آگ سے بھری ہوئی ہے یعنی جن گیسوں سے بھری ہوئی ہے وہ اسی آگ سے ہی تو خارج ہو رہی ہیں۔

کیا آج یہ آگ بالکل بادلوں کی طرح نہیں اڑ رہی؟ ذرا آپ کارخانوں کی چمنیوں کو دیکھیں۔

اوراب سوچیں کہ آج سے چودہ صدیاں قبل اس کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو کس طرح ذکر کیا جاتا؟ کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا؟ کیا اس سے بہتر کوئی اور الفاظ ہو سکتے تھے جو محمد علیہ السلام نے اس وقت استعمال کیے جب ان اشیاء کے بارے میں تصور کرنا بھی محال تھا۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے اس آگ کو بادلوں کی طرح اڑتا ہوا دیکھ سکتے ہیں یوں یہ حقیقت بھی آپ کے سامنے ہے۔

اس آگ کے اُڑنے کی تصاویر دیکھیں۔

پھر محمد علیہ السلام نے کہا کہ اس آگ کی حرارت کی شدت سے دن میں حرارت یعنی گرمی کی شدت بڑھے گی یعنی نہ صرف اس آگ کی شدت دن میں سورج کی شدت سے سخت ہوگی بلکہ اس آگ کی حرارت کی شدت کی وجہ سے دن میں سورج کی گرمی کی شدت بھی بڑھتی جائے گی۔

اب آپ ذرا غور کریں کیا آج اسی آگ یعنی خام تیل سے خارج ہونے والی گیسوں کی وجہ سے درجہ حرارت دن بہ دن نہیں بڑھ رہا؟ کیا آج اسی کی وجہ سے آسمان پھٹ کر اس میں سوراخ نہیں ہو چکا جس کی وجہ سے سورج سے خارج ہونے والی خطرناک ترین لہریں زمین پر آ رہی ہیں اور نہ صرف درجہ حرارت کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے بلکہ موسموں میں غیر معمولی تغیر و تبدل کی وجہ سے زمین پر تمام مخلوقات کو طرح طرح کی تباہیوں و نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ حقیقت بھی آپ کے سامنے۔

پھر آگے محمد علیہ السلام نے کہا کہ اس کے لیے ہوگا جو بھی آسمان اور زمین میں ہے، وہ ایسے انتہائی اونچی آواز میں گرجے گی جیسے بادل گرجتے ہیں ہوگی مخلوقات کے سروں کے اوپر اور عرش سے نیچے یعنی بالکل ایسے جیسے کہ جب پرندے اڑ رہے ہوتے ہیں تو وہ مخلوقات کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں آسمان میں اور عرش کے نیچے۔

ذرا غور کریں آج یہ آگ پرندوں کی طرح مخلوقات کے سروں سے اوپر اور عرش کے نیچے جہازوں و ہیلی کاپٹروں کی صورت میں اڑتے ہوئے ایسی زوردار اور گرجدار آواز پیدا نہیں کر رہی جو بادلوں کے گرجنے سے پیدا ہوتی ہے؟ ہیلی کاپٹروں اور جہازوں کی آوازوں کو سنیں اور پھر آپ سے وہی سوال کہ اگر آج سے چودہ صدیاں قبل اس کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو کیا اس سے احسن کوئی اور مثل اور الفاظ ہو سکتے تھے؟ بالکل ایسی ہی آواز جیسے بادل گرجتے ہیں یوں یہ حقیقت بھی آج آپ کے سامنے ہے۔

پھر آگے محمد علیہ السلام کے انتہائی چونکا اور دہلا کر رکھ دینے والے الفاظ ہیں۔ جب محمد علیہ السلام اس آگ کے بارے میں یہ سب کچھ کھول کھول کر بتا چکے تو سامنے موجود لوگوں میں سے اولوالالباب کو اس وقت کی سنگینی کا شدت سے احساس ہوا کہ ایسے سخت ترین وقت میں کس طرح محفوظ رہا جا سکتا ہے؟ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ تو اسی خدشے کے پیش نظر انہوں نے محمد علیہ السلام سے پوچھا اور پھر محمد علیہ السلام نے کیا جواب دیا؟

محمد علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول کیا وہ آگ اس وقت سلامتی ہوگی مومنون اور مومنات کے لیے؟ تو محمد علیہ السلام نے جواب دیا کہ جس وقت اس آگ کے حصول کے لیے عربوں کا قصد کیا جائے گا یعنی دنیا والے ان کے پیچھے پڑیں گے اور جو کچھ اس آگ کے بارے میں بتایا گیا وہ سب ہوگا تو اس وقت دنیا میں مومنون اور مومنات ہوں گے کہاں؟ اس وقت تو مومنون اور مومنات یعنی ایسے لوگ جو اللہ کی دعوت کو اللہ کی بات کو دل سے تسلیم کر کے اسی طرح اس پر عمل کرتے ہیں اس وقت ایسے لوگ ہوں گے کہاں؟ اس وقت ایسے لوگ ہوں گے ہی نہیں جو اللہ کے قانون میں مومنون اور مومنات ہوں۔ اس وقت وہ لوگ جو خود کو مومنون اور مومنات سمجھ اور کہلا رہے ہوں گے وہ انتہائی برے ہوں گے وہ گدھوں سے بھی برے ہوں گے وہ ایسے رستوں میں جنسی حاجات کو پورا کریں گے جیسے جانور رستوں چوراہوں میں جنسی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو انہیں کہے کہ نہ کرو نہ کرو۔

آج جب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی کہ یہی وہ آگ ہے جس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کیا تھا جسے آج خام تیل کہا جاتا ہے اور وہ سب ہو چکا اور ہو رہا ہے جس کا ذکر محمد علیہ السلام نے کیا تھا اور پھر یہ کہا کہ اس وقت کوئی مومن ہوگا ہی نہیں۔

لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آج وہی وقت ہے اور محمد علیہ السلام کے بقول آج کوئی مومن ہونا ہی نہیں تھا تو پھر آج وہ لوگ جو دوار ب کے قریب ہیں وہ کس بنیاد پر مومن ہونے کے دعویدار بنے ہوئے ہیں؟

یہ حقائق بہت تلخ ہیں اگر یہ لوگ اللہ کے قانون میں مومن ہیں تو اس کا مطلب کہ محمد علیہ السلام جھوٹے تھے؟ اور ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ محمد علیہ السلام جھوٹے ہوں کیونکہ محمد علیہ السلام کی سچائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا آج عین اسی طرح ہو رہا ہے۔ جس سے بالکل صاف ظاہر ہے محمد علیہ السلام سچے تھے اور ان کے قول کے عین مطابق آج مومن ہونے کے دعویدار مومن نہیں ہیں بلکہ بدترین مشرک ہیں۔ ان کی مثال بھی گزشتہ امتوں کی سی ہے۔ ہند میں بسنے والی بت پرست قوم گزشتہ پانچ ہزار سال سے خود کو مومن ہی سمجھ رہی ہے کہ وہ لوگ ایشور یعنی اللہ کے چہیتے ہیں۔

یہی حال بدھ مذہب عقائد کے حامل لوگوں کا ہے، یہی حال یہودیوں کا ہے وہ آج بھی یہی کہتے ہیں کہ صرف وہی اللہ کے چہیتے ہیں صرف وہی حق پر ہیں وہی جنت میں جائیں گے باقی سب کافر ہیں وہ جہنم میں جائیں گے یہی حال عیسائیوں کا ہے اور جو روش انسانوں کی چلتی آئی اس کو مسلمان کہلوانے والی قوم نے بھی برقرار رکھا اللہ کے قانون میں یہ بدترین مشرک ثابت ہو چکے ہیں لیکن یہ بھی گزشتہ امتوں وقوموں کی طرح خود کو زبردستی مومن منوانے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

المومن تو اللہ کا اسم ہے۔ مومن کہتے ہیں جو بھی کہا گیا جیسے کہا گیا فوراً نہ صرف اسے دل سے بغیر کسی کراہت کے تسلیم کرنا بلکہ اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنا۔ تو آج جو خود کے مومن ہونے کے دعویدار ہیں ذرا وہ اپنے گریبان میں جھانکیں کیا وہ فرقہ درفرقہ تقسیم نہیں ہو چکے؟

کیا اللہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا یا اللہ نے الٹا اس سے سختی کے ساتھ منع کیا کہ فرقوں میں مت تقسیم ہونا؟ اور آج اس کے بالکل برعکس حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اللہ کی بات کو ماننا تو بہت دور اس کا کھلم کھلا کفر کرتے ہوئے نہ صرف فرقہ درفرقہ تقسیم ہو چکے ہیں بلکہ الٹا اپنے اپنے فرقے پر فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔

اللہ نے حلال طیب رزق کا حکم دیا لیکن آج خود کو مومن کہلوانے والوں کو حلال طیب کا علم ہی نہیں۔

اللہ نے اپنی خواہشات کی اتباع کرنے سے سختی کیساتھ منع کیا جو خواہشات کی اتباع کرتے ہیں وہ مشرک ہوتے ہیں ان کے لیے اللہ کے قانون میں ہدایت ہے ہی نہیں لیکن آج خود کو مومن کہلوانے والے کیا کر رہے ہیں؟ ذرا غور کریں وہ جو کچھ کھا رہے ہیں؟ جو کچھ پی رہے ہیں؟ جو کچھ ضروریات کے نام پر استعمال کر رہے ہیں کیا اللہ نے اس سب کا حکم دیا؟ یا اپنی خواہشات کی اتباع میں ایسا کر رہے ہیں؟ حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

اللہ نے قرآن میں بار بار بالکل کھول کر یہ بات واضح کر دی کہ دین فطرت پر قائم ہونا ہے لیکن یہاں کسی کو فطرت کا علم ہی نہیں۔ اللہ نے کہا کہ اللہ کی خلق میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی مت کرنا لیکن آج خود کو مومن کہلوانے والے بھی مفسدین کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے زمین میں فساد کر رہے ہیں، اللہ کی

مخلوقات میں تبدیلیاں کر رہے ہیں فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں فطرت میں پنگے لے رہے ہیں۔
اللہ نے فطرت پر توکل کرنے کا حکم دیا تو ذرا غور کیجیے فطرت نے آپ کی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کن ذرائع کو وجود دیا؟ اور کیا آپ انہی پر توکل کر رہے ہیں؟
فطرت نے تو گھوڑے، گدھے، خچر اور اونٹ کو اس مقصد کے لیے وجود دیا لیکن آپ تو اس کے برعکس مصنوعی ذرائع پر توکل کر رہے ہیں جو کہ فطرت کی ضد ہیں اور پھر وہ بھی ان کے خلق کردہ جن کو رات دن کافر کافر کہتے تھکتے نہیں یعنی اللہ کافروں پر تو راضی ہے ان پر انعامات کی بارش کر رہا ہے اور اپنے غلاموں کو یعنی مومنوں کو بھول چکا ہے۔ ذرا غور کریں اپنے اعمال میں۔
غور کریں کیا آپ مومن ثابت ہوتے ہیں یا پھر بدترین مشرک؟ حقیقت بہت تلخ ہے اسے تسلیم کرنا آپ اپنی توہین سمجھیں گے لیکن یاد رکھیں عنقریب آپ تسلیم کریں گے لیکن تب کوئی فائدہ نہیں ہوگا آج وقت ہے اپنی آنکھیں کھول لیجیے ورنہ عذاب آپ کے سر پر آچکا ہے۔ غور کریں یہ سب آج ہی آپ پر واضح کیوں کیا جا رہا ہے آج سے پہلے ایسا کیوں نہ ہوا؟ غور و فکر کر کے حق کو پہچان کر اپنے عمل سے شاہد بن جائیں اس سے پہلے کہ وقت ختم ہو جائے۔
اور پھر یہ بھی آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں خود کو مومن کہلوانے والے بے حیائی اور فحاشی میں کس قدر بڑھ چکے ہیں۔ محمد علیہ السلام کے یہ الفاظ بھی بالکل سچ ثابت ہو چکے ہیں خود کو مومن کہلوانے والے بے حیائی و فحاشی میں گدھوں سے بدتر ہو چکے ہیں جانوروں کی طرح رستوں چورستوں میں اپنی جنسی حاجات کو پورا کر رہے ہیں اور کوئی بھی ایسا نہیں جنہیں اختیار دیا گیا اور وہ اختیار کے باوجود انہیں اس سے روکے۔
وہ آگ کیا ہے حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے۔

وہ آگ کہاں کہاں سے نکلے گی اس حوالے سے بھی محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کھول کر صراحت کیساتھ بیان کر دیا تھا اس حوالے سے بھی محمد علیہ السلام کے الفاظ درج ذیل روایات کی صورت میں آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ اس بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کیا کہا تھا۔
رسول الله ﷺ قال: أما أول أشراط الساعة فنار تخرج من المشرق. بخاری، مسند احمد، نسائی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: وہ وجوہات جن کی بنا پر الساعت آئے گی یعنی انسانوں پر آخری بڑی عظیم تباہی آئے گی اس کی پہلی وجوہات میں سے وہ آگ ہے جو مشرق سے نکلے گی یعنی مشرق سے نکالی جائے گی۔
رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز. بخاری
رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت یعنی آسمانوں و زمین میں انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال کی صورت میں انسانوں پر آنے والی آخری بڑی عظیم تباہی جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا یہاں تک کہ آگ نہ نکلے حجاز کی سرزمین سے۔ ارض حجاز کو آج سعودی عرب کہا جاتا ہے
رسول الله ﷺ قال: ستخرج نار من حضر موت او من بحر حضر موت قبل يوم القيامة. ترمذی، مسند احمد
رسول اللہ ﷺ نے کہا: عنقریب نکالی جائے گی آگ حضر موت سے یعنی زیر زمین ان مقامات سے جہاں زمین پر وجود میں آنے والے سبزے کی موت موجود ہے، زیر زمین وہ مواد موجود ہے جس مواد سے زمین پر سبزہ وجود میں آتا ہے اور بحر حضر موت سے یعنی سمندروں سے بھی زمین کے اندر ان مقامات سے جن مقامات میں وہ مواد موجود ہے جس سے زمین اپنی نباتات نکالتی ہے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے یوم القیامہ سے پہلے۔
رسول الله ﷺ قال: ستخرج عليكم نار في آخر الزمان من حضر موت. ابن حبان
رسول اللہ ﷺ نے کہا: عنقریب آخری زمانے میں تم پر ہے نکالنا آگ کا حضر موت سے یعنی عنقریب آخر الزمان جب زمانے کا آخر ہونے والا ہوگا تو تم پر یہ ہے کہ تم لوگ زمین کی گہرائیوں میں ان مقامات سے آگ نکالو گے جہاں زیر زمین وہ مواد موجود ہے جس مواد سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے زمین نباتات نکالتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: آگ نکالی جائے گی الیمن سے یعنی جو قومیں دنیا کے جو لوگ تم سے اس آگ کے حصول کے لیے تمہارے پیچھے پڑیں گے وہ تمہیں کہیں گے کہ تم آگ نکال کر ہمیں دو، ہمیں تم سے وہ آگ چاہیے تو تم لوگ خود اپنی مرضی سے ان کی بات مانتے ہوئے اس آگ کو نکالو گے۔ اس آگ کی طرف لوگ ایسے اکٹھے ہوں گے ان کے اکٹھے ہونے کے مقامات پر جیسے کتے کسی ہڈی پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ یعنی خطہ شام وعراق ویمن وہ مقامات جہاں سے یہ آگ نکالی جا رہی ہوگی وہاں دنیا کے لوگ اس آگ پر ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے بھوکے کتوں کے سامنے ہڈی پھینکنے سے وہ اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے چیختے اور دھاڑتے ہیں ایک دوسرے پر حملے کرتے ہیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں ہر ایک ہڈی کے لالچ میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتا بالکل ایسے ہی خطہ شام وعراق ویمن میں لوگ اس آگ کے حصول کے لیے اس کی طرف اکٹھے ہو جائیں گے اور اس کے حصول کے لیے کتوں کی طرح آپس میں لڑیں گے ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے ایک دوسرے پر چیخیں گے چلائیں گے قتل وغارت کریں گے ہر ایک کا یہ لالچ ہوگا کہ وہ آگ اسے ہی حاصل ہو جس کے لیے آپس میں کتوں کی طرح لڑیں گے۔

آج آپ نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہی آگ جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے آج پوری دنیا کو خطہ شام میں جمع کر رہی ہے یعنی پوری دنیا اسی آگ کے حصول کی خاطر آج خطہ شام میں بہت تیزی سے جمع ہو چکی ہے اور آپس میں ان بھوکے کتوں کی طرح لڑ رہے ہیں جیسے بھوکے کتوں کے آگے ہڈی کا ایک ٹکڑا پھینک دینے سے آپس میں لڑتے ہیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں ایک دوسرے پر چیختے چلاتے اور دھاڑتے ہیں اور بہت جلد ایک بہت بڑی تباہی آنے والی ہے جس میں دنیا کی اسی فیصد آبادی سمیت انسان کی صدیوں سے کی ہوئی منصوبہ بندیوں کے نتیجے میں ترقی کے نام پر اس الدجّال کا خاتمہ ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ قال: ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الی محشرھم. کنز العمال

قعر. سوراخ، غار، کھدائی کرنا، گہرائی میں جانا، بیڑ یعنی تہہ، کسی بھی شئے کا نچلا ترین حصہ، نیچے ترین گہرائی، نچلی ترین سطح، پتھر یا پتھریلی تہہ میں یا اس کے نیچے وغیرہ۔

عدن. زمین میں گہرائی تک سوراخ کر کے کچھ نکالنا، لوہا، کوئلہ وغیرہ سمیت کچھ بھی نکالنا، کان جیسے سونے کی کان، کوئلے کی کان یا زمین سے نکالی جانے والی کسی بھی شئے کی کان، کان کنی کرنا۔

تسوق، سوق.. خرید وفروخت کرنا، دکان پر جانا اور وہاں سے خریدنا، خریدنا یا لینا، لانا، لے جانا، فراہم کرنا، پہنچانا، منتقل کرنا، نقل وحمل، تجارت سنٹر، مارکیٹ، بازار، دکان وغیرہ۔

محشرھم. ان کے اکٹھے ہونے کے جگہ۔

حشر. مجمع، بھیڑ، مجموعہ، رش، اجتماع وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا آگ نکالی جائے گی زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے زمین کو کھود کر، اس کی گہرائیوں تک سوراخ کر کے جیسے زمین کی گہرائیوں سے سوراخ کر کے کچھ نکالا جاتا ہے، لوگ اس آگ کی خرید وفروخت کریں گے، اس کی تجارت کریں گے، اس آگ کی دکانیں و مارکیٹیں ہوں گی لوگ ان کی طرف اکٹھے ہوں گے یعنی جیسے خرید وفروخت کی خاطر بازاروں، مارکیٹوں یا دکانوں وغیرہ پر رش ہوتا ہے ایسے ہی ان جگہوں کی طرف اکٹھے ہوں گے جہاں اس آگ کی خرید وفروخت ہوگی۔

اس روایت میں آپ محمد علیہ السلام کے الفاظ کو دیکھ کر چونک گئے ہوں گے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل جو محمد علیہ السلام نے کہا تھا آج بالکل عین اسی طرح اس آگ کو نکالا جا رہا ہے جو اُس وقت مذکورہ مقامات میں زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی حالت میں پڑی تھی۔

اس آگ کو آج خام تیل یعنی کروڈ آئل کا نام دیا جاتا ہے یہ خام تیل زمین کو پھاڑ کر اس میں اس کی گہرائیوں تک سوراخ کر کے اسی تہہ سے نکالا جاتا ہے جو چٹانی تہہ ہے۔ الدجّال کے موضوع پر بات کرتے ہوئے ہم نے ان روایات کو بھی سامنے رکھا تھا جن میں محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ زمین کی اس چٹانی تہہ کو ایسے

پھاڑا جائے گا جیسے کھجور کی شاخ ہوتی ہے تو غور کریں کیا عین اسی طرح آج اس آگ کو نہیں نکالا جا رہا؟
آپ خود غور کریں کہ وہ کون سی آگ ہو سکتی ہے جو نہ صرف آج سے چودہ صدیاں قبل بھی موجود تھی اور آج بھی موجود ہے؟ وہ کون سی آگ ہے جو آج سے چودہ صدیاں قبل زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی حالت میں موجود تھی اور آج بھی نہ صرف زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی حالت میں موجود ہے بلکہ آج اسے بالکل اسی طرح نکالا جا رہا ہے جس طرح نکالنے کا کہا گیا؟ کیا خام تیل کے علاوہ کوئی دوسری آگ آپ کو نظر آ رہی ہے؟
یہ آگ محمد علیہ السلام کے وقت ٹھنڈی حالت میں پڑی تھی اور آج اسے وہاں سے نکالا جا رہا ہے نکالنے کے بعد وہ ٹھنڈی حالت سے بدل کر اپنی اصل حالت آگ میں بدل رہی ہے کہ واقعتاً کہ یہ جو ٹھنڈی شئے ہے یہ ٹھنڈی نہیں ہے بلکہ یہ تو آگ ہے یہ اصل میں آگ ہے جو ٹھنڈی حالت میں موجود ہے۔ کیا یہ وہی آگ نہیں ہے جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے؟ حقیقت ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے۔
پھر آج آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو غور کریں کیا یہ آگ زمین کو پھاڑ کر اس میں گہرائیوں تک سوراخ کر کے چٹانی تہہ کو کھجور کی شاخوں کی طرح پھاڑ کر نہیں نکالا جا رہا؟

آج جب آپ اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو آپ اس حقیقت کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں؟ یہ وہ حق ہے جو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ وہ حق ہے جس کا رد دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

یہ کوئی دیو مالائی قصے و کہانیاں نہیں ہیں جو چودہ صدیوں سے لیکر آج تک سنائی جا رہی ہے جو اکثریت کے عقائد و نظریات ہیں اس کے باوجود آج تک ان دیو مالائی قصوں و کہانیوں کا ایک لفظ بھی سچا ثابت نہ ہو سکا اور نہ ہی قوانین فطرت ان دیو مالائی قصوں و کہانیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

ہم آپ کو مستقبل سے منسوب کر کے ایسے قصے و کہانیاں سنا کر داد وصول نہیں کر رہے کہ آج دوسروں سے بڑھ کر مصالحے اور تڑکہ لگا کر دیو مالائی کہانیاں بنا کر داد بٹور لو مستقبل کس نے دیکھا جو آج تمہیں کوئی غلط کہے گا اس لیے کون تمہیں غلط کہے گا نہ ایسا وقت آنا جب یہ کہانیاں پوری ہونی اور نہ ہی تمہارا پول کبھی کھلے گا اس لیے دیو مالائی قصے و کہانیاں سنا کر نہ صرف داد وصول کرو بلکہ لوگوں کے اموال کھاؤ۔

ہم ایسا نہیں کر رہے بلکہ ہم تو حق کھول کھول کر آپ کی آنکھوں کے سامنے رکھ رہے ہیں اب فیصلہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے آیا اس حق کو تسلیم کرتے ہیں یا پھر اللہ کے قانون میں اندھے، گونگے اور بہرے ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، اللہ کے قانون میں خنزیر اور بندر ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، اللہ کے قانون میں شر الدواب ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، اللہ کے قانون میں اموات اور قبروں میں ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یہ فیصلہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے آپ کے اپنے اختیار میں ہے لیکن ایک بات کان کھول کر سن لیں کہ یہ حق ہے اور حق کو حق حاصل ہے کہ اسے تسلیم کیا جائے، جب حق سامنے آجاتا ہے تو باطل کو ہر حالت میں مٹنا ہوتا ہے اور نہ صرف آج باطل کو مٹا دیا جائے گا بلکہ آپ کو ہر ایک کو اس حق کو تسلیم کرنا ہوگا خواہ آپ کو گزشتہ ہلاک شدہ اقوام یا فرعون کی مثل ہی کیوں نہ منوانا پڑے۔

رسول اللہ ﷺ قال: نار تخرج من قعر عدن ترحل الناس. مسلم

باقی الفاظ کے معنی پچھلی روایت میں بیان ہو چکے ہیں اس لیے اس روایت میں صرف ایک ہی لفظ ایسا ہے جس کے معنی بیان کرنا ضروری ہیں۔

رحل. ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، سفر کرنا، گھومنا پھرنا، آوارہ گردی کرنا، بھٹکنا، ہجرت کرنا وغیرہ۔

رحل کے شروع میں "ت" کے استعمال سے یہ لفظ "ترحل" بن جائے گا جس کے معنی وہ آگ وجہ بنے گی یا اس آگ سے سفر کیا جائے گا، ہجرت کی جائے گی، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا جائے گا، اس آگ کی وجہ سے یا اس سے گھوما پھرا جائے گا آوارہ گردی کی جائے گی، بھٹکا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: آگ نکالی جائے گی زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے زمین کو کھود کر، اس کی گہرائیوں تک سوراخ کر کے جیسے زمین کی گہرائیوں سے سوراخ کر کے کچھ نکالا جاتا ہے، لوگ اس آگ سے سفر کریں گے، ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں گے، ہجرت کریں گے، آوارہ گردی کریں گے، بھٹکیں گے وغیرہ۔

ان روایات کی روشنی میں اگر آج آپ دیکھیں کہ کیا ایسی کوئی آگ اس طرح نکل رہی ہے جو کہ زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ میں ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے اور زمین کھود کر زمین میں سوراخ کر کے زمین کو پھاڑ کر اس آگ کو نکالا جا رہا ہے؟ تو آج بالکل ایسا ہو رہا ہے ایسی آگ نکالی جا رہی ہے جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں۔

نیچے تصاویر میں دیکھیں یہ آگ کس طرح زمین سے نکل رہی ہے اور پھر روایات میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کیساتھ اس کا موازنہ کریں اور پھر لوگ اس آگ کی خرید و فروخت کرتے ہیں اور یہ آگ سفر کرنے، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے، ہجرت کرنے وغیرہ کا ذریعہ بن رہی ہے یعنی آج دنیا میں سارے کا سارا ٹرانسپورٹ نظام اسی آگ کی بدولت چل رہا ہے، لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر سفر کرتے ہیں آوارہ گردی کرتے ہیں تو وہ گاڑیاں اسی آگ یعنی تیل سے ہی چلتی ہیں، اسی آگ سے لمبے سفر کیے جا رہے ہیں یعنی اسی آگ سے جہاز وغیرہ بھی چلتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز تضىء اعناق الابل ببصرى. مسلم

تضیء. اس سے یعنی اس آگ سے روشن ہونا۔

اعناق جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد عنق ہے اور عنق کہتے ہیں ایسی شئے کو جو شروع سے تنگ ہو جیسے جیسے آگے بڑھے تو کھلتی جائے یعنی پھیلتی جائے وسیع ہوتی چلی جائے جیسے کسی بوتل کا اگلا حصہ ہوتا ہے یا جیسے صراحی ہوتی ہے۔ یہی خصوصیات بہت سے جانداروں اور انسانوں کے جسم کے ایک عضو میں پائی جاتی ہے جسے گردن کہتے ہیں اس وجہ سے گردن کو بھی عنق کہتے ہیں۔

الابل. ایسی سواریوں کو کہتے ہیں جو وزن اٹھا کر مشکل رستوں جیسے صحراؤں وغیرہ میں لمبے فاصلے طے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ محمد علیہ السلام کے وقت ایسی تمام صفات صرف اونٹوں میں پائی جاتی تھیں اس لیے اونٹوں کو اس وقت ابل کہا جاتا تھا ویسے اونٹ کو عربی میں جمل کہتے ہیں، یہی خصوصیات وصفات

جس میں بھی پائی جائیں گی اسے ابل کہا جائے گا۔

ببصری. دیکھنے کی صلاحیت سے۔ بصر کہتے ہیں دیکھنے کی صلاحیت کو۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت یعنی آسمانوں و زمین میں انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردِ اعمال کی صورت آنے والی ہلاکتوں و تباہیوں میں ایسی عظیم تباہی جو کہ ایک زلزلہ ہوگا جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے ایسا زلزلہ کہ اگر اسے زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنے بھی زلزلے ہیں ان کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے حتیٰ کہ نکل آئے آگ حجاز کی زمین سے، اس آگ سے روشن ہوں گی عناق الابل یعنی بوجھ اٹھا کر لمبے فاصلے طے کرنے والی سواریاں روشن کریں گی کہ وہ روشنی جس مقام سے پیدا ہوگی وہاں سے سکڑی ہوگی لیکن جیسے جیسے آگے بڑھے گی تو پھیلتی جائے گی جیسے صراحی ہوتی ہے دیکھنے سے یعنی اس روشنی سے دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

ایسی ہی ایک روایت مستدرک الحاکم میں بھی ہے جس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: یرون کضوء النهار. الحاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: دیکھیں گے اس کی روشنی میں جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

کیا یہ سواریاں رات کو بالکل ایسے ہی رستوں کو روشن نہیں کر دیتیں؟ جیسے صراحی ہوتی ہے جہاں سے یہ روشنی پھوٹتی ہے وہ چھوٹی سی جگہ ہوتی ہے جیسے جیسے روشنی آگے بڑھتی ہے تو صراحی کی مانند پھیلتی جاتی ہے اور اس میں بالکل ایسے دیکھا جا سکتا ہے جیسے دن کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے اور کیا اس کی بنیاد وہی آگ یعنی خام تیل نہیں ہے؟

یہ حقیقت بھی آج آپ کے سامنے ہے آج آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایسی سواریاں وہ ٹرک اور گاڑیاں وغیرہ ہیں جو راتوں کو سفر کرتی ہیں اسی آگ سے وہ صراحی کی طرح روشن کر دیتی ہیں اور دیکھنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ اس روشنی میں ایسے دیکھا جاتا ہے جیسے دن کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ آج موجودہ تمام کی تمام سواریوں میں یہ سب خصوصیات موجود ہیں۔

آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا اور آپ جان چکے کہ وہ آگ خام تیل ہے اور یہ آگ کہاں کہاں سے نکلے گی اس کے لیے محمد علیہ السلام نے ان وادیوں کا ذکر کیا جنہیں برہوت کہا جاتا ہے اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ برہوت حضر موت کی وادیوں کو کہا جاتا ہے اس کے علاوہ بعض روایات میں بالکل دوٹوک یہ کہا کہ وہ آگ حضر موت اور بحر حضر موت سے نکالی جائے گی۔ پیچھے آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ حضر موت اور بحر حضر موت کون سے مقامات ہیں۔ حضر کہتے ہیں سرسبز کو اور موت کہتے ہیں وہ مواد جس سے شئے وجود میں آتی ہے یوں حضر موت کے معنی بنتے ہیں حضر یعنی زمین جو سرسبز و شاداب ہوتی ہے جو نباتات نکالتی ہے جس مواد سے وہ نباتات وجود میں آتی ہیں۔

اب آپ خود غور کریں زمین میں جہاں جہاں جو جو بھی وادیاں ایسی ہیں جو سرسبز ہیں جہاں طرح طرح کی نباتات، درخت، جنگلات اور باغات ہیں ان کی جو موت ہے وہ کہاں موجود ہے؟ جن وادیوں میں یعنی جن مقامات میں یا جہاں بھی ان کی موت موجود ہے اسے عربوں کی زبان میں حضر موت کی وادیاں کہا جاتا ہے۔

موت کسے کہتے ہیں؟ پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ موت اس مواد کو کہتے ہیں جس مواد سے شئے وجود میں آتی ہے، تو ذرا غور کریں وہ کیا شئے ہے جس سے سبزہ یعنی طرح طرح کی نباتات وجود میں آتی ہیں؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ وہ مواد ''الدم'' ہے یعنی زمین کا خون ہے جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے، خام تیل ہی وہ مواد ہے جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے اس پر حیات وجود میں آتی ہے یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ زمین کی گہرائیوں میں وہ مقامات جہاں خام تیل موجود ہے ان وادیوں کو یعنی ان مقامات کو حضر موت کہا جاتا ہے۔

ایسے ہی بحر حضر موت یعنی سمندروں سے زیر زمین مقامات سے وہ آگ نکالی جائے گی۔

اس کے علاوہ میں محمد علیہ السلام نے مشرق کا ذکر کیا۔ مشرق میں ایران سمیت وہ تمام علاقے ہیں جہاں جہاں سے یہ آگ یعنی خام تیل نکالا جا رہا ہے۔ اور ارض حجاز جسے آج سعودی عرب کہا جاتا ہے اس کا بھی محمد علیہ السلام نے نام لیکر ذکر کیا اور حیران کن طور پر یہ چونکا دینے والی باتیں ہیں کہ محمد علیہ السلام نے جو بیان کیا اس کے عین مطابق اسی طرح آج وہ آگ ٹھنڈی حالت میں یعنی خام تیل کی شکل میں نکالی جا رہی ہے جو محمد علیہ السلام کے وقت ٹھنڈی پڑی ہوئی تھی اور اگر آپ خام تیل سے نکلنے والی گیس اور پیٹرول وغیرہ کو چھوئیں تو اس سے ہاتھ بھی جم جائے اس طرح یہ آگ حقیقتاً بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔

پھر اسی طرح اگر محمد علیہ السلام کے مزید الفاظ میں غور کریں تو آج سے چودہ صدیاں قبل کہے ہوئے محمد علیہ السلام کے تمام کے تمام الفاظ اسی خام تیل کو ہی اشراط الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات و اشراط میں سے ایک علامت و شرط قرار دیتے ہیں جیسا کہ درج ذیل روایات میں ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب . ابن ماجه ، طبرانی

حسـر . حسر کہتے ہیں کسی بھی شئے کو جب کہ وہ اپنی منزل کی طرف جا رہی ہو تو اسے اِدھر اُدھر کر دینا اس میں کوئی کمی بیشی کر دینا جس سے وہ اپنی منزل یعنی اصل مقام تک نہ پہنچ پائے۔ مثلاً اگر آپ کوئی شئے اگاتے ہیں تو اس کا ایک قانون وضع کیا گیا اگر آپ اس قانون کے خلاف کرتے ہیں تو ظاہر ہے شئے کا جو اصل مقام ہے جہاں اس نے مکمل ہونے کی صورت میں پہنچنا ہے جو کہ اس میں مختلف عناصر کا معیار و مقدار ہے وہ پورا نہیں ہوگا شئے اصل مقام پر نہیں پہنچے گی۔

الفرات. الفرات جملہ ہے جو کہ مجموعی طور پر چار الفاظ کا مجموعہ ہے ''ال، فر، ا، ت'' ال جب بھی کسی کے شروع میں استعمال کیا جائے جو کہ لفظ کا حصہ نہ ہو یعنی الگ سے استعمال کیا جائے تو ''ال'' مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

''فر'' کہتے ہیں شئے کا جو مقام طے کیا گیا اس کا اپنے اصل متعین مقام پر ٹھہرنے، رکنے یا قائم رہنے کی بجائے کہیں اور چلے جانا۔ مثلاً اگر آپ کا ایک مقام طے کیا گیا یا متعین کیا گیا تو آپ اگر اس مقام پر ہیں تو وہاں ٹھہرنے یا رکنے کی بجائے وہاں سے کہیں اور چلے جائیں اور اگر آپ وہاں نہیں ہیں تو آپ اپنے اصل مقام پر آنے کی بجائے یعنی جہاں آپ کو آنے کا کہا گیا وہاں آنے کی بجائے کہیں اور ہی چلے جائیں اسے عربی میں ''فر'' کہا جاتا ہے۔

آگے آتا ہے ''ا یعنی الف'' جو اگر کسی لفظ کے درمیان میں استعمال ہوتا ہے تو اس میں کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں قرار دیتا، کسی کا بھی استثنیٰ ختم کر دیتا ہے اس کے کُل کے کُل کا ذکر ہوتا ہے۔

آگے آجاتا ہے ''ت'' جو براہ راست اس موجود شئے یا ذات کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کا ذکر کیا جارہا ہوتا ہے یہاں ''ت'' ارض کے لیے استعمال ہورہی ہے۔

الفرات کے معنی بنتے ہیں زمین میں جو کچھ بھی ہے یعنی زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سے جو اپنے اصل مقام پر ہیں ان کا اپنے اصل مقام کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جانا، اپنے اصل مقام سے ہٹ کر کسی دوسرے مقام یا اور مقامات پر چلے جانا اور اگر وہ رستے میں ہیں تو اپنے اصل مقام جو مقام ان کا طے کیا گیا وہاں پہنچنے کی بجائے کہیں اور چلے جانا۔

مثلاً اگر ایک شئے وجود میں آتی ہے تو جب تک وہ تکمیلی کے مراحل میں ہے وہ اس مقام تک نہیں پہنچی جس مقام پر آ کر وہ اس مقصد کو پورا کرسکتی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی مقام پر پہنچے جو مقام اس کا قانون میں طے کر دیا گیا اگر وہ وہاں نہیں پہنچتی تو ظاہر ہے وہ کہیں اور چلی جائے گی تو یہ اس کا ''فر'' ہونا کہلائے گا۔

اسی طرح اگر کسی مخلوق کو جس مقصد کے لیے خلق کیا ہے اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا یعنی جو مقام اس کا طے کر دیا گیا اسے اس کے مقام پر نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کا مقام تبدیل کر دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے وہ شئے اپنے اصل مقام پر ٹھہرنے کی بجائے کہیں اور چلی گئی تو یہ ''فر'' کہلائے گا۔

یحسر الفرات. یحسر الفرات کے معنی بنتے ہیں زمین میں جو کچھ بھی ہے زمین کی تمام کی تمام مخلوقات کو اِدھر اُدھر کر دینا ان میں تبدیلی کرنا جس سے وہ سب کی سب فر ہو جائیں گی یعنی اگر رستے میں ہیں تو جو مقام ان کا قانون میں وضع کر دیا گیا وہاں پہنچنے کی بجائے کہیں اور چلی جائیں اور اگر پہلے سے اپنے اصل متعین مقام پر ہیں تو وہاں سے ہٹ کر کہیں اور چلی جائیں گی۔

پھر اگلا لفظ ہے **جبل.** اور عربی میں جبل کہتے ہیں غیر معمولی حجم والی شئے کو، یعنی بہت بڑی مقدار میں کسی شئے کا ہونا یہ خصوصیت پہاڑ میں پائی جاتی ہے اس لیے پہاڑ کو بھی جبل کہا جاتا ہے اس کے علاوہ پہاڑ چوٹی کی مانند ہوتا ہے اور عربی میں چوٹی راس کو کہتے ہیں اسی وجہ سے پہاڑوں کو رواسی بھی کہا جاتا ہے۔

اگلا لفظ ہے **ذھب.** اور ذھب عربی میں کہتے ہیں ایسی شئے کو جس کے سامنے باقی تمام اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے، جس کی قدر و قیمت چمک دھمک باقی سب پر غالب آجائے۔ فطرت پر قائم رہتے ہوئے اموال و دولت میں یہ خصوصیت سونے میں پائی جاتی ہے اس وجہ سے سونے کو ذھب کہا جاتا ہے لیکن ذھب سونے کو نہیں کہتے بلکہ سونے کو ذھب کہا گیا اور اسی وجہ سے کہا گیا کیونکہ جب تک دنیا فطرت پر تھی یا ہو گی تو سونا ہی وہ واحد ایسی شئے ہے جس میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے، سونا اگر کسی جگہ پر پڑا ہوا ور وہیں جانور، بھیڑ، بکریوں سمیت مختلف اموال و دولت موجود ہوں تو سونے کی موجودگی میں سونے کے سامنے باقی سب کی سب اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے گی، سونے کی قدر و قیمت، چمک دھمک باقی سب پر غالب آجائے گی، سونے کی موجودگی میں ہر کسی کی چاہت، توجہ اور حصول کا مرکز بن جائے گا بالکل اسی طرح اگر سونے کی بجائے کوئی اور ایسی شئے سامنے آجائے جس کے سامنے سونے سمیت تمام کی تمام اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے تو وہاں سونے کو نہیں بلکہ اس دوسری شئے کو ذھب کہا جائے گا جس کے سامنے باقی تمام کی تمام اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ گئی جس کی قدر و قیمت چمک دھمک باقی سب پر غالب آگئی ایسے جیسے کہ اس کے علاوہ وہاں کوئی موجود ہی نہیں اور ہر کسی کی چاہت، توجہ و حصول کا مرکز بن گئی۔

اسے قرآن سے بھی آپ پر واضح کر دیتے ہیں

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِم. البقرۃ ۱۷

اس آیت میں اللہ نے لفظ ''ذھب'' کا استعمال کیا ہے اور اس آیت میں لفظ ذھب کی وضاحت بھی کر دی۔

مثلاً اگر آپ خود یہ تجربہ کریں کہ کسی اندھیری جگہ پر آگ جلائیں جب آگ جلے گی تو اس کے آس پاس کی اشیاء نظر آنے لگیں گی کہ آگ کے علاوہ اور بھی بہت سی اشیاء موجود ہیں لیکن جب آگ بہت تیز بھڑک جاتی ہے اور اس کی روشنی بہت بڑھ جاتی ہے تو اس کے آس پاس کی اشیاء اس آگ کی روشنی میں چھپ جاتی ہیں یعنی آگ کی روشنی آس پاس کی اشیاء پر ایسے غالب آجاتی ہے کہ وہ نظر ہی نہیں آتیں، آگ کے علاوہ وہاں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا آگ کی چمک دھمک کے آگے باقی سب کی چمک دھمک ماند پڑ جاتی ہے اور صرف آگ ہی کی چمک دھمک نظر آتی ہے۔

ایسے ہی سورج کی مثال لے لیں۔ جب سورج طلوع نہیں ہوتا یعنی رات کے وقت آسمان پر لاتعداد ستارے اور چاند بھی نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن جب سورج نکلتا ہے تو ان کی روشنی سورج کے سامنے ماند پڑنے لگتی ہے جس وجہ سے وہ رات کی طرح نظر نہیں آتے اور جب سورج مکمل روشن ہو جاتا ہے تو نہ چاند دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کوئی ستارا حالانکہ وہ سب موجود ہوتے ہیں اس کے باوجود ان کی موجودگی نظر نہیں آتی کیونکہ سورج کی روشنی ان سب پر اتنی غالب آ جاتی ہے کہ انہیں ایسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے وہ موجود ہی نہ ہوں۔ اسے عربی میں ذھب کہتے ہیں۔

فطرت پر قائم رہتے ہوئے مال و دولت میں یہی قدر و قیمت چمک دھمک اہمیت وحیثیت سونے میں پائی جاتی ہے یعنی اگر کہیں بہت سا مال پڑا ہو، جانور رہوں، رزق کے پہاڑ ہوں، اور بہت سے اموال ہوں لیکن وہیں ان کے درمیان سونے کا پہاڑ ہو تو جو بھی وہاں جائے گا اس کی نظر صرف سونے کے پہاڑ پر ہی پڑے گی اسے صرف وہی نظر آئے گا اس وجہ سے کہ سونا ان سب کے مقابلے میں اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ باقی سب کی قدر و قیمت چمک دھمک سونے کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اس لیے سونے کو ذھب کہا گیا۔

اب آتے ہیں روایت کی طرف۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یحسر الفرات عن جبل من ذھب .ابن ماجہ ، طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر آسمانوں و زمین میں کیے جانے والے مفسد اعمال کے بھیانک اور تباہ کن رد اعمال میں ایک عظیم تباہ کن ردعمل جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا جس میں تمام کے تمام لوگ مارے جائیں گے یعنی ایسی ہلاکت ایسا زلزلہ کہ اگر اسے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنی بھی ہلاکتیں آئیں جتنے بھی زلزلے ہیں ان کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال لینے سے پیچھے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔ یہ ہے الساعت تو الساعت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے ہر ایک کو اگر وہ پہلے سے اپنے اصل مقام پر ہے جو اللہ نے طے کر دیا تو اس سے ہٹ کر کسی اور مقام پر چلی جائے گی اور اگر وہ تکمیلی کے مراحل میں ہے تو وہ اپنے اصل مقام پر آنے کی بجائے کہیں اور چلی جائے گی اور یہ سب کا سب ایسی غیر معمولی مقدار میں سامنے آنے والی شئے سے ہوگا جس کی موجودگی میں تمام کی تمام قیمتی سے قیمتی اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے گی جس کی قدر و قیمت چمک دھمک باقی سب پر غالب آ جائے گی جس کی موجودگی میں ایسا لگے گا جیسے کوئی اور شئے اپنا وجود ہی نہیں رکھتی یعنی وہ شئے ہر کسی کی چاہت، توجہ اور حصول کا مرکز ہوگی۔

اب آپ خود غور کریں کہ کیا آج آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے یعنی زمین اور اس کے گرد سات آسمان جو کہ گیسوں کی سات تہہ در تہہ پرتیں ہیں ان میں جو کچھ بھی ہے کیا اپنے مقام پر ہے یا اپنے مقام سے "فر" ہو چکا؟ جو شئے بھی خلق ہوتی ہے تو وہ خلق کے مراحل مکمل کرنے کے بعد اس کا جو مقام اللہ نے قانون میں طے کر دیا کیا وہ اس پر پہنچتی ہے یا پھر "فر" ہو جاتی ہے یعنی وہاں پہنچنے کی بجائے کہیں اور چلی جاتی ہے۔

کسی بھی فصل کو لے لیں کیا آج اسی طرح خلق ہو رہی ہے جیسے اللہ نے قانون میں کر دیا یعنی بالکل اسی طرح خلق ہو رہی ہے جیسے اس وقت ہو رہی تھی جب انسانوں کو وجود میں لایا گیا؟ ذرا غور کریں کیا بالکل اسی طرح خلق ہو رہا ہے جیسے فطرت خلق کرتی ہے یا پھر آج انسان اس میں کھادوں، کیمیکلز سے اور بیجوں وغیرہ میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں انسان اس میں مداخلت کر رہے ہیں؟ جب حقیقت بالکل سامنے ہے کہ آج انسان اس میں مداخلت کر رہے ہیں تو ذرا غور کریں کیا وہ شئے اپنے معیار کے لحاظ سے اسی مقام پر پہنچے گی جو فطرت نے طے کیا جہاں وہ صرف اور صرف فطرت کے وجود میں لانے اور پروان چڑھانے سے ہی پہنچ سکتی ہے؟ کیا شئے میں جو عناصر درکار ہیں ان کا جو معیار اور مقدار ہے وہ بالکل وہی رہے گی جو اللہ نے قانون میں طے کر دیا یا پھر اس لحاظ سے بھی شئے اپنے اصل مقام پر نہیں پہنچے گی؟

اور کیا ایسے رزق یا ایسی "فر" اشیاء کے استعمال سے اس کے استعمال کرنے والے اسی مقام پر رہیں گے یا پہنچیں گے جو مقام ان کا اللہ نے طے کر دیا یا پھر فر شدہ کے استعمال سے وہ بھی فر ہی ہوں گے؟

تو جوابات بالکل واضح ہیں کہ جس جس میں بھی چھیڑ چھاڑ کی جائے گی، تبدیلی کی جائے گی، مداخلت کی جائے گی تو اگر وہ شئے پہلے اپنے مقام پر تھی تو وہ مقام پر

نہیں رہے گی بلکہ فر ہو جائے گی یعنی فطرت کے طے کردہ مقام سے ہٹ کر کہیں اور چلی جائے گی اور اگر وہ تکمیلی کے مراحل میں ہے تو وہ مکمل ہو کر اللہ کے طے کردہ یعنی فطرت کے طے کردہ مقام پر نہیں پہنچے گی بلکہ فر ہی ہو گی اور اس کا استعمال کرنے والے بھی ظاہر ہے فر ہی ہوں گے یعنی وہ بھی اپنے اصل مقام جو ان کے اصل ربّ اللہ کا طے کردہ ہے اس پر نہیں پہنچیں گے بلکہ کہیں اور چلے جائیں گے۔

اسی طرح آسمانوں اور زمین میں کسی بھی شئے کو لے لیں اور دیکھیں کہ کیا آج سب کا سب فر نہیں ہو چکا؟ یعنی اگر پہلے اپنے اصل مقام پر ہے جو اللہ کا طے کردہ ہے تو اس پر رہنے، ٹھہرنے یا قائم ہونے کی بجائے اس سے ہٹ کر کہیں اور پہنچ گیا اور اگر تکمیلی کے مراحل میں ہے تو مکمل ہو کر اپنے اصل مقام کی بجائے کہیں اور پہنچ گیا؟ تو جب آپ غور کریں کسی بھی شئے کو دیکھ لیں تو سب کا سب فر ہو چکا۔ نہ پہاڑ اپنے مقام پر رہے، نہ دریا، نہ سمندر، نہ خشکی، نہ موسم، نہ ہوائیں، نہ زمین اور نہ ہی فضا، نہ نباتات اور نہ ہی ان سے وجود میں آنے والے تمام کے تمام جاندار سب کا سب ''فر'' ہو چکا اور یہ سب کا سب کس وجہ سے ہوا کس سے ہوا؟ تو آج جب آپ دیکھیں تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے اسی آگ سے جسے آج خام تیل کہا جاتا ہے جسے اس روایت میں ذھب کہا گیا یعنی اپنے وقت کی ایسی قیمتی ترین شئے جس کی موجودگی میں باقی تمام کی تمام قیمتی سے قیمتی اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے، جس کی قدر و قیمت چمک دھمک باقی سب پر ایسے غالب آ جائے کہ وہی نظر آئے اس کے علاوہ کچھ نظر ہی نہ آئے گویا کہ صرف اور صرف اسی کا وجود ہے اس کے علاوہ کچھ موجود ہی نہیں، جو سب کی چاہت، توجہ اور حصول کا مرکز بن جائے۔

تو دیکھیں کیا آج وہ ایسی قیمتی ترین شئے موجود نہیں جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں؟ اور وہ غیر معمولی مقدار میں سامنے نہیں آئی؟ اور اسی سے زمین کی تمام کی تمام مخلوقات کو ''فر'' نہیں کر دیا گیا؟ یہ خام تیل ہی ہے جو اس دور کی سب سے قیمتی ترین شئے ہے بلکہ آج یہ ہر کسی کی چاہت، توجہ وحصول کا مرکز بنا ہوا ہے اور ہر کوئی اسی کے حصول کے خواب دیکھ رہا ہے۔

یہ خام تیل ہی ہے جس سے زمین کی تمام کی تمام مخلوقات ''فر'' ہو چکیں یعنی جو اپنے مقام پر تھیں وہ اس پر ٹھہرے یا قائم رہنے کی بجائے ہٹ کر کسی اور مقام پر پہنچ گئی اور جو تکمیلی کے مراحل میں ہوتی ہیں وہ مکمل ہو کر اپنے اصل مقام پر پہنچنے کی بجائے کہیں اور پہنچ جاتی ہے۔

یوں آج یہ دہلا دینے والے حقائق آپ کے سامنے ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری دس علامات واشراط میں سے ایک زمین سے النار کا نکلنا نہ صرف پوری ہو چکی، آ چکی بلکہ آج ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ہر لحاظ سے مشاہدہ کر رہا ہے یوں الساعت کہ یہ علامت وشرط بھی آ چکی جس کا آج تک انتظار کیا جاتا رہا اور آج بھی انتظار کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اگلی روایت میں دیکھیں

رسول اللہ ﷺ قال: یوشک الفرات أن یحسر عن کنزٍ من ذھب. بیھیقی، ابو داؤد

محمد علیہ السلام نے آخر الزمان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے جب یاجوج اور ماجوج وغیرہ کا ذکر کیا تو کہا یعنی جب یاجوج اور ماجوج کھل جائیں گے تو بہت جلد ایسا ہو گا کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کی تمام مخلوقات ''فر'' ہو جائیں گی یعنی فطرت کے طے کردہ مقامات پر پہنچنے یا رہنے کی بجائے اس کے برعکس اور مقامات پر چلی جائیں گی کہ انہیں ''حسر'' کر دیا جائے گا یعنی جو اپنے مقامات پر ہوں گی انہیں ان کے مقامات سے ادھر اُدھر دھکیل دیا جائے گا جس سے وہ اپنے اصل مقامات پر رہنے کی بجائے کہیں اور چلی جائیں گی جو ان کا اصل مقام نہیں ہو گا اور جو اپنے تکمیلی کے مراحل میں ہوں گی وہ مکمل ہو کر اپنے اصل مقام پر پہنچنے کی بجائے اور مقام پر پہنچ جائیں گی اور یہ سب ہو گا ایسے قیمتی ترین بہت بڑی مقدار میں خزانے سے جس کی موجودگی میں باقی تمام کی تمام قیمتی سے قیمتی اشیاء کی قدر و قیمت چمک دھمک ماند پڑ جائے گی، جس کی قدر و قیمت چمک دھمک باقی تمام کی تمام قیمتی سے قیمتی اشیاء پر بھی غالب آ جائے گی، جس کی موجودگی میں ایسا ہو گا جیسے اس کے علاوہ کسی دوسری شئے کا وجود ہی نہیں، جو ہر کسی کی چاہت، توجہ اور حصول کا مرکز ہو گی۔

اس روایت میں بھی وہی بات کی گئی لیکن اس میں اسے کنزٍ یعنی بہت بڑی مقدار میں خزانہ کہا گیا اور کون نہیں جانتا کہ خام تیل اللہ کے غیب یعنی انسانوں سے چھپائے ہوئے زمین کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ انہی خزانوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں ہر رسول نے کہا اور محمد علیہ السلام نے بھی کہا کہ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دیکر بھیجا گیا

اسی سے دابہ ہے جو کہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے داب جس کے معنی آپ جان چکے ہیں اور آگے ''ۃ'' ہے جو اس شئے کے لیے استعمال ہوتی ہے یعنی اس شئے کا اظہار کر رہی ہوتی ہے جس کا ذکر کرنا مقصود ہو اور وہ شئے موجود ہے۔ دابۃ جس کے معنی ہیں ہر وہ موجود شئے جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہے جو نہ صرف مرحلہ بہ مرحلہ، سٹیپ بائی سٹیپ آگے بڑھتی ہے بلکہ ایسے ہی مرحلہ بہ مرحلہ طے کرتے کرتے وجود میں آئی۔

یعنی اگر آپ زمین پر دیکھیں تو آپ کو مخلوقات کی کثیر تعداد ایسی نظر آئے گی جو خود بخود حرکت نہیں کرتیں یعنی ساکت مخلوقات ہیں اگر وہ حرکت کریں تو ان کی حرکت کے پیچھے کوئی دوسرا موجود ہو گا نہ کہ وہ خود حرکت کریں گی مثلاً جیسے درخت، پہاڑ، فصلیں، پھل پھول، سمندر اس طرح آپ کو ایک کثیر تعداد نظر آئے گی اب اس کے برعکس دوسری قسم کی مخلوقات ہیں جو کہ حرکت کرتی ہیں جیسے کہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات تو ایسی جتنی بھی مخلوقات ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں انہیں دابۃ کہا جاتا ہے۔

اب آپ جس زاویے سے بھی غور کریں گے تو آپ کو ان میں یہی خصوصیت نظر آئے گی نہ صرف یہ سٹیپ بائی سٹیپ یعنی مرحلہ بہ مرحلہ سفر کرتی ہیں حرکت کرتی کرتی آگے بڑھتی ہیں بلکہ یہ بالکل اسی طرح مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے وجود میں آئیں جسے آسان الفاظ میں ارتقاء کہا جاتا ہے۔

خلا میں گیسوں کے اختلاط سے ستارے آگ کے گولے یعنی سورج وجود میں آتے ہیں وہ آگ کے گولے اس وقت تک جلتے ہیں جب تک کہ ان میں جلنے والی یعنی اختلاط ہونے والی گیسوں کے مالیکیولز مکمل طور پر نہیں ٹوٹ جاتے اور ان سے خارج ہونے والی مزید گیسوں سے اسی طرح ستارے یعنی سورج آگ کے گولے وجود میں آتے ہیں اور ان کے مالیکیولز بھی جب تک مکمل طور پر نہیں ٹوٹ جاتے وہ جلتے رہتے ہیں اس طرح کئی اقسام کے سورج یعنی آگ کے گولے جب اپنی جلنے کی مدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں تب تک ان پر جھاگ کی ایک تہہ وجود میں آچکی ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو کر اوپر سے جم جاتی ہے یوں جو پہلے ایک ستارہ تھا یعنی آگ کا گولہ تھا وہ سیارے میں بدل جاتا ہے لیکن اندر آگ جلتی رہتی ہے، اب باہر جھاگ کے جم جانے سے چٹانی تہہ وجود میں آنے کی وجہ سے اندر سے گیسیں باہر خارج نہیں ہو پاتیں جس وجہ سے گیسیں اندر بھرتی جاتی ہیں جو بالآخر اتنی بھر جاتی ہیں کہ گیسوں کے دباؤ سے وہ سیارے زوردار دھماکے سے پھٹ جاتے ہیں جس سے ان میں وجود میں آنے والا مادہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر اسی رفتار سے خلا میں سفر کرنا شروع کر دیتا ہے یعنی ستارے کے پھٹنے سے جو شہابیے وجود میں آتے ہیں وہ اسی سمت میں خلا میں تیرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اب وہ شہابیے کچھ ستاروں کے قریب سے جب گزرتے ہیں تو وہ ستارے انہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جس سے اس ستارے پر وقتاً فوقتاً شہابیوں کی بارشیں ہوتی ہیں جس سے آنے والا مواد پگھلتا ہے یوں نہ صرف اس سے گیسیں خارج ہو کر ستارے کے گرد جمع ہوتی رہتی ہیں بلکہ ستارے پر آہستہ آہستہ جھاگ کی ایک تہہ وجود میں آجاتی ہے پھر بالآخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ستارے کی اپنے ہی محور پر گردش کی وجہ سے بالکل ایسے ہی دباؤ پڑنے سے جیسے گاڑی چلنے سے پیچھے کو دباؤ پڑتا ہے جھاگ کی تہہ جگہ جگہ سے اوپر کو اٹھ جاتی ہے اس کے بعد اس سے خارج ہونے والی گیسیں جو اس کے گرد اکٹھی ہوئی ہوتی ہیں ان کی وجہ سے جھاگ کی تہہ باہر سے ٹھنڈی ہو کر جم جاتی ہے جس سے انتہائی سخت چٹانی تہہ وجود میں آجاتی ہے یوں جو پہلے ایک ستارہ یعنی آگ کا گولہ تھا وہ سیارے میں بدل جاتا ہے اور آگے اپنے تکمیلی کے مراحل طے کرتا ہے۔

یہ زمین جس پر آپ موجود ہیں یہ بھی ایک وقت تھا کہ ایک ستارہ تھی جو بعد میں ارض یعنی ایک سیارہ بن گئی۔ ایک وقت تھا کہ یہ زمین بالکل سورج کی مانند آگ کا گولہ تھا کہ گیسیں پگھل رہی تھیں پھر اس پر کچھ شہابیوں کی بارشیں ہوتی رہی جس سے وہ شہابیے پگھلتے رہے اور ان کے پگھلنے سے ایک تو ان سے اس پر جھاگ کی ایک تہہ وجود میں آگئی اور دوسرا ان سے گیسیں خارج ہو کر اس کے گرد اکٹھی ہوتی رہیں، زمین کے اپنے ہی محور پر گھومنے کی وجہ سے دباؤ پڑنے کی وجہ سے جیسے گاڑی چلنے پر پیچھے کو دباؤ پڑتا ہے وہ جھاگ جگہ جگہ سے اوپر کو اٹھ گئی اور باہر خارج ہونے والی گیسوں کی وجہ سے جھاگ جم کر چٹانی تہہ میں بدل گئی یوں آہستہ آہستہ ایک وقت ایسا آیا کہ ستارے کی آگ اندر چلی گئی اور اس پر وجود میں آنے والی جھاگ کی تہہ ٹھنڈی پڑ گئی جس سے زمین ستارے سے سیارہ بن گئی ایسا سیارہ کہ جس کے اوپر تو چٹان نما پہاڑ اور چٹانی تہہ جھاگ کے ٹھنڈے ہونے سے وجود میں آگئی لیکن اس چٹانی تہہ کے نیچے آگ ہے یعنی لاوا ہے، ویسے تو آگ کو اگر ڈھانپ دیا جائے تو وہ جلنا رک جاتی ہے کیونکہ اسے جلنے کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے نہیں ملتی ایسے ہی زمین پر چٹانی تہہ وجود میں آنے سے نیچے آگ ٹھنڈی پڑ جانی چاہیے تھی لیکن وہ ٹھنڈی نہ پڑی اس کی وجہ یہ ہے کہ خلا سے جو پہلے مختلف اقسام کے شہابیے آئے ان میں ایسے

عناصر موجود تھے جن کی وجہ سے اس آگ کو جلنے میں مدد مل رہی ہے اور تب تک زیر زمین یہ آگ جلتی رہے گی جب تک کہ وہ مواد جل جل کر ختم نہیں ہو جاتا جو جلنے میں مدد فراہم کر رہا ہے یوں جب جھاگ کی تہہ جم جانے سے چٹانی تہہ وجود میں آ گئی تو اس کے بعد زمین پر مزید شہابیوں کی بارشیں ہوتی رہیں، شہابیوں کی بارشوں سے آنے والے مواد کو چٹانی تہہ کے گرم ہونے کی وجہ سے حرارت ملنے سے مواد میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوتے رہے جس سے ان شہابیوں سے آنے والا مواد کریک ہو کر اس سے گیسیں خارج ہو کر زمین کے گرد اکٹھی ہوتی رہی یوں جب یہ مراحل مکمل ہو گئے تو زمین کے اپنے ہی محور پر گردش کی وجہ سے دباؤ پڑنے پر مٹی کی تہوں نے پھسلنا شروع کیا یوں ایک طرف چٹانوں نے انہیں روکا تو دوسری طرف سے دباؤ پڑنے کی وجہ سے یہ پھسل کر آپس میں دھنستی چلی گئیں یوں ایک تو یہ مٹی کی تہیں سکڑ گئیں جس سے جگہ جگہ گڑھے بن گئے اور دوسرا نہ صرف نیچے کو بھی دھنسیں بلکہ اوپر کو بھی اٹھ گئیں جو کہ چٹانوں کے علاوہ پہاڑ وجود میں آئے۔ پھر جب یہ مراحل مکمل ہو گئے تو سورج کے وجود میں آنے سے سورج کی توانائی جب زمین کے گرد گیسوں کے مرکب میں داخل ہوئی تو ان میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوئے جس سے نہ صرف یہ گیسوں کا مرکب سات تہوں میں تقسیم ہو گیا بلکہ زمین پر آخری چار مراحل میں چار اقسام کے شہابیوں سے خارج ہونے والی گیسوں سے آکسیجن و ہائیڈروجن وجود میں آئیں اور پھر ان کے اختلاط سے پانی بارشوں کی صورت میں زمین پر اترا جو بلندیوں سے گہرائیوں کی طرف بہتا رہا جس سے زمین کا کٹاؤ ہو کر نالے، چشمے، نہریں اور دریا وجود میں آئے اور جو زمین کی تہوں کے پھسل کر سکڑنے سے گڑھے وجود میں آئے ان میں پانی بھرتے بھرتے سمندر وجود میں آ گئے اور بالآخر جب آکسیجن و ہائیڈروجن کا لیول اس سطح پر آ گیا کہ مزید اختلاط نہیں ہو گا تو بارشیں تھم گئی یوں اس کے بعد سمندروں سے پانی بخارات بن کر اڑنے لگا جس سے بارشیں اور موسم وجود میں آئے۔ یوں پانی سے زمین پر زندگی کا آغاز ہوا ایک طرف سمندروں میں جان وجود میں آئی اور دوسری طرف نباتات یوں دونوں طرف ارتقاء ہوتے ہوتے ایک طرف تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات وجود میں آئی تو وہیں دوسری طرف ارتقاء کرتے کرتے زمین باغات میں بدل گئی۔

پانی بنیادی طور پر خلا میں چار اقسام کے شہابیوں میں سب اٹامک پارٹیکلز کی صورت میں موجود ہے وہ چار اقسام کے شہابیے جن کی سب سے آخر میں سیارے پر بارشیں ہوتی ہیں اس لیے اس وقت اس زمین کے علاوہ پوری کائنات میں کسی دوسرے سیارے پر پانی کا وجود نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کل کائنات میں یہ زمین واحد ایسا سیارہ ہے جو مکمل ہوا باقی جتنے بھی ہیں وہ ابھی تکمیلی کے مراحل سے گزر رہے ہیں جب تک کہ وہ مکمل نہیں ہو جاتے ان پر پانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زمین پر اس طرح پانی وجود میں آنے کے بعد ہی زمین پر حیات کا آغاز ہوا اور پانی کے بغیر زندگی کا وجود ناممکن ہے۔

زمین پر پانی اترنے کے بعد پانیوں میں یعنی سمندروں میں زمین کے عناصر کا پانی کیساتھ اختلاط ہوا تو پانی میں زندگی وجود میں آئی یعنی پانی میں ایک بہت بڑی تعداد میں ایک خلیے پر مشتمل زندگی کی ابتداء ہوئی یعنی بہت بڑی تعداد میں پانیوں میں ایک ہی خلیے پر مشتمل جرثومے وجود میں آئے جن سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے تیرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں پھر اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے تیرنے والی سے رینگنے والی اور رینگنے والی سے چلنے والی اور چلنے والی سے اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں جسے آپ ارتقاء کا نام دے سکتے ہیں۔

پانی میں تیرنے والی مخلوقات ان سے ایسی مخلوقات کہ جو پانی اور خشکی دونوں میں زندہ رہ سکتی ہیں، تیرنے والی مخلوقات سے رینگنے والی مخلوقات، رینگنے والی مخلوقات سے چلنے والی مخلوقات اور چلنے والی مخلوقات سے اڑنے والی مخلوقات۔ اس طرح یہ تمام حرکت کرنے والی مخلوقات نہ صرف مرحلہ بہ مرحلہ حرکت کرتی ہیں آگے بڑھتی ہیں بلکہ یہ اسی طرح مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے وجود میں آئیں۔

اسی طرح اب دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں دابہ کے بارے میں کیا راہنمائی کی اللہ نے دابہ کسے کہا۔

قرآن میں چودہ مقامات پر لفظ دابۃ کا استعمال ہوا اور اس کی جمع کا صیغہ دواب چار مقامات پر استعمال ہوا۔ اس کے علاوہ جس سے یہ لفظ بنا ہے یعنی داب کا استعمال بھی چار مقامات پر ہوا یوں داب، دابۃ اور دواب کی صورت میں مجموعی طور پر ۲۲ مقامات پر اس کا استعمال ہوا۔ ان بائیس مقامات کو اگر سامنے رکھا جائے تو بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ دابہ کے معنی کیا ہیں بذات خود اس بشر کو بھی دابہ کہا گیا کیوں کہ نہ صرف بشر بھی حرکت کرنے والی مخلوقات میں سے ایک ہے بلکہ یہ بھی اسی طرح ارتقاء سے ہی وجود میں آیا۔

لفظ دابہ کو سمجھنے کی غرض سے اور موضوع کی طوالت سے بچنے کے لیے ہم چند آیات کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۔ البقرة ۱۶۴

اور جو اتارا اللہ نے بلندی سے پانی سے پس حیات دی اس کیساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں تمام دابۃ سے یعنی جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں جو کہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں۔

زمین کو مکمل کرنے کے بعد جب فضا سے پانی اللہ نے اتارا تو اس پانی سے زمین پر حیات کا آغاز ہوا یوں زمین پر جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں خواہ وہ پانیوں میں موجود ہوں، خشکی پر رینگنے، چلنے والی یا پھر اڑنے والی ان تمام مخلوقات کو پانی سے خلق کیا انہی میں بذات خود یہ بشر بھی شمار ہوتا ہے۔

یوں اس آیت میں بالکل صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں یہ تمام کا تمام دابہ ہیں یہ دواب ہیں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ.

الانعام ۳۸

اور نہیں دابۃ سے زمین میں اور نہ اُڑنے والے جو اُڑ رہے ہیں اپنے پروں سے مگر امم ہیں تمہاری ہی مثل، نہیں فرط کیا ہم نے الکتاب میں کسی شئے سے پھر یہ ان کے ربّ کی طرف اکٹھے کیے جا رہے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ نے بالکل واضح کر دیا کہ دابہ میں سے جتنی بھی مخلوقات ہیں یعنی جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں ان میں سے صرف تم واحد ایسے نہیں جن کی اہمیت وحیثیت امت کی ہے بلکہ دابہ میں سے جتنے بھی ہیں وہ سب تمہاری ہی مثل امم ہیں اور ان میں پھر اللہ نے اڑنے والی مخلوقات کو مخصوص کر دیا جس کے پیچھے بہت بڑی وجہ ہے جس پر اپنے مقام پر ہی بات کی جائے گی۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا. هود ۶

اور نہیں دابۃ سے زمین میں یعنی زمین میں جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں جو کہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں مگر اللہ پر ہے ہر دابہ کا رزق اور علم رکھ رہا ہے اس کی موت رزق کی صورت میں جہاں جہاں بکھری پڑی ہے اور جہاں جہاں دوبارہ موت کے بعد بکھر جائے گا یعنی جس مواد سے حرکت کرنے والی مخلوقات وجود میں آتی ہیں وہ مواد کہاں کہاں بکھرا پڑا ہے ذرات کی صورت میں جو کہ ان کا رزق ہے اور ان کی موت کے بعد دوبارہ ذرات میں تحلیل ہو کر جہاں جہاں بکھر رہے ہیں کون سا ذرہ کہاں جا ٹھہرتا ہے اللہ سب علم رکھ رہا ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ النحل ۴۹

اور اللہ ہی کے لیے سجدے میں ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہیں جتنے بھی دابہ سے ہیں یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات نے خود کو اللہ کے آگے مکمل طور پر جھکایا ہوا ہے وہی کر رہی ہیں جو اللہ انہیں کرنے کا حکم دے رہا ہے اور ملائکہ بھی مخصوص الہ کے لیے سجدہ کیے ہوئے ہیں یعنی خود کو اسی کے آگے مکمل طور پر جھکائے ہوئے ہیں اور جو بھی موجود ہیں آسمانوں اور زمین میں نہیں اپنی بات یا مرضی وغیرہ کو اس کے حکم پر ترجیح دے کر خود کو بڑا کہہ رہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں دابہ اور ملائکہ سمیت تمام کی تمام رائی برابر بھی اپنی مرضی نہیں کر رہیں صرف اور صرف اسی کی بات مان رہی ہیں جو مخصوص الہ ہے۔

اس آیت میں اللہ نے آسمانوں اور زمین میں مخلوقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے جیسے پہاڑ ہوں، درخت ہوں، سمندر ہوں یا جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں خواہ وہ جو انسان سے پوشیدہ ہیں یا پھر ظاہر، دوسرا تمام حرکت کرنے والی مخلوقات جن میں بشر سمیت پانیوں کی حرکت کرنے والی مخلوقات، خشکی پر حرکت کرنے والی مخلوقات اور اڑنے والی مخلوقات کو دابہ قرار دیا اور تیسرا ملائکہ۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۔ فاطر ۴۵

اور اگر پکڑ کرتا اللہ لوگوں کو ساتھ اس کے جو وہ کسب کر رہے ہیں نہیں چھوڑتا جس پر ان کا کسب ظاہر ہوتا تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات سے اور لیکن موخر کر رہا ہے انہیں اجل مسمیٰ تک۔ پس جب آ جائے ان کی اجل پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا اپنے غلاموں کے ساتھ دیکھتا۔

اس آیت میں بھی بالکل واضح ہے کہ انسانوں کے مفسد اعمال کی وجہ سے آسمانوں و زمین میں جو خرابیاں ہوتی ہیں اگر اللہ ایسا قانون بناتا کہ انسانوں کے ایسے اعمال کے سبب پکڑ کرتا تو زمین پر دابہ میں سے یعنی حرکت کرنے والی مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا جاتا یعنی تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات انسانوں کے مفسد اعمال کے سبب ان کے ردعمل کی صورت میں آنے والی تباہیوں کا شکار ہو جاتیں لیکن اللہ نے ایسا قانون بنا دیا کہ ساتھ ساتھ زمین کی اصلاح ہوتی رہے اور صرف وہی لوگ اس تباہی کا شکار ہوں جو اس کے ذمہ دار ہیں یا پھر جو ان کے فساد کے سبب اس قدر فساد کا شکار ہو چکے ہیں کہ ان کا وجود کالعدم کیا جانا ناگزیر ہو جائے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ . النحل ۶۱

اور اگر اللہ پکڑتا لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے تو نہ چھوڑتا اس پر کوئی بھی چلنے پھرنے، رینگنے اور اُڑنے والی مخلوق اور لیکن وہ موخر کرتا ہے جو اس نے اجل مقرر کی ہوئی ہے تک، پس جب آ جاتی ہے جو ان کی اجل ہے یعنی ان کے خاتمے کا وقت ان کی موت کا وقت تو نہیں انہیں اس سے موخر کر رہا لمحہ بھر بھی اور نہ آگے بڑھا رہا ہے لمحہ بھر بھی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ. النور ۴۵

اور اللہ نے خلق کیا تمام کا تمام دابۃ پانی سے، پس ان میں سے کچھ اپنے پیٹ پر چلتے ہیں، اور ان میں سے کچھ دو ٹانگوں پر اور ان میں سے کچھ چار پر، خلق کر رہا ہے اللہ جیسا اس کا قانون ہے یعنی جیسا اللہ نے خلق کرنا قدر میں کر دیا اس طرح جو خلق ہو رہا ہے وہ اللہ خلق کر رہا ہے اور جو اللہ کے وضع کردہ قانون کے خلاف یا اس کے برعکس خلق ہو رہا ہے وہ اللہ کا خلق کردہ نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہر اس شئے پر اللہ ہے جو اس نے قدر میں کی ہوئی ہے اور جو اس نے قدر میں نہیں کیا اس پر اللہ نہیں ہے۔

اس آیت میں تو اللہ نے مزید کھول کر صراحت کیساتھ واضح کر دیا کہ دابہ میں سے کچھ ایسی ہیں یعنی حرکت کرنے والی مخلوقات میں سے کچھ ایسی ہیں جو رینگ کر چلتی ہیں حرکت کرتی ہیں اپنے پیٹ کے بل اور کچھ ایسی ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتی ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر اور کس طرح واضح ہو سکتا ہے کہ دابہ کیا ہے اور پھر کون نہیں جانتا کہ زمین پر دو ٹانگوں پر چلنے والی مخلوقات میں بذات خود بشر کا بھی شمار ہوتا ہے بشر کی دو ٹانگیں ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . العنکبوت ۶۰

اور کتنے ہی دابۃ میں سے ایسے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھائے ہوئے یعنی جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں ان میں سے تمہیں بہت کم ایسی ملیں گی جو اپنا رزق اٹھائے ہوئے ہیں اور بہت ساری ایسی ملیں گی جو اپنا رزق اٹھائے ہوئے نہیں ہیں اس کے باوجود کیا وہ بھوکی مر رہی ہیں؟ اللہ ہے جو ان میں سے ہر ایک کا رزق ہے یعنی جو ان کی ضروریات ہیں اور صرف اور صرف وہی تمہیں بھی، اور جو کچھ بھی موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا تو جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو ایک ہی وجود سامنے آئے گا اور کچھ بھی نہیں ہو گا یہی وجود ہے جو سن رہا ہے علم رکھ رہا ہے یعنی یہ جو وجود آپ کو نظر آ رہا ہے یہی اللہ ہے اور نہ صرف یہ وجود سن رہا ہے کہ کس کی کیا ضرورت ہے بلکہ اللہ کو یعنی اس وجود کو علم ہے کہ کس کس کی کیا کیا ضروریات ہیں اور انہیں ان کی ضروریات مہیا کرنے سے غافل نہیں انہیں خلق کر کے بھول نہیں گیا کہ جو کسی مخلوق کو اپنے رزق کی ذمہ داری خود اٹھانی پڑے اور اٹھالے اور اگر اس کے باوجود کوئی مخلوق اپنے رزق کی ذمہ داری اٹھالیتی ہے تو وہ اپنے عمل سے اللہ کے السمیع العلیم ہونے کا کفر کر رہی ہے کیونکہ اگر وہ اللہ کو السمیع العلیم تسلیم کرتی تو اپنا رزق نہ اٹھائے ہوئے ہوتی جو کہ آج انسان کر رہا ہے انسان اپنا رزق اٹھائے ہوئے ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ. لقمان ۱۰

آسمانوں کی خلق دیکھ رہے ہو بغیر کسی ایک بھی ستون کے ہیں یہ جو آسمانوں کو بغیر کسی ایک بھی ستون کے خلق ہوا دیکھ رہے ہو یہ ہمیں دیکھ رہے ہو اور ڈال دیں ارض میں چوٹیاں کہ زمین کی تہیں تمہارے ساتھ پھسل نہ جائیں یعنی لینڈ سلائڈنگ نہ ہو اور پھیلا دیئے اس میں تمام کے تمام دابہ سے یعنی تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات سے جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں۔ اور کیا آرہا ہے آسمان سے؟ ہم آرہے ہیں آسمان سے یہ جو پانی آرہا ہے، پس کیا نکل رہا ہے زمین سے؟ ہم نکل رہے ہیں زمین سے اس میں تمام کے تمام کریم جوڑوں سے۔

ان تمام آیات سے یہ بات صراحت کیساتھ واضح ہو چکی کہ دابہ کے معنی کیا ہیں۔ دابہ کہتے ہیں تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات کو جو نہ صرف مرحلہ بہ مرحلہ، سٹیپ بائی سٹیپ آگے بڑھتی ہیں بلکہ اسی طرح مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے وجود میں آئیں۔

اور ارض یہ زمین ہے جس پر آپ آباد ہیں جو مختلف عناصر کا مجموعہ ہے جیسے کہ لوہا، تانبہ، سلور، سمیت طرح طرح کی دھاتیں اور اسی میں اس کا خون جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں جس سے پلاسٹک، نائیلون، پینٹس سمیت ہزاروں نہیں لاکھوں مصنوعات بن رہی ہیں۔

کیا دابۃ الارض نکل چکا؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دابۃ الارض نکل چکا جس نے قیام الساعت کے قریب نکلنا تھا جو کہ الساعت کے سب سے بڑی اور آخری اشراط میں سے ایک تھا یعنی وہ دابہ جو الساعت کا سبب بننا تھا یا پھر وہ ابھی مستقبل میں ظاہر ہوگا؟

تو اس کا جواب انتہائی آسان ہے۔ ایسا کریں کہ دابہ کی ایک فہرست بنائیں یعنی وہ کون سی مخلوقات ہیں جو مرحلہ بہ مرحلہ یعنی سٹیپ بائی سٹیپ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں، جب فہرست بنائیں تو تیرنے والی مخلوقات میں تمام کی تمام مچھلیاں اور پانی کے جاندار آجاتے ہیں ان کے علاوہ بڑے بڑے بحری جہاز، آبدوزیں پھر اسی طرح جو رینگ کر حرکت کرتی ہے ان میں سانپ سمیت بہت سی ایسی جاندار مخلوقات ہیں ان کے علاوہ ٹرینیں، ٹرامیں، الیکٹرانک سیڑھیاں اور ٹینک وغیرہ پھر ایسے ہی جو چل کر حرکت کرتی ہیں تو ان میں بذات خود یہ بشر آجاتا ہے گھوڑے، گدھے، خچر، اونٹ، گائے، بھینسیں، بکری، شیر اور ایسی ہی لاتعداد چلنے والی مخلوقات آجاتی ہیں اور ان کے علاوہ سائیکل، موٹر سائیکل، گاڑیاں وغیرہ آجاتی ہیں پھر ایسے ہی اڑنے والی مخلوقات کو لے لیں تو ان میں طرح طرح کے جاندار پرندوں کے علاوہ ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹرز، ڈرونز، سٹیلائیٹس اور خلائی اسٹیشن وغیرہ آجاتے ہیں۔

اب دیکھیں اللہ نے کیا کہا؟

اللہ نے قرآن میں بالکل کھول کر بتا دیا کہ اللہ نے اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ سکتے ہیں

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ . البقرة ۱۶۴

اور جو اتارا اللہ نے بلندی سے پانی سے پس حیات دی اس کیساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں تمام دابۃ سے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ. النور ۴۵

اور اللہ نے خلق کیا ہے تمام کا تمام دابہ پانی سے۔ یعنی اللہ نے ایسی تمام کی تمام مخلوقات جو مرحلہ بہ مرحلہ حرکت کرتی ہیں تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر انہیں پانی سے خلق کیا۔

اور پھر دوسری طرف وہ دابہ جو قیام الساعت کے بالکل قریب نکلے گا الساعت کی علامات واشراط میں سے ہوگا اس کے بارے میں اللہ نے جو کہا وہ بھی درج ذیل آیت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ. النمل ۸۲

اور جب واقع ہوگیا آگے آنے والوں پرقول تب کیا نکالا جائے گا؟ نکالا جائے گا اس وقت جو موجود ہوں گے ان کا دابۃ ارض سے۔

قول کا واقع ہونا کیا ہے اس پر آگے چل کر بات کریں گے لیکن اس آیت میں آپ دیکھ رہے ہیں بالکل واضح ہے کہ انسانوں کا دابہ نکالا جائے گا ارض سے یعنی انسانوں کی ایسی مخلوقات جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کریں گی وہ زمین سے وجود میں آئیں گی

اور انسانوں کے برعکس اللہ کا دابہ یعنی اللہ کی مخلوقات جو تیر کر رینگ کر چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں وہ سب کی سب پانی سے خلق ہوئیں۔

اب ایسا کریں کہ جو فہرست بنائی اس میں سے اللہ کا دابہ نکال لیں یعنی اس میں سے ایسی تمام کی تمام تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات نکال دیں جو پانی سے خلق کی گئیں اور پھر اگر تو پیچھے کچھ نہ بچے تو بلا شک وشبہ ابھی تک دابۃ الارض نہیں نکلا اور اگر پیچھے کچھ مخلوقات بچ جاتی ہیں اور وہ ارض سے ہی یعنی زمین سے ہی وجود میں آئیں تو پھر اس میں کچھ شک نہیں کہ دابۃ الارض نکل چکا جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کرسکتی۔

اب جب اس فہرست میں سے وہ تمام کا تمام دابہ نکال دیں جو پانی سے خلق ہوا جو کہ اللہ کا دابہ ہے تو آپ دنگ رہ جائیں گے کہ پیچھے بہت سا دابہ بچ جاتا ہے جیسے کہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹلائیٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ اور پھر اس سے بھی بڑی حیران کن اور چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ دابہ ارض یعنی زمین سے ہی وجود میں آیا، جس مواد سے یہ دابہ وجود میں آیا وہ تمام کا تمام مواد ارض سے ہی نکلا، یہ سارا دابہ ارض سے ہی وجود میں آیا۔ مثلاً اس میں استعمال ہونے والا لوہا زمین سے نکالا گیا، اس میں استعمال ہونے والا تانبہ زمین سے، سلور زمین سے، پلاسٹک زمین سے نکالے گئے خام تیل سے وجود میں آیا، پینٹ زمین سے نکالے گئے خام تیل سے وجود میں آیا، جس ایندھن سے یہ چلتا ہے اس ایندھن سمیت تمام کا تمام مواد ارض سے ہی نکالا گیا اور اسی سے یہ دابہ خلق ہوا۔ یوں یہ دابۃ الارض ثابت ہو جاتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ حق ہی کہاں جو غلط ثابت ہو جائے۔

کیا دابۃ الارض علامات واشراط میں سے ہے؟

پھر اس کے باوجود بھی کوئی شک وشبہ رہ جائے تو دیکھیں کہ کیا یہ دابۃ الارض علامات واشراط الساعت میں سے ثابت ہوتا ہے؟
پہلے دیکھتے ہیں کہ کیا یہ دابۃ الارض الساعت کی علامات میں سے ایک علامت ثابت ہوتا ہے؟ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ الساعت کی علامات میں سے ثابت ہوتا ہے قرآن میں اللہ نے کہا کہ جب وقت ختم ہو جائے گا بالکل آخر ہو جائے گا تب دابۃ الارض نکلے گا اس وقت الساعت بالکل سر پر آ چکی ہو گی تو آج یہ دابۃ الارض واقعتاً الساعت کا علم دے رہا ہے بالکل کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ الساعت بالکل سر پر آ چکی ہے۔
اب آئیں دوسری بات کی طرف کہ کیا یہ دابۃ الارض الساعت کی اشراط میں سے ثابت ہوتا ہے؟ یعنی کیا یہ دابۃ الارض ان بڑی بڑی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ ثابت ہوتا ہے جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی؟ الساعت جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی تباہیوں میں ایک عظیم تباہی ہو گی جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہو گا تو کیا یہ دابۃ الارض انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر مفسد اعمال میں سے ہے یا نہیں؟ کیا یہ دابۃ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال میں سے ہے کہ جن کی وجہ سے آنے والی ہلاکتوں وتباہیوں میں سے ایک عظیم ہلاکت وتباہی ایسا زلزلہ ہو گا جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے ان کا صفحہ ہستی سے نام ونشان ہی مٹ جائے گا ؟ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی تباہیوں میں ایسی تباہی کہ اگر اس کو تباہیوں سے نکال دیا جائے تو پیچھے انسانوں پر آنے والی تباہیوں کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے ایسا زلزلہ کہ اگر اس زلزلے کو زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے زلزلوں کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے کہ جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے کہ ہاں یہ دابۃ الارض الساعت کی آخری اور بڑی اشراط میں سے ایک ہے، ان وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جن کی بنا پر الساعت یعنی عظیم زلزلہ آئے گا، یہ دابہ الارض انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں ترقی کے نام پر انسانیت کی خدمت کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال میں سے ہے وہ مفسد اعمال جن کی وجہ سے الساعت آئے گی۔
اللہ نے قرآن میں بار بار کہا کہ آسمانوں زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے اللہ نے سب کا سب حق کیساتھ خلق کیا یعنی ہر ایک کی تخلیق کا نہ صرف کوئی نہ کوئی مقصد ہے بلکہ اسے بہترین خلق کر کے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کی لائن پر لگا دیا اور پھر ہر ایک کی کیا کیا ضروریات ہیں ان کا بھی اللہ کو علم ہے اور وہ ہر ایک کی ضروریات کو خلق کر کے انہیں فراہم کر رہا ہے یوں آسمانوں زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب میں المیز ان قائم ہو گیا بہترین توازن قائم کر دیا اور یہ میزان تب تک قائم رہے گا جب تک تمام کی تمام مخلوقات نہ صرف اپنے اپنے مقام پر رہیں گی بلکہ اپنی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کریں گی ان میں کسی ایک کو بھی اس کے مقام سے ہٹا دیا تو میزان میں خسارہ ہو کر تباہیاں آئیں گی اور بالآخر ایسی تباہی یعنی الساعت آئے گی جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا سب کے سب مارے جائیں گے۔
اس کے علاوہ اللہ نے قرآن میں یہ بات بھی بار بار واضح کر دی کہ اللہ نے ہر شئے کو قدر کیساتھ خلق کیا یعنی پورے حساب کتاب سے نہ ہی کم اور نہ ہی زیادہ اور جہاں رکھنا تھا وہی رکھا اسے آگے پیچھے اوپر نیچے نہیں کیا جا سکتا ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو میزان قائم نہیں رہے گا بلکہ اس میں خسارہ ہو کر تباہیاں آئیں گی جو دن بہ دن بڑھتے چلی جائیں گی اور بالآخر ایسی بڑی تباہی آئے گی کہ جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا یعنی الساعت۔
اسی طرح اللہ نے قرآن میں مختلف پہلوؤں سے یہ بات واضح کر دی کہ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے صرف یہی کُل کا کُل نہیں ہے بلکہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جنہیں تم سے چھپا دیا جو کہ غیب ہے اور غیب شجر ملعونہ ہے یعنی غیب کوئی ایک دو اشیاء نہیں بلکہ ایک پورا سلسلہ ہے جسے ہر صورت نظر انداز ہی کرنا ہے ورنہ اگر نظر انداز نہ کیا گیا تو نہ صرف غیب کا کفر ہو گا بلکہ اللہ کی آیات کا کذب ہو گا جس کے نتیجے میں میزان میں خسارہ ہو کر تباہیاں آئیں گی اور بالآخر ایسی بڑی تباہی آئیگی جو عظیم زلزلہ ہو گا جس میں کوئی ایک بھی انسان زندہ نہیں بچے گا سب کے سب مارے جائیں گے یعنی الساعت۔
اب آپ خود غور کریں کہ دابۃ الارض کی تخلیق کے لیے کون کون سا مواد استعمال ہوتا ہے اور وہ کہاں سے حاصل کیا گیا؟ لوہا کہاں سے نکالا گیا؟ زمین سے۔

تانبہ کہاں سے نکالا گیا؟ زمین سے۔ پلاسٹک، نائلون وغیرہ زمین سے خام تیل نکال کر اس سے اخذ کیا گیا، ایسے ہی جس ایندھن سے دابۃ الارض چلتا ہے وہ زمین سے خام تیل نکال کر اس سے اخذ کیا گیا۔ تو کیا یہ سب اللہ کے غیب سے کفر نہیں کیا گیا؟ اللہ کے غیب سے کذب نہیں کیا گیا؟ اللہ کی آیات سے کذب نہیں کیا گیا؟ مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا کر میزان میں خسارہ نہیں کیا گیا؟ جب اللہ کے غیب سے کفر کیا گیا، اللہ کی آیات سے کذب کیا گیا، میزان میں خسارہ کیا گیا تو ظاہر ہے پھر تباہیاں تو آئیں گی جو کہ دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جائیں گی اور اگر انسان اپنے ان کرتوتوں سے باز نہ آئے تو یہ تباہیاں بڑھتے بڑھتے بالآخر ایسی بڑی تباہی آئے گی کہ جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا جسے الساعت کہا گیا۔

دابۃ الارض کی خلق کے پیچھے کے اعمال زمین میں اللہ کے قائم کردہ توازن میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں جن سے زمین کا توازن بگڑ رہا ہے اور پھر اسی وجہ سے زمین جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، طرح طرح کی تباہیاں آ رہی ہیں، زلزلے آ رہے ہیں اور پھر اس دابۃ الارض سے خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسوں کی وجہ سے موسموں میں غیر معمولی فساد ہو رہا ہے جو طوفانوں، آندھیوں کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ زمین پر پانی کے نظام کو بھی شدید ترین متاثر کرنے کا سبب بن رہا ہے جس وجہ سے زمین کا توازن بگڑ کر زلزلے آ رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کا دابہ اشراط الساعت میں سے ایک عظیم شرط ہے۔ الساعت کے پیچھے چند بنیادی، بڑی اور غیر معمولی وجوہات میں سے ایک ہے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ دابۃ الارض ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ دابۃ الارض الساعت کی علامات میں سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ دابۃ الارض الساعت کی اشراط میں سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔ یوں اس پہلو سے بھی حق ہر لحاظ سے آپ پر کھل کر واضح ہو چکا کہ آج نہ صرف دابۃ الارض نکل چکا بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے۔

دابۃ الارض کا خالق کون ہے

دابۃ الارض کو ایک اور پہلو سے بھی آپ پر بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں تاکہ نہ صرف حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے کہ کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے بلکہ کوئی چاہ کر بھی حق کا انکار نہ کر سکے اور اگر اس کے باوجود وہ انکار کرتا ہے تو اس پر اللہ کا رسول حجت ہو جائے کہ کل کو اس کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے۔

الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک دابۃ الارض کا خالق کون ہوگا؟ یہ بات تو بالکل طے شدہ ہے کہ اس کا خالق اللہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ہی دابۃ الارض کا خالق ہوگا کیونکہ قرآن میں اللہ نے کہا۔

اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ. المومنون ۱۴

اللہ ہے احسن الخالقین۔ ایک تو آیت میں خالقین جمع کا صیغہ ہے اور دوسری بات کہ اللہ خود یہ کہہ رہا ہے کہ جتنے بھی خالق ہیں جو خلق کر رہے ہیں ان میں جو احسن خالق ہے ایسا بہترین خالق کہ جس سے بہتر کوئی خالق نہیں جس کی خلق سے احسان ہی ہوتا ہے نہ کہ کسی بھی مخلوق کے لیے ہلاکت کا سبب بنتی ہے ایسا خالق اللہ ہے اور جو ایسا خالق نہیں ہے بلکہ جس کی خلق سے احسان کی بجائے مخلوقات کا قتل ہو ظلم عظیم ہو تو اس کا خالق اللہ نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ نے خود یہ بات واضح کر دی کہ اللہ کے علاوہ بھی خالق موجود ہیں جو خلق کر رہے ہیں اور ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کی خلق احسن نہیں ہے وہ احسن خالق نہیں ہیں تو ذرا غور کریں کیا دابۃ الارض ایسی خلق ہے جو احسن ہو؟ جس کی خلق سے آسمانوں وزمین میں کسی ایک بھی مخلوق کو نقصان نہیں پہنچ رہا بلکہ الٹا احسان ہو رہا ہے یا پھر حقیقت اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ دابۃ الارض کی بنیاد ہی لاتعداد مخلوقات کا قتل عام ہے یہ کسی ایک بھی مخلوق پر احسان نہیں کر رہا بلکہ آسمانوں وزمین میں تباہیاں ہی پھیلا رہا ہے۔

اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ دابۃ الارض کا خالق اللہ نہیں بلکہ اللہ کا شریک انسان بذات خود ہے۔

اسی بات کو اللہ نے قرآن میں مزید اور پہلوؤں سے بھی سامنے لا رکھا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ . الانعام ۳۸

نہیں فرط کیا ہم نے الکتاب میں کسی ایک بھی شئے سے۔

الکتاب آسمانوں وزمین ہیں جو کچھ بھی آپ کو آسمانوں وزمین میں نظر آرہا ہے یہ الکتاب کی ہی آیات ہیں اور فرط کرنا کہتے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا تو اسے نامکمل کرنا، اس میں کوئی بھول چوک ہوجانا، جو بھی کام کیا اس کے کرنے میں کہیں نہ کہیں رائی برابر بھی کسی نہ کسی خامی کا رہ جانا جس سے بعد میں کام میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر کچھ خلق کیا تو اس کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار ومقدار کیا ہے کہیں بھی کوئی کمی کجی یا کوتاہی رہ جانا، کام کرتے ہوئے کوئی نقص کوئی خامی کوئی کجی رہ جانا، کام کرتے ہوئے لاپرواہی کا ہوجانا جس کی وجہ سے رہ جانے والے کام کو بعد میں مکمل کرنا پڑے اس میں سے خامیاں نکالنا پڑیں یعنی فرط کہتے ہیں کہ کوئی بھی کام کرنا تو اس میں کسی بھی قسم کی کوئی چھوٹے سے چھوٹی بھی غلطی کا ہوجانا کام کا نامکمل کرنا کہیں کوئی بھول ہوجانا جسے بعد میں ٹھیک کرنا پڑے وغیرہ۔

اس آیت میں اللہ نے دوٹوک الفاظ میں یہ بات واضح کردی کہ اللہ نے الکتاب میں کسی ایک بھی شئے سے فرط نہیں کیا یعنی اللہ نے آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا، خلق کرتے ہوئے اس نے کوئی کمی یا کجی نہیں چھوڑی اس نے کوئی لاپرواہی نہیں کی جو اس کی وجہ سے نامکمل کام کو بعد میں اسے مکمل کرنا پڑتا، اللہ نے جو کچھ بھی خلق کیا مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا اور وہ سب کا سب خلق کیا جو لازم تھا جسے خلق کیا جانا تھا وہ کچھ بھی بھول نہیں گیا تھا کہ جسے اس کو بعد میں خلق کرنا پڑتا، اللہ نے الکتاب یعنی آسمانوں وزمین میں نہ صرف سب کا سب خلق کیا وہ خلق کرتے وقت کچھ بھی بھولا نہیں تھا بلکہ پرفیکٹ خلق کیا اس کے بعد ہی بشر کو زمین پر وجود میں لایا اور پھر بشر کو خلق کرکے اس کی ضروریات کو خلق کرنا بھول نہیں گیا تھا جو انسان کو اپنی ضروریات کو خود خلق کرنا پڑتا، بشر کی ضروریات کیا ہیں اللہ کو مکمل علم ہے اس لیے اللہ نے بشر کی خلق سے پہلے ہی اس کی تمام کی تمام ضروریات کو خلق کیا کہیں کوئی کمی کجی یا کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کہیں کوئی نقص چھوڑا تھا۔

اب جب کہ یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوچکی کہ اللہ نے الکتاب میں فرط نہیں کیا تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر ایک خلق جو پہلے اپنا وجود نہیں رکھتی تھی اور بعد میں وجود میں آتی ہے تو وہ اللہ کی خلق ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اللہ پہلے خلق کرنا بھول نہیں گیا تھا جو اسے بعد میں خلق کرنا پڑتا اس لیے ایسی تمام کی تمام خلق جو پہلے اپنا وجود نہیں رکھتی تھی جو بشر کی خلق کے بعد انسان کی موجودگی میں وجود میں آئی اللہ کی خلق نہیں بلکہ انسان نے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے اللہ کا شریک بنتے ہوئے اس کے مقابلے پر اسے خلق کیا۔

یوں اس پہلو سے بھی آپ دیکھیں اور غور کریں کہ دابۃ الارض جو کہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹرسائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ کیا ان کا خالق اللہ ہے؟ اگر ان کا خالق اللہ ہے تو پھر انہیں بشر کو زمین پر وجود میں لائے جانے سے پہلے ہی موجود ہونا چاہیے تھا تو کیا یہ بشر کے زمین پر وجود میں آنے سے پہلے موجود تھا؟ نہیں بالکل نہیں۔

بشر کے زمین پر وجود میں لائے جانے سے پہلے تو بہت دور کی بات ہے بلکہ یہ تو آج سے چند دہائیاں پہلے تک اپنا وجود نہیں رکھتا تھا یہ تو آج سے چند دہائیاں پہلے وجود میں آیا تو پھر یہ اللہ کی خلق کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا اللہ نے فرط کیا؟ یعنی کیا اللہ نے جب آسمانوں وزمین کو خلق کیا یعنی الکتاب کو وجود میں لایا تو کیا اللہ تب ان مشینوں کو خلق کرنا بھول گیا تھا؟ کیا اللہ کو پہلے نہیں علم تھا کہ یہ مشینیں بشر کی ضرورت ہیں اور اللہ کو بعد میں یاد آیا یوں یاد آنے پر آج انہیں انسان کے لیے خلق کیا؟

اس پہلو سے بھی حق بالکل کھل کر آپ پر واضح ہوچکا ہے کہ نہ صرف دابۃ الارض کا خالق اللہ نہیں ہے بلکہ یہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹرسائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ دابۃ الارض ہے جو آج پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اور اگر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کردیئے جانے کے باوجود بھی کوئی نہیں مانتا تو ایسا شخص اپنی زبان اور اپنے عمل سے یہ دعویٰ کررہا ہے کہ اللہ نے الکتاب میں فرط کیا، اللہ نے جب آسمانوں وزمین کو خلق کیا تب اللہ بہت کچھ خلق کرنا بھول گیا تھا، اللہ نامکمل خلق کرتا ہے جو بعد میں اسے اپنی خلق کو مکمل کرنا پڑتا ہے جو کہ اللہ پر بہتان عظیم ہے اور اس کا دعویدار کبھی فلاح نہیں پائے گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے۔

پھراسی کواللہ نے ایک اور پہلو سے بھی قرآن میں جگہ جگہ واضح کر دیا جیسا کہ قرآن کی پہلی ہی سورۃ الفاتحہ کی پہلی ہی آیت کے شروع میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. الفاتحہ ۱

اللہ کے لیے ہے ہی حمد اور حمد کہتے ہیں جس میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی، کجی، کوتاہی، لاپرواہی، کوئی نقص، عیب یا خرابی وخامی وغیرہ نہ ہو جو ہر لحاظ سے مکمل پرفیکٹ اور بہترین ہو، خامیوں خرابیوں ونقائص سے مکمل طور پر پاک۔

جس میں بھی حمد نہ ہو یعنی جس میں رائی برابر بھی عیب ہو کوئی خامی وخرابی ہو تو اس کا ذمہ دار اللہ نہیں، وہ کام اللہ کا نہیں ہے اب ذرا غور کریں یہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ کیا ان میں حمد ہے؟ یعنی کیا یہ نقائص وخامیوں سے پاک ہیں؟ ان کے استعمال سے کیا آسمانوں وزمین میں سب کے سب میں حمد رہتی ہے سب کا سب سلامت رہتا ہے؟ یا پھر نہ تو بذات خود ان میں حمد ہے یہ سب کے سب ایک ہی پہلو سے دیکھ کر خلق کیے گئے اور دوسرے پہلو سے بالکل نامکمل بلکہ ان کی خلق کے مراحل اور ان کے استعمال سے آسمانوں وزمین میں طرح طرح کی تباہیاں آرہی ہیں؟

حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ نہ صرف ان کی خلق کے مراحل سے آسمانوں وزمین میں فساد عظیم ہو رہا ہے بلکہ ان کے استعمال سے آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں فساد عظیم ہو رہا ہے اور آج آپ اپنی آنکھوں سے اس کی وجہ سے آنے والی ہلاکتوں وتباہیوں کو دیکھ رہے ہیں تو اب آپ سے ہی سوال ہے کہ جس میں حمد نہیں کیا اس کا خالق اللہ ہوسکتا ہے؟ کیا وہ شیئ اللہ کی ہوسکتی ہے؟ کیا اس کا ذمہ دار اللہ ہوسکتا ہے؟ یا پھر اللہ کے لیے تو ہے ہی حمد اس لیے نہ تو ان کا خالق اللہ اور نہ ہی اللہ ان کی وجہ سے ہونے والے فساد کا ذمہ دار ہے۔

یوں اس پہلو سے بھی آپ پر یہ بات کھول کھول کر واضح کی جاچکی کہ یہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ نہ صرف دابۃ الارض ہے بلکہ اس کا خالق اللہ نہیں اس کا شریک انسان ہے، اس فساد عظیم کا ذمہ دار بذات خود انسان ہے۔

جب اللہ احسن خالق ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے اللہ کی خلق الساعت یعنی عظیم تباہی کا سبب بنے؟ ایسا ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ کے لیے ہے ہی حمد، اللہ جو بھی خلق کرتا ہے وہ تمام ترعیوب، خامیوں ونقائص سے پاک خلق کرتا ہے، اللہ کی خلق فساد کا سبب نہیں بنتی۔

آج پوری دنیا میں دابۃ الارض دھندناتا پھر رہا ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کرسکتی۔

مزید بھی ایسے کئی پہلوؤں سے دابۃ الارض کے خالق پر بات کی جاسکتی ہے مقصد اوراق پر اوراق کا انبار لگانا نہیں بلکہ حق کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کرنا ہے جو کیا جاچکا اس لیے مزید پہلوؤں سے اس پر بات کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور حق اس قدر کھل کر واضح ہو چکا کہ کوئی چاہ کر بھی اس کو نہ تو غلط ثابت کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کرسکتا ہے اور اگر اس کے باوجود کوئی اللہ کا شریک بننا چاہتا ہے تو اس کے لیے میدان کھلا ہے وہ کر کے دیکھ لے اس کا انجام بھی گزشتہ ہلاک شدہ اقوام وآل فرعون کی طرح ہوگا، ایسا کرنے والا مانے گا لیکن تب اس کا ماننا اسے کوئی نفع نہیں دے گا۔

دابۃ الارض تب نکلے گا جب قول واقع ہوگا

اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل یہ کہا تھا کہ آگے چل کر مستقبل میں جب انسانوں پر اللہ کا قول واقع ہوگا تب ارض سے دابہ نکلے گا جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ. النمل ۸۲

اور جب واقع ہوگا اللہ کا قول ان پر تو کیا ہم نے نکالا تمہارا دابۃ ارض سے؟ یعنی جب اللہ کا قول انسانوں پر واقع ہوگا تب انسان خود اپنا دابہ زمین سے نکالیں گے وہ اللہ کا دابہ نہیں ہوگا بلکہ انسانوں کا دابہ ہوگا کیونکہ اللہ نے تو اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا اور اللہ نے الکتاب یعنی آسمانوں وزمین میں کسی ایک بھی شیئ سے فرط نہیں کیا اللہ نے جو کچھ بھی خلق کرنا تھا سب کا سب خلق کرنے کے بعد ہی بشر کو زمین پر وجود میں لایا اس لیے دابۃ الارض نہ ہی اللہ کا دابہ ہوگا

اور نہ ہی اسے اللہ نکالے گا بلکہ وہ نہ صرف انسان کا دابہ ہوگا بلکہ اس کو نکالنے والا بذات خود انسان ہوگا جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال ہوں گے۔

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ ہی دابۃ الارض ہے تو کیا یہ تب ہی نکلا جب اللہ کا قول واقع ہوا؟ کیا آج کے انسانوں پر اللہ کا قول واقع ہو چکا؟ اور اس سے بھی پہلے تو یہ واضح ہونا لازم ہے کہ آخر اللہ کا قول ہے کیا جس کے واقع ہونے پر ہی دابۃ الارض نکلنا تھا۔

اور اگر نہ صرف یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کا قول کیا ہے بلکہ کھل کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کا قول تو کب کا انسانوں پر واقع ہو چکا تو پھر اس میں رائی برابر بھی کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا کہ نہ صرف دابۃ الارض کا نکلنا اللہ کے کلام کے مطابق ناگزیر ہو جانا تھا بلکہ اسے آج پوری دنیا میں دھندناتا ہوا نظر آنا چاہیے تھا جو کہ نہ صرف دابۃ الارض کب کا نکل چکا بلکہ آج پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اور آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ یہ آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ دابۃ الارض ہے۔

اب سب سے پہلے بات کرتے ہیں اللہ کے قول پر جس کے واقع ہونے پر ہی دابۃ الارض نکلنا تھا اور اللہ کے قول کو کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔

جب اللہ سے سوال کیا جائے تو پورے قرآن میں ایک ہی بات اللہ کا ایک ہی قول ہے جو آپ کو ھذا القرآن میں بھی نہ صرف جگہ جگہ ملے گا بلکہ اسی ایک ہی قول کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے زیر بحث لایا گیا اس پر بات کی گئی جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔ آل عمران ۶۲

اور نہیں ہے جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی الٰہ مگر اللہ

آگے بڑھنے سے پہلے الٰہ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا خواہ وہ آپ کا جسم ہو جسم میں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ناک، کان سمیت بہت سے اعضاء ہیں وہ سب دیئے گئے، سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے اور عمل کرنے کی بھی صلاحیت دی، آپ کو مال، اولاد، ذہانت، کچھ کرنے کی صلاحیتیں، کوئی عہدہ ومرتبہ یا جو کچھ بھی دیا تو ان میں سے کسی کا بھی جس کے فیصلے کے مطابق، جس کے لیے یا جس کے پیچھے استعمال کریں گے وہ آپ کا الٰہ کہلائے گا اور آپ جو اس کی بات مان کر اس کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے کسی کا بھی استعمال کریں گے تو یہ آپ اس کی عبادۃ کریں گے یعنی اس کی عبادۃ کہلائے گی جسے اردو میں غلامی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی کی بات ماننا اس کی بات مان کر اس کے مطابق عمل کرنا۔

آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا تو جو بھی آپ کو یہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کس کا کب کہاں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے یعنی آپ کو جو بھی دیا گیا تو اس کا استعمال کب کہاں کتنا اور کیسے کرنا ہے جس کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے آپ ان میں سے کسی کا بھی استعمال کریں گے تو جس کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے کسی کا بھی استعمال کریں گے وہ آپ کا الٰہ کہلائے گا اور آپ جو اس کی بات مانیں گے اس کے فیصلے کے مطابق عمل کریں گے جسے اطاعت کہا جاتا ہے تو ایسا کرنا یعنی اطاعت کرنا اس کی عبادۃ یعنی غلامی ہوگی۔

وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اور جتنے بھی الٰہ ہیں یعنی جتنے بھی ایسے ہیں جو یہ فیصلہ کرتے ہیں تمہیں بتاتے ہیں کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں ہوں، سننے دیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی عہدہ، مرتبہ یا کوئی مقام ہو یہ سب کیوں دیا گیا ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے ایسے جتنے بھی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی بات مانی جائے، جس کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی فیصلہ کرے کہ کیوں دیا گیا اور اس کا استعمال کیا ہے کب کہاں کیوں کتنا کیسے اور کس کے پیچھے استعمال کرنا ہے اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ یعنی صرف اور صرف اللہ ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے، کس کے پیچھے استعمال کرنا ہے اور کس کے پیچھے استعمال نہیں کرنا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ تو یہ جملہ ''اللہ'' اپنی وضاحت خود کر رہا ہے۔

اللہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے ''ال اور الٰہ'' الٰہ کے معنی تو آپ پہلے ہی جان چکے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''ال'' کے معنی کیا ہیں؟ کسی بھی لفظ کے

شروع میں ''ال'' یعنی الف لام کا استعمال اسے مخصوص کر دیتا ہے۔ جہاں بھی کسی لفظ یا جملے کے شروع میں ''ال'' کا استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ عام کا نہیں بلکہ خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے خاص کی بات کی جا رہی ہے۔

''ال اور الٰہ'' کو جمع کیا جائے تو ''اللہ'' بنتا ہے جس کے معنی بنتے ہیں مخصوص الٰہ یعنی جتنے بھی ایسے ہیں جو یہ فیصلہ کر رہے ہیں جو تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا وہ کس مقصد کے لیے دیا گیا اس میں سے کسی کا بھی کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے، کس کے لیے یا کس کے پیچھے استعمال کرنا ہے اور کس کے پیچھے نہیں۔ جتنے بھی ایسے ہیں جن کی بات مانی جا رہی ہے ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے جو خاص ثابت ہو جائے وہ الٰہ ہے یعنی اس کی بات مانی جائے گی اس کے فیصلے کے مطابق جو کچھ بھی دیا گیا اس کا یا اس میں سے کسی کا بھی استعمال کیا جائے گا۔

اب آپ پر فرض ہے کہ آپ غور و فکر کریں اور یہ جانیں کہ جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے وہ کون ہے جو مخصوص ثابت ہوتا ہے جو خاص ثابت ہوتا ہے؟ اسے جاننے کے لیے ایک مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں مثلاً اگر آپ کو کوئی کچھ دیتا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ جو آپ کو بتانا شروع ہو جاتے ہیں کہ اس شئے کا استعمال کیا ہے یہ تمہیں کس مقصد کے لیے دی گئی تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ان سب میں سے کس کی بات مانیں گے؟ مثلاً دس افراد ہیں جو کہ آپ کی راہنمائی کے دعویدار ہیں ان میں سے ہر کسی کا یہی کہنا ہے کہ میری بات مانو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس شئے کا مقصد کیا ہے اسے کس مقصد کے لیے استعمال کرنا ہے اسے کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے اور انہی دس میں سے ایک ایسا بھی ہے جو نہ صرف آپ کو اس شئے کے دیئے جانے کا مقصد بتا رہا ہے بلکہ وہ بار بار یہ بھی کہہ رہا ہے کہ دیکھو یہ شئے میں نے تمہیں دی ہے اس لیے یہ حق صرف اور صرف مجھے حاصل ہے کہ میری بات مانی جائے، میں نے تمہیں یہ شئے دی ہے تو ظاہر ہے صرف اور صرف مجھے ہی علم ہے کہ میں نے تمہیں یہ شئے کس مقصد کے لیے دی اسے کب کہاں کیوں کیسے اور کتنا استعمال کرنا ہے، کس کے لیے استعمال کرنا ہے اور کس کے لیے استعمال نہیں کرنا۔

اب آپ سے سوال ہے کہ آپ ان دس میں سے کس کی بات مانیں گے؟ یا ان دس میں سے کون ہے جسے یہ حق حاصل ہے کہ صرف اور صرف اسی کی بات مانی جائے؟ یعنی ان دس میں سے کون ہے جو مخصوص ثابت ہوتا ہے؟ اگر ان دس کو ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے تو کون ہے جو ان سب سے اوپر آئے گا؟ تو اس کا جواب نہ صرف انتہائی آسان ہے بلکہ بالکل واضح ہے آپ نہ صرف سننے دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، آپ سن اور دیکھ رہے ہیں اور آپ کا دماغ آپ کو یہ فیصلہ سنا رہا ہے کہ جس نے یہ شئے تمہیں دی صرف اور صرف اسی کو حق حاصل ہے کہ اس کی بات مانی جائے اسی کے کہے ہوئے کے مطابق اس کا استعمال کیا جائے اس کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ جب شئے اس نے دی تو ظاہر ہے اس نے بغیر کسی مقصد کے تو دی نہیں اور پھر اس نے کس مقصد کے لیے دی اس کے علاوہ کوئی دوسرا راہنمائی نہیں کر سکتا اس لیے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر مانی گئی تو پھر یہ بات بھی پہلے سے ہی نہ صرف طے شدہ ہے بلکہ واضح ہے کہ شئے جس مقصد کے لیے دی گئی وہ مقصد پورا نہیں ہوگا۔

بالکل ایسے ہی آپ غور و فکر کریں اور جانیں کہ جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے کون سا ایسا ہے جو مخصوص الٰہ ثابت ہوتا ہے؟

سب سے پہلے تو آپ کو یہ جاننا ہوگا کہ آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا مال، اولاد، جسم، جسم میں تمام کے تمام اعضاء، صحت، سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت، کچھ کرنے کی صلاحیتیں، کوئی عہدہ، مرتبہ یا مقام یا پھر کچھ بھی دیا گیا تو یہ سب کا سب کس نے دیا؟ جس نے یہ سب کا سب دیا وہ مخصوص الٰہ ثابت ہو جائے گا کیوں کہ ظاہر ہے جس نے بھی دیا تو اس نے بغیر کسی مقصد کے تو نہیں دیا اور پھر اس نے کس مقصد کے لیے دیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے کرنا ہے کس کے پیچھے یا کس کے لیے ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے اور کس کے لیے یا کس کے پیچھے استعمال نہیں کرنا اس کا علم صرف اور صرف اسی کو ہے اس کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا اور اگر اس کے علاوہ کسی اور کی مانی گئی کسی اور کے کہے کے مطابق ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کیا گیا تو جس مقصد کے لیے یہ سب دیا گیا وہ مقصد پورا نہیں ہوگا جس کا نتیجہ سوائے ہلاکت و تباہی کے کچھ نہیں ہوگا۔

اب جب غور و فکر کیا جائے اور یہ جانا جائے کہ وہ کون ہے جس نے آپ کو وجود دیا اور یہ سب کا سب دیا یعنی آپ کا ربّ کون ہے؟ تو بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ جو وجود نظر آ رہا ہے یہی وجود ہے جس نے نہ صرف آپ کو وجود دیا بلکہ جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے وہ سب کا سب اسی وجود نے ہی آپ کو دیا، جو کچھ بھی

موجود ہے اور اور کرتے جائیں جب اور ختم ہو کر ماضی کا صیغہ بن جائے تو ایک ہی وجود سامنے آئے گا اس کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں اور یہی وجود ہے جو آپ کو عدم سے وجود میں لایا آپ کو تمام کے تمام اعضاء دیئے، آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی، کچھ کرنے کی صلاحیت دی، آپ کو مال، اولاد دیا، آپ کو ذہانت دی کوئی عہدہ و مرتبہ یا کوئی مقام دیا یعنی جو کچھ بھی آپ کو حاصل ہے اسی وجود نے آپ کو دیا جسے آپ مخلوقات کا نام دیتے ہیں جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہی ہیں جسے آپ فطرت اور انگلش میں نیچر کہتے ہیں۔

اب جب یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ یہی وجود جو آپ کو ہر طرف مخلوقات کی صورت میں نظر آ رہا ہے اسی نے آپ کو سب کا سب دیا تو ظاہر ہے اس وجود نے آپ کو جو کچھ بھی دیا تو اس میں سے کچھ بھی کوئی ایک بھی شئے خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہی کیوں نہ ہو بغیر کسی مقصد کے لیے تو نہیں دیا۔

جب اسی وجود نے آپ کو یہ سب کا سب دیا تو یہی وجود مخصوص الہ یعنی اللہ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسی وجود نے آپ کو یہ سب دیا تو یہ سب کا سب اسی کا ہے اور اس نے کس مقصد کے لیے یہ سب دیا اس کے علاوہ کسی دوسرے کو علم ہو ہی نہیں سکتا جس وجہ سے صرف اور صرف اسی وجود کو ہی حق حاصل ہے کہ اس کی ہی بات مانی جائے اس کے کہے ہوئے کے مطابق ہی جو کچھ بھی دیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کیا جائے ورنہ اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے کی بات مانی گئی کسی دوسرے کے پیچھے اس کا استعمال کیا گیا تو پھر جس مقصد کے لیے یہ سب آپ کو دیا گیا کبھی بھی کسی بھی صورت وہ مقصد پورا نہیں ہو گا بلکہ اس کے بالکل برعکس ہو گا جو کہ تباہ کن اور انتہائی ہلاکت خیز ہو گا۔

یوں بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ جتنے بھی الہ ہیں ان میں صرف اور صرف یہی ''ال الہ'' یعنی اللہ ثابت ہوتا ہے اس لیے اللہ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادۃ یعنی غلامی کی جائے کسی کی بھی بات مانی جائے۔

اور آپ جان کر حیران ہوں گے کہ پورے قرآن میں اسی بات کو پھیر پھیر کر ہر پہلو سے سامنے لا رکھا گیا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ. الزخرف ۶۴

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی جسے تم اللہ کہہ رہے ہو ایسا کوئی اللہ وجود ہی نہیں رکھتا جو اللہ ہے اسے تم نے اللہ تھا کیا ہوا ہے جو اللہ ہے اس کے ساتھ دشمنی کر رہے ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہے اللہ تو آگے اسی سوال کا جواب ہے هُـــوَ اللہ ہے۔ هُوَ دو الفاظ کا مجموعہ ہے گول والی '' ہ '' اور '' و ''۔ گول والی '' ہ '' کسی شئے کی طرف اشارہ کے لیے استعمال ہوتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ انسان کے لیے تین حالتیں وجود رکھتی ہیں ماضی حال اور مستقبل اس لیے کس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے یہ واضح کرنا لازم ہے۔ کسی ماضی کی شئے کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے حال والی شئے کی طرف یا پھر مستقبل والی شئے کی طرف اس کو واضح کرنا لازم ہے جس کے لیے زبر زیر اور پیش کا استعمال کیا جاتا ہے۔ زبر کا استعمال ماضی میں لے جاتا ہے زیر کا استعمال مستقبل میں اور پیش کا استعمال حال کا اظہار کرتا ہے۔ هُوَ میں گول والی '' ہُ '' پر پیش ہے جس کا معنی بنتا ہے کہ اس شئے کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو موجود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجود ہے تو آپ کو بہت کچھ موجود نظر آئے گا مثلاً درخت تو کیا درخت اللہ ہے تو اس کا جواب آپ سے اس سوال میں ہے کہ کیا صرف درخت ہی موجود ہیں تو اس کا جواب ہو گا کہ نہیں اور بھی بہت کچھ موجود ہے تو یہی آگے کہا گیا '' وَ '' و کے معنی ہیں اور، و پر زبر آ جانے سے یہ ماضی کا صیغہ بن جاتا ہے یوں '' هُوَ '' کے معنی بنتے ہیں کہ کیا ہے جو موجود ہے جو موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی کا صیغہ نہیں بن جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو ایک ہی وجود ایک ہی ذات سامنے آئے گی جو کہ اللہ ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔

آج انسان اپنے اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کو اللہ کا نام دیئے ہوئے ہیں، جس کا کوئی وجود ہی نہیں اسے اللہ بنائے ہوئے ہیں اور جو اللہ ہے جو کہ حق ہے اسے تھا کیا ہوا ہے۔ انسانوں کے اللہ کے نام پر تمام تر عقائد و نظریات کا رد کرتے ہوئے اللہ کا اپنے رسول کے ذریعے کہنا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے جو بھی موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا اور جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو اللہ ہی کی ذات سامنے آئے گی اور کچھ ہے ہی نہیں سوائے اللہ کے۔

جو موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی کا صیغہ نہیں بن جاتا تو جو وجود سامنے آئے یہی وجود رَبِّـــیْ میرا ربّ ہے یعنی یہی وجود ہے یہی

ذات ہے جس نے مجھے عدم سے وجود میں لایا، جو کچھ بھی میرے پاس ہے اسی وجود نے ہی دیا یہاں تک کہ میری تمام تر ضروریات یہی وجود ہی خلق کر کے فراہم کر رہا ہے اور وَرَبُّکُم اور تمہارا ربّ یعنی غور کرو جب تمہارا وجود نہیں تھا تو کون ہے جو تمہیں وجود میں لایا کیا یہی ذات تمہیں وجود میں نہیں لائی؟ اور تمہاری جتنی بھی ضروریات ہیں ذرا غور کرو کون ہے جو خلق کر کے تمہیں فراہم کر رہا ہے؟ کیا یہی وجود یہی ذات نہیں؟ یعنی کیا ھُوَ نہیں ہے؟ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا کیا اسی وجود نے نہیں دیا؟

ذرا غور کرو تمہاری ضروریات میں تمہیں سانس لینے کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہے تو کون ہے جو تمہیں آکسیجن فراہم کر رہا ہے آکسیجن دیکر تم پر احسان کر رہا ہے؟ کیا یہی درخت تمہیں آکسیجن فراہم نہیں کر رہے؟ کیا تمہارے کھانے کے لیے نباتات یہی زمین نہیں اگا رہی جس میں سمندروں کا اپنا کردار ہے، ہواؤں کا اپنا کردار، سورج کا اپنا، چاند کا اپنا اسی طرح کیا ہر لحاظ سے یہی وجود یہی ذات سامنے نہیں آتی؟ فَاعْبُدُوْهُ جب ہر لحاظ سے یہی ذات ہی سامنے آتی ہے ایک ہی وجود ہے اور جو وجود ہے اللہ ہی کی ذات ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں اسی نے نہ صرف تمہیں وجود دیا بلکہ جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے اسی نے تمہیں دیا تو پھر ان سب کا استعمال کس کے لیے کر رہے ہو؟ کس کے پیچھے کر رہے ہو؟ کس کی بات مان رہے ہو؟ کس کے فیصلے کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہو؟ مال و دولت استعمال کر رہے ہو؟ اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو؟ یا جو کچھ بھی دیا گیا اسکا استعمال کر رہے ہو سننے دیکھنے سمجھنے اور کرنے کی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو؟ جب یہ سب کا سب ھُوَ نے دیا تو پھر ظاہر ہے اس کے علاوہ کسی کو حق حاصل نہیں کہ اسے الٰہ بنایا جائے یعنی اس کی عبادۃ کی جائے اس لیے پس اسی کی عبادۃ کرو یعنی ھُوَ کو ہی الٰہ بناؤ اسی کی غلامی کرو اسی کے لیے اور اس کے پیچھے ان سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا۔

یوں اس پہلو سے بھی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ اللہ یعنی مخصوص الٰہ یہی وجود ہے۔ آپ خود غور و فکر کریں کہ آپ کا ربّ کون ہے یعنی وہ کون سی ذات ہے جس نے آپ کو وجود دیا؟ تو یہی وجود آپ کے سامنے آئے گا جسے آپ فطرت کہتے ہیں جنہیں آپ مخلوقات کا ہی نام دیتے ہیں اسی طرح آپ غور و فکر کریں کہ آپ کی جتنی بھی ضروریات ہیں وہ کون آپ کو خلق کر کے مہیا کر رہا ہے تو یہی وجود ہی سامنے آئے گا آپ کو اسی وجود نے مال، اولاد، سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت جو سمجھتے ہیں اس پر عمل کرنے کی صلاحیتیں دیں اس کے علاوہ بھی جو کچھ بھی ہے اسی وجود نے ہی آپ کو دیا جب یہی وجود ہی جو کچھ بھی ہے سب کا ربّ ثابت ہوتا ہے تو پھر ظاہر ہے ربّ ہی تو اللہ ہے یہی وجود مخصوص الٰہ یعنی اللہ ثابت ہوتا ہے۔

اب یہاں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ '' ھُوَ '' میں تو ہر کوئی آجاتا ہے تو اس کا مطلب کہ ہر کسی کی بات مانی جائے؟ یعنی ھُوَ میں تو جو کچھ بھی موجود ہے سب کا سب آجاتا ہے جس میں آج جتنے بھی انسان موجود ہیں وہ بھی آجاتے ہیں تو کیا ان سب کی بھی بات مانی جائے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اور بات مانی کس کی جا رہی ہے؟ جب ایک ہی وجود ہے دوسرا کوئی ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے ھُوَ ہی کی تو مانی جا رہی ہے اسی کو تو الٰہ بنایا ہوا ہے ہر کسی نے؟ تو اس کا جواب بہت آسان ہے مثلاً آپ اپنے ہی وجود کی مثال لے لیں اگر آپ کا نام عمران ہے تو عمران کیا ہے؟ کسی بھی عضو سے اور اور کرنا شروع کریں مثلاً ناخن سے شروع کریں تو ناخن پور کی طرف لے جائے گا پور انگلی کی طرف انگلی ہاتھ کی طرف ہاتھ بازوں کی طرف اس طرح اور اور کرتے کرتے پورا وجود سامنے آئے گا لیکن اگر کوئی بھی عضو جسم سے الگ ہو کر دوسرا وجود بن جائے تو کیا وہ ھُوَ یعنی جو بھی اعضاء ہیں اور اور کرنے سے ان میں آئے گا؟ مثلاً اگر ہاتھ جسم سے کٹ کر الگ ہو جائے ایک دوسرا وجود بن جائے تو کیا کٹا ہوا ہاتھ جو کہ الگ سے وجود بن چکا ہوگا وہ اور اور میں آئے گا؟ نہیں بلکہ جب وہ ہے ہی کٹا ہوا تو وہ اور اور میں کیسے آسکتا ہے اور اور میں تو وہی آئے گا جو جسم کیساتھ نہ صرف اپنے مقام پر موجود ہو بلکہ مربوط بھی ہو اپنا کام کر رہا ہو اور اگر کوئی وجود کیساتھ جڑا ہوا ہی نہیں وہ الگ سے وجود بنا ہوا ہے تو وہ دوسرا وجود ہے نہ کہ آپ کا وجود کہ وہ آپ ہو۔

ایسے ہی جب آپ اور اور کریں تو اور اور میں وہی آئے گا جو نہ صرف اپنے مقام پر ہوگا بلکہ جیسے مشین میں ہر پرزہ اپنے مقام پر ہوتا ہے اور اپنا کام کر رہا ہوتا ہے کوئی الگ سے وجود نہیں ہوتا بالکل ایسے ہی اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہا ہوگا اور جو اپنے مقام پر نہیں ہوگا اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کر رہا ہوگا تو وہ ھُوَ میں نہیں آئے گا بلکہ وہ الگ سے دوسرا وجود ہونے کا دعویدار ہوگا جسے شریک کہتے ہیں۔ اسی کو اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر واضح کر دیا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ . آل عمران ۱، ۲

الف لام میم اللہ ہے۔ سورۃ آل عمران کے شروع میں یہاں کہا جارہا ہے کہ ''الم'' اللہ ہے لیکن اس سے پچھلی سورۃ البقرۃ کے شروع میں کہا گیا ''الم'' وہ الکتاب ہے یعنی آسمانوں وزمین کو ''الم'' کہا گیا۔ یعنی جب پہلے ہی یہ بات واضح ہو چکی کہ جو نظر آرہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آرہا ہے تو ظاہر ہے پھر سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران میں دو مختلف باتیں نہیں کی گئیں بلکہ ایک ہی بات کو دو مختلف پہلوؤں سے دو مختلف مقامات پر پھیر کر سامنے لایا گیا اور اگر اس کے باوجود کسی کو کوئی شک وشبہ ہو تو آل عمران کی آیت ۲ بالکل کھول کر واضح کر دیتی ہے

الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ''الم'' اللہ ہے یعنی یہی جو وجود آپ کو نظر آرہا ہے یہی وجود ہی مخصوص الٰہ ہے نہیں الٰہ مگر ھُوَ۔ ھُوَ ہی اللہ یعنی مخصوص الٰہ ہے۔ اب وہی سوال کہ اگر ھُوَ ہی اللہ ہے تو پھر ھُوَ میں تو جو بھی موجود ہے سب کا سب آجاتا ہے اس میں اگر انسانوں کی بات کی جائے تو زانی، شرابی، قاتل، چور، ڈاکو سمیت بڑے بڑے مجرم آجاتے ہیں تو کیا یہ سب بھی اللہ کا وجود ہے ان کی بھی بات مانی جائے؟ تو آگے اسی سوال کا جواب دے دیا گیا کہ نہیں آپ کو سمجھنے میں غلطی ہوئی آپ نے جو الگ سے وجود کے دعویدار ہیں جو شریک بنے ہوئے ہیں ان کو بھی اللہ ہی سمجھ لیا جو کہ ایسا نہیں بلکہ ذرا غور کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ اللہ ثابت ہوتے ہیں؟ کیونکہ ھُوَ میں کون آئے گا وہ آپ پر واضح کر دیتے ہیں۔

سب سے پہلی شرط هُوَ. دیکھیں کیا موجود ہے تو جو کچھ بھی موجود ہے ان میں کون ھُوَ میں شمار ہوگا اور کون نہیں اس کے لیے یہ ذہن میں رکھیں الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیا وہ الحی ہے یعنی مخصوص حیا ہے مخصوص حیا یعنی زندہ ہونے کا مطلب ہے کہ اسے جس مقصد کے لیے وجود دیا وہ اس مقصد کو جان کر پہچان کر اس پر قائم ہے؟ اگر تو جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا اس مقصد پر قائم ہے اسے پورا کر رہا ہے اپنے مقام پر قائم ہے تو وہ مخصوص الٰہ ہے ورنہ وہ مخصوص الٰہ یعنی اللہ ثابت نہیں ہوتا اس لیے اسے کوئی حق حاصل نہیں کہ اسے الٰہ بنایا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ نے ایسا کیوں کہا یعنی صرف اور صرف اللہ ہی کو الٰہ کیوں بنایا جائے اس کی وجہ کیا ہے؟

تو اس کا جواب بھی اللہ نے قرآن میں جگہ جگہ دے دیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ کے سامنے ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . ابراهيم ۱۹

کیا نہیں دیکھا کہ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا آسمانوں اور زمین کی خلق بالحق ہے تو اللہ ہے ورنہ اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک دوسرا وجود ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الحجر ۸۵

اور نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . النحل ۳

خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ. العنكبوت ۴۴

خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ، آسمانوں اور زمین کی خلق بالحق ہے یعنی حق کیساتھ ہے تو اللہ ہے اگر بالحق نہیں تو اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ. الروم ۸

نہیں خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . الزمر ۵

خلق کیا آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ . الدخان ۳۹

نہیں خلق کیا ہم نے انہیں یعنی آسمانوں اور زمین کو مگر حق کیساتھ

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ .الجاثيه ۲۲

اور خلق کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ الاحقاف ۳

نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو بھی ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ

قرآن میں اللہ نے ان مقامات پر بیان کیا کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کا سب نہیں خلق کیا کسی کا بھی کوئی وجود نہیں ہے مگر جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو ان سب کا وجود ہے تو یہی اللہ کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نے انہیں خلق کیا ہے تو صرف اور صرف حق کیساتھ۔ حق کیساتھ خلق کرنے سے مراد کیا ہے اس کے معنی کیا ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور اس سوال کا جواب بھی اللہ کے کلام قرآن سے ہی حاصل کریں گے کہ حق کیساتھ خلق کرنے کا مطلب کیا ہے۔

جب قرآن پر یہ سوال پیش کریں تو قرآن اس کا جواب یوں دیتا ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ الروم ۸

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کیا اور نہیں خود ہی تفکر کر رہے اپنی ہی ذات میں یعنی کیا انہیں سننے دیکھنے اور پھر جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت نہیں دی؟ جب نہ صرف انہیں سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیتیں بھی دیں تو پھر یہ کیوں نہیں اپنی ہی ذات میں تفکر کر رہے اپنی ہی ذات میں غور وفکر کر رہے سوچ بچار کر کے اپنی ہی ذات کو سمجھ رہے؟ اگر یہ اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں تو ان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى نہیں خلق کیا اللہ نے السماوات اور ارض اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے مگر بالحق اور ان کی اجل بھی خلق کیں اجل مسمیٰ بھی۔ یعنی ان کو جو سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو اسی مقصد کے لیے دیں کہ یہ اپنی ہی ذات میں غور وفکر کریں آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان سب میں غور وفکر کریں جب یہ غور وفکر کریں گے تو ان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ ان کو کیسے خلق کیا گیا تو جو کچھ بھی انہیں اپنی ذات میں نظر آئے گا بالکل اسی طرح آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے ان کی مثال ہے۔

تمہارا جسم لاتعداد مخلوقات کا مجموعہ ہے ہر خلق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لیے ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کر دیا جس سے ان سب کے درمیان ربط قائم ہے سب کے سب ایک دوسرے سے مربوط و مشروط ہیں ایسے ہی جیسے کہ مشین میں تمام پرزے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و مشروط ہوتے ہیں جس سے ایک بہترین میزان قائم ہے یہ میزان تب تک قائم رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کریں گے اور ایسا تب تک ممکن ہے جب تک تمام کی تمام مخلوقات کو ان کی ضروریات بروقت ملیں گے ان کی جو مقدار اور معیار ہے اس میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا ورنہ اگر فرق آیا تو اجل آئے گی یعنی ردعمل آئے گا میزان میں خسارہ ہو کر جسم کی اجل آئے گی یعنی خرابی ہو گی جسے بیماری کا نام دیا جاتا ہے اور اگر اسے دور نہیں کیا جائے گا تو بالآخر اجل مسمیٰ آجائے گی یعنی موت ہو جائے گی بالکل یہی مثال آسمانوں زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کی ہے، آسمان اور زمین تمہاری طرح ایک ہی وجود ہے اور تمہارے سمیت جو کچھ بھی ان میں ہے وہ ایسے ہی ہیں جیسے تمہارے جسم میں اعضاء ہیں۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا جس جس مقصد کے لیے خلق کیا سب کے سب کو ان کے مقامات پر قائم کر دیا سب کی اپنی اپنی الگ الگ ضروریات ہیں ان کا معیار الگ ہے مقدار الگ الگ ہے تو جب تک سب کا سب اپنے اپنے مقام پر رہے گا ان میں رائی برابر بھی چھیڑ چھاڑ یا مداخلت نہیں کی جائے گی تب تک ان میں قائم توازن برقرار رہے گا ورنہ اجل آئے گی یعنی خرابیاں ہو کر تباہیاں آئیں گی۔ پھر تم اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرو کے تم کیسے وجود میں آئے؟ تمہیں کس نے اور کیسے خلق کیا؟ تمہارا ربّ کون ہے؟ جب غور وفکر کرو گے تو تم پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ جو کچھ بھی نظر آرہا ہے اسی سے تم وجود میں آئے اور تمہارا ربّ یہی ذات ہے، جیسے وجود میں آئے ایسے ہی واپس اسی میں ڈل جاؤ گے یعنی واپس مل جاؤ گے اس لیے اس وجود کیساتھ جو تمہارا ربّ ہے دشمنی نہیں کرنی، اس کیساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے حق کیساتھ خلق کیا حق کیساتھ خلق کرنے کا کیا مطلب ہے اس کا جواب اللہ نے آپ کی اپنی ہی ذات میں

رکھ دیا کہ جب تک آپ اپنی ہی ذات میں غور وفکر نہیں کریں گے آپ کو اس کا جواب نہیں ملے گا اس لیے اگر آپ اس کا جواب چاہتے ہیں کہ حق کیساتھ خلق کرنے کا مطلب کیا ہے تو آپ کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ہی ذاتوں میں غور وفکر کرنا پڑے گا کیونکہ آپ کو بھی اسی نے ہی خلق کیا اور آپ کا وجود بھی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے ان میں سے ہے اس لیے آپ کو بھی اللہ نے حق کیساتھ خلق کیا۔ اور حق کیساتھ خلق کرنا کیا ہے اس کا جواب قرآن یوں دے رہا ہے کہ غور وفکر کرو اپنی ہی ذاتوں میں۔

اب اپنی ہی ذات میں مختصراً غور وفکر کرتے ہیں تا کہ آپ پر حق کیساتھ خلق کرنا واضح ہو جائے۔ آپ کا جسم بہت سے اعضاء کا مجموعہ ہے بنیادی طور پر آپ کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہے ایک بیرونی ظاہری حصہ اور دوسرا اندرونی باطنی حصہ۔ بیرونی ظاہری حصہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہے جن میں ایک حصے میں وہ اعضاء آجاتے ہیں جن کا استعمال کیا ہے بالکل واضح ہے۔ جیسے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں، منہ وغیرہ اس کے علاوہ دوسرا حصہ جس میں کچھ اعضاء بالکل ظاہر تو ہیں لیکن ان کا استعمال کیا ہے اس کا علم اللہ نے آپ کو نہیں دیا یا اگر علم دیا ہے تو کم۔ جیسے کہ ناخن، بال وغیرہ ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ یہ بے کار یا فضول ہیں بلکہ ان کو خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے خواہ آپ کو اس کا علم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

بیرونی حصے میں وہ تمام اعضاء جن کی تخلیق کا مقصد بالکل واضح ہے وہ محکم حصہ کہلائے گا یعنی بشر کے تمام اعضاء بھی اللہ کی آیات ہیں اور یہ محکم آیات ہیں لیکن ان کے برعکس جو اعضاء ظاہر تو ہیں لیکن ان کے بارے میں علم نہیں دیا گیا کہ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے یہ سب آیات متشابہات کہلائیں گی اور متشابہات غیب کا حصہ ہیں یعنی اللہ کے غیب میں سے ہیں۔

اب جسم کا اندرونی حصہ جو کہ بالکل پوشیدہ ہے یعنی چھپا ہوا ہے جس میں بھی بہت سارے اعضاء ہیں یہ جسم میں اللہ کا غیب ہیں۔

پھر جب مزید غور وفکر کریں تو جسم میں کوئی ایک بھی عضو ایسا نہیں جس کے وجود کا کوئی نہ کوئی مقصد نہ ہو مثلاً اگر ہاتھوں کی ہی مثال لے لیں کہ اگر ہاتھ نہ ہوں تو کن تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح اگر پاؤں نہ ہوں تو ایسا شخص چلنے پھرنے سے قاصر ہو جائے گا اور مختلف تکالیف و مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا تصور کرنا بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے اسی طرح آنکھیں اگر نہ ہوں، کان، یا ناک نہ ہو تو کن کن تکالیف و مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان سب کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے ان کا تو ہمیں واضح علم ہے لیکن ان کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہ ہو ان سب کی تخلیق کا بھی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔

پھر اسی طرح وہ اعضاء جو جسم میں اللہ نے چھپا کر رکھ دیئے یعنی دل، گردے، پھیپھڑے، خون وغیرہ سمیت سب کے سب اگر ان میں غور کریں کہ اگر دل نہ ہو تو جسم پر کیا اثرات مرتب ہوں گے یعنی کہ دل کے بغیر تو جسم کے وجود کا ہی تصور ناپید ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر جسم میں خون نہ ہو یا پھر اگر جسم سے خون نکال لیا جائے تو جسم کانپ اٹھے گا اور بالآخر موت سے دوچار ہو گا بالکل اسی طرح گردے، پھیپھڑوں وغیرہ سمیت باقی جتنے بھی اندرونی اعضاء ہیں ان کے عدم وجود سے بھی کیا نقصانات ہو سکتے ہیں ان کا اندازہ لگانا آج بالکل بھی مشکل نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے بغیر بھی زندگی کا تصور ختم ہو جاتا ہے جس سے اللہ کا ایک قانون ہم پر واضح ہوتا ہے کہ ہمارے جسم میں جتنی بھی مخلوقات ہیں یعنی جتنے بھی اعضاء ہیں خواہ ہمیں کسی کے بارے میں علم دیا گیا یا نہ دیا گیا، خواہ جو ظاہر ہیں یا وہ بھی جو پوشیدہ ہیں سب کے سب کو اللہ نے کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا۔ پھر تمام کے تمام اعضاء کو اللہ نے احسن خلق کیا اور خلق کر کے ہر ایک کو جس مقصد کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے مقام پر لگا دیا جس سے توازن قائم ہو گیا اور جب تک تمام کے تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے اور کسی بھی قسم کی کوئی کمی، کجی یا لاپرواہی نہیں کریں گے تب تک جسم میں توازن یعنی میزان قائم رہے گا اور جب بھی کسی عضو نے کام کرنا یعنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ترک کر دیا یا کمی، کوتاہی کی، کوئی عضو اپنے مقام سے ہٹ گیا اس میں تبدیلی ہوئی تو جسم میں توازن یعنی میزان میں بگاڑ آجائے گا جس کی وجہ سے جسم میں خرابی ہو گی جسے آپ بیماری یا بیماریوں کا نام دیتے ہیں اسے قرآن میں اللہ نے اجل کہا ہے اور اگر جسم میں قائم میزان میں بگاڑ ہونے سے پیدا ہونے والی خرابی یعنی بیماری کا علاج نہ کیا جائے تو وہ بیماری بڑھتے بڑھتے ایک دن اس مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ پورے کا پورا جسم ہی بے کار ہو کر خاتمے سے دوچار ہو جاتا ہے جسے اللہ نے اجل مسمیٰ کہا ہے۔

جیسے اگر دل کام کرنا چھوڑ دے تو موت ہو جائے گی لیکن اگر دل اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کوئی کمی واقع کر دے تو جسم پر اسی نوعیت کے منفی اثرات مرتب

ہوں گے اور اگر دل کو دوبارہ واپس اسی مقام پر نہ لایا جائے جو مقام اللہ نے اس کا مقرر کیا تو جسم میں منفی اثرات بڑھتے بڑھتے ایک دن بڑے نقصان کی دہلیز پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ ایسے ہی جسم میں ہر عضو یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے ذرے کا معاملہ ہے بالکل اس طرح اللہ نے نہ صرف آپ کے جسم میں بلکہ آسمانوں و زمین میں میزان قائم کر دیا جس کا ذکر اللہ اس آیت میں کرتا ہے۔

وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۔ الرحمٰن ۷

اور وضع کر دیا میزان

سورۃ الرحمٰن کی اس آیت میں اللہ نے جس المیز ان کی بات کی اصل میں وہ صرف یہی میزان نہیں جو میزان صرف آپ کے جسم میں قائم کیا بلکہ وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ہر ایک میں قائم کیے گئے میزان کا ذکر ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے جو وجود ہے پورے کے پورے وجود میں ہر سطح پر میزان قائم کیا گیا اور پھر ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۔ الرحمٰن ۸

جان لو یہ جو تم کر رہے ہو نہ ہدایات کے خلاف عمل کرو المیز ان میں یعنی یہ جو اللہ نے ہر شئے میں توازن قائم کیا ہوا ہے یہ جو اعمال تم کر رہے ہو تم ہدایات کے خلاف کر رہے ہو جس سے ہر شئے میں قائم توازن بگڑ رہا ہے لہذا ایسا مت کرو ہدایات کے خلاف اعمال مت کرو۔

اللہ نے حکم دے دیا کہ جان لو تم نے میری دی ہوئی ہدایات کے خلاف بالکل کچھ بھی نہیں کرنا ال میزان میں یعنی اگر تم نے کوئی ایک بھی ایسی حرکت کی کوئی ایسا عمل کیا جس سے میں نے تمہیں روک دیا یا جس کی اجازت نہیں دی یا پھر جس کا حکم نہیں دیا تو اس سے یہ توازن یعنی میزان بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں نکلے گا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں جو کہ سات آسمان ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے اللہ کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا جائے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے جس کی اللہ نے سرے سے اجازت ہی نہیں دی بلکہ الٹا سختی سے منع کیا ہے اور فطرت پر ہی قائم ہونے کا حکم دیا۔ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر انسان اپنی حدود سے باہر نکلتا ہے یعنی فطرت کی ضد بنتا ہے فطرت میں تبدیلیاں کرتا ہے تو لامحالہ حادثاتی طور پر اس کے سامنے وہ قوانین کھلتے جائیں گے وہ مخلوقات اس پر ظاہر ہوتی جائیں گی جو انسان سے چھپا دیئے گئے اور انسان ان متشابہات کے پیچھے پڑتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے واپسی ناممکن ہو گی جیسے کہ ماضی میں چھ قومیں اس کا شکار ہو چکیں اور موجودہ قوم دنیا میں آباد موجودہ انسان بھی اس مقام پر پہنچ چکے۔

یہ سب اللہ نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ اگر اللہ کے قول کے خلاف ہی کرو گے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اللہ کی خلق کو بدلو گے اس میں تبدیلیاں کرو گے تو پھر جان لو تباہیاں آئیں گی، زلزلے آئیں گے، طوفان آئیں گے، سمندروں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا مخلوقات عیب دار ہو جائیں گی، بیماریاں ہی بیماریاں ہوں گی، نسلیں مفلوج ہو جائیں گی حتیٰ کہ بچے پیدا ہی عیب دار ہوں گے، موسم تبدیل ہو جائیں گے یعنی ہر سطح پر فساد ہی فساد ہو جائے گا اور بالآخر یہ زمین جہنم بن جائے گی یہی اللہ کا قانون ہے یہ ہے حق کیساتھ خلق کرنا اور اسی کا ذکر اللہ نے درج ذیل آیت میں بھی کر دیا۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. الانبیاء ۲۲

اللہ نے یہ قانون میں کر دیا یہ قدر میں کر دیا کہ اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کو الہٰ بنانے کی بجائے یعنی جو مخصوص الہٰ ثابت ہوتا ہے اس کو الہٰ بنانے کی بجائے اور وں کو الہٰ بنایا جائے گا تو پھر آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کے سب کا درہم برہم ہو جانا ان میں خرابیاں ہو کر تباہ و برباد ہو جانا طے ہے۔ اور ہر رسول نے بھی یہی دعوت دی کوئی ایک بھی اللہ کا رسول ایسا نہیں تھا کہ جس کی دعوت اس کے برعکس یا اس سے مختلف تھی بلکہ جو بھی رسول آیا اس کی یہی دعوت تھی رسول چونکہ اللہ کی زبان ہوتا ہے رسول کی صورت میں اللہ انسانوں سے کلام کر رہا ہوتا ہے تو ہر رسول کی زبان سے اللہ نے یہی قول کہا یعنی انسانوں کو یہی بات کہی جیسا کہ ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. الاعراف ۵۹

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. الاعراف ۶۵

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ. الاعراف ۷۳

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ. الاعراف ۸۵

یعنی ہر رسول نے آ کر یہی کہا کہ اے میری قوم یعنی جن میں جن کی طرف رسول بعث کیا گیا تو رسول نے آ کر انہیں یہی کہا کہ کس کی عبادۃ کر رہے ہو یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا کس کے لیے استعمال کر رہے ہو کس کی مان کر استعمال کر رہے ہو کس کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ کیا یہ سب تمہیں انہی نے دیا ہے تمہیں انہی نے وجود دیا ہے جن کے پیچھے یا جن کی مان کر ان سب کا استعمال کر رہے ہو؟ اگر نہیں تو پھر غور کرو تمہیں کس نے وجود دیا کون ہے جو مخصوص الہٰ ثابت ہوتا ہے؟ تو جو مخصوص الہٰ ثابت ہوتا ہے تمہارے لیے نہیں ہے کہ تم اس کے علاوہ اوروں کو الہٰ بناؤ اوروں کی عبادۃ یعنی غلامی کرو اس لیے جو مخصوص الہٰ ہے اسی کی عبادۃ کرو ورنہ آسمانوں وزمین میں فسادِ عظیم سے ہلاک ہو جاؤ گے۔

یہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ یعنی جو مخصوص الہٰ ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ اوروں کو الہٰ بنانے سے سختی کیساتھ منع کیا گیا اور یہ تھا اللہ کا قول کہ اللہ نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے حق کیساتھ خلق کیا ہے ہر کسی کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور ہر ایک کو اس کے مقام پر قائم کر دیا یوں بہترین توازن وضع کر دیا تب تک یہ توازن برقرار رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گے ورنہ اگر کسی نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کیا کوئی اپنے مقام سے ہٹ گئی تو آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا اور جب انسانوں پر اللہ کا یہ قول واقع ہونا تھا یعنی جب انسانوں نے اللہ کی طرف سے کھول کھول کر واضح کیے جانے والے اس حق کو نظر انداز کرتے ہوئے آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ کرنا تھی وہی کرنا تھا جس سے منع کیا گیا تھا تب دابۃ الارض نکلنا تھا۔

اب آپ خود غور کریں اور دیکھیں کیا آج اللہ کا قول واقع ہوا یا نہیں؟ کیا آج انسان فطرت پر ہیں یا پھر فطرت میں آسمانوں وزمین میں پنگے لے رہے ہیں؟ ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں؟ آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں؟ فساد کر رہے ہیں؟ اللہ کے شریک بن کر اللہ کے مقابلے پر خالق و مالک بنے ہوئے ہیں؟

آج حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے کہ اللہ کا قول تو آج نہیں بلکہ دہائیوں سے واقع ہو چکا اب تو قول حق ہو چکا یعنی اللہ نے جو کہا تھا وہ سب کا سب تو ہو چکا۔ اللہ نے کہا تھا اللہ کی بجائے اوروں کو الہٰ بناؤ گے تو دابۃ الارض نکلے گا اور دابۃ الارض نکلنے کے بعد آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی ہلاکتیں آئیں گی، زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں، طرح طرح کی بیماریاں، زمین کا دھنسنا، پیداوار کی قلت، موسموں کا درہم برہم ہو جانا، جنگ و جدل، قتل و غارت سمیت طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی اور آج جب کہ وہ سب کی سب تباہیاں آ رہی ہیں آسمانوں اور زمین میں لفسدت ہو چکا تو دابۃ الارض ابھی نکلا ہی نہیں یہ کیسے ممکن ہے؟

جسے ان سب سے پہلے نکلنا تھا یہ سب جس کے بعد ہونا تھا وہ نکلا ہی نہیں اور یہ سب ہو چکا ایسا کیسے ممکن ہے؟

یوں اس پہلو سے بھی حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے کہ نہ صرف اللہ کا قول واقع ہوئے دہائیاں ہو چکیں بلکہ اب تو قول حق ہو چکا اور دابۃ الارض کو تو آج سے بہت پہلے نکلنا تھا جب قول کا واقع ہونا تھا اس لیے آج نہ صرف دابۃ الارض کب کا نکل چکا ہے بلکہ آج پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی اور ہر کوئی اپنے کان کھول کر سن لے آنکھیں کھول کر دیکھ لے اور جان لے کہ حق جب سامنے آ جائے تو حق کو حق حاصل ہے کہ اسے مانا جائے اس لیے ہر کسی کو حق ماننا ہوگا ہر کسی کو حق ماننا پڑے گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

یہ بات لکھ لو اپنے دماغوں میں بٹھا لو ابھی جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو آپ کے پاس وقت ہے مان جاؤ ورنہ جان لو کہ تمہیں ہر ایک کو ماننا پڑے گا آج مان جاؤ گے تو ہر لحاظ سے دنیا و آخرت میں فائدے میں رہو گے ورنہ ماننا تو تمہیں پڑے گا لیکن تب ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا تمہیں دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اگر کوئی ضد، حسد، بغض یا کسی بھی وجہ سے حق سے اعراض کرتا ہے حق سے منہ موڑتا ہے تو جان لے کل کو وہ چیخے گا روئے گا ترلے منتیں کرے گا لیکن تب اس پر کوئی ترس نہ کھایا جائے گا۔ سوائے دشمنی کرنے والو جان لو اگر تم میرے ساتھ دشمنی کرتے ہو تو میں انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ تم سے کلام کر رہا ہے یہ دشمنی تو تم

اللہ سے کروگے تو جان لو اللہ سے دشمنی کا انجام کیا نکلتا ہے وہی انجام جو آل فرعون سمیت گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کا ہوا جو کہ آج تمہارے بالکل سر پر موجود ہے صرف اتنی دوری پر ہے کہ یہ حق پہنچا دینے کی دیر ہے پھر تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔

دابۃ الارض کا کلام کرنا

اسی موضوع پر آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ایک اور پہلو پر بات کرنا بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حسب معمول باقی تمام موضوعات کی طرح اس بارے میں بھی یہ جھوٹ اتنا پھیلا دیا گیا جو کہ زبان زد عام ہے کہ زمین سے جانور نکلے گا اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔

دابۃ الارض کا ترجمہ و معنی زمین کا جانور کر دیا گیا اور کہا گیا کہ زمین سے ایک جانور نکلے گا حالانکہ حقیقت کیا ہے وہ آپ پر مختلف پہلوؤں سے کھول کھول کر واضح کر دی گئی اور اب بات کرتے ہیں کہ جو آج تک پھیلا دیا گیا کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گا یعنی لوگوں سے باتیں کرے گا اور اس کی بنیاد قرآن کی اسی آیت کو بنایا گیا جو کہ درج ذیل ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ .النمل ۸۲

اس میں "تکلمھم" کا ترجمہ لوگوں سے باتیں کرنا کر دیا گیا کہ بالکل ایسے ہی باتیں کرے گا جیسے دو شخص آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں حالانکہ اس کا حقیقت کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں جسے آپ پر کھول کر بالکل واضح کر دیتے ہیں۔

اس سے پہلے اس کے کلام کرنے کی طرف آئیں پہلے یہ بات جاننا بہت ضروری ہے کہ وہ کلام ہے کیا جو دابۃ الارض سے مشروط ہے؟

اس سوال کا جواب اللہ نے آیت اگلے حصے میں ہی دے دیا۔

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ.النمل ۸۲

یعنی بالکل آسان الفاظ میں یہ کہ اللہ نے قرآن میں بار بار یہ کہا کہ آسمانوں و زمین میں تمام کی تمام مخلوقات اللہ کی آیات ہیں اور ان میں سے ایک بڑی تعداد کو انسان سے چھپا کر رکھ دیا جنہیں انسان دیکھ نہیں سکتا، سن نہیں سکتا محسوس نہیں کر سکتا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی تخلیق کا کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ آسمانوں و زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں جتنی بھی مخلوقات ہیں جو کہ اللہ کی آیات ہیں سب کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تمام کی تمام ایک وجود میں اعضاء کی حیثیت رکھتی ہیں جب تک یہ تمام اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گی تو پورا وجود ٹھیک رہے گا یعنی آسمان و زمین ٹھیک رہیں گے ان میں کوئی خرابی نہیں ہوگی اور انسانوں سمیت تمام مخلوقات ہر طرح سے محفوظ اور سلامت رہیں گی لیکن اگر کسی بھی مخلوق جو کہ اللہ کی آیت ہے کو اس کے مقام سے ہٹا دیا اس میں کوئی چھیڑ چھاڑ کی تو پھر اللہ کے قائم کردہ میزان میں بگاڑ ہو جائے گا جس کا نتیجہ تباہیوں کی صورت میں تمہارے سامنے آئے گا اور پھر نقصان تمہارا اپنا ہی ہوگا۔

اس بات کو اللہ نے پورے قرآن میں بار بار ذکر کیا پورے قرآن کا نقطہ محور یہی ہے اور اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے یہی دعوت دی یہی حق انسانوں پر واضح کیا لیکن اس کے باوجود انسانوں نے اللہ کی آیات کا یقین نہیں کیا۔ انسانوں کا معاملہ یہ ہے کہ انہوں نے آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے انہیں اللہ کی آیات تسلیم کرنے کی بجائے ان کا کفر کرتے ہوئے اللہ کو اس وجود سے الگ اوپر آسمانوں میں بٹھا دیا اور اپنے اعمال سے دعویٰ کیا کہ نہیں یہ اللہ کی آیات نہیں بلکہ آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ سب کا سب ہمارے لیے ہے اور ہم ان کیساتھ جو جی چاہے کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا یوں انہوں نے اپنے اعمال سے یہی دعویٰ کیا کہ نہیں فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے فطرت میں تبدیلیاں کرنے یعنی اللہ کی آیات جو کہ تمام کی تمام مخلوقات ہیں ان میں پنگے لینے سے کچھ نہیں ہوگا۔

تو یہی بات اللہ نے کہی کہ تم اللہ کی آیات کا یقین نہیں کرتے تھے لیکن جب دابۃ الارض نکلے گا تو اس کا کلام یہی ہوگا کہ دیکھو تم یقین نہیں کرتے تھے نا جب تم نے یقین نہ کیا اور اللہ کی آیات میں پنگے لیے تو وہی ہو گیا جس کا تم یقین نہیں کر رہے تھے۔

یہ تھا دابۃ الارض کا کلام۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دابۃ الارض کس طرح ایسا کہے گا یعنی کس طرح کلام کرے گا؟ کیا جس طرح دو انسان ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں اس طرح کلام کرے گا یا پھر کسی اور طریقے سے؟

پیچھے یہ بات بار بار واضح کی جا چکی کہ عربی دنیا کی واحد ایسی زبان ہے جس کا ترجمہ کرنا ناممکن ہے اور پھر یہ کہ عربی باقی زبانوں کی طرح انسان کے تراشیدہ چند الفاظ، محاوروں یا فقروں پر مشتمل کوئی زبان نہیں ہے بلکہ عربی فطرت کی زبان ہے عربی اعمال کی زبان کا نام ہے، عربی مشاہدے کا نام ہے، عربی اعمال کی زبان ہے نہ کہ زبان کے الفاظ۔

آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان تمام مخلوقات یہاں تک کہ ذرہ ذرہ کلام کرتا ہے لیکن اس کی زبان عربی ہے اور عربی وہ نہیں جسے آج عربی کا نام دیا جاتا ہے بلکہ عربی نہ صرف فطرت کی زبان ہے بلکہ عربی اعمال کی زبان ہے عربی کہتے ہیں جو شیئ عین خود اپنی صلاحیتوں یا وہ کیا ہے اس کا اپنے اعمال سے اظہار کر رہی ہوتی ہے۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجیے۔ مثلاً آپ کو سفر کی حاجت پیش آ جاتی ہے موسم انتہائی گرم ہے اور سفر کئی سو کلومیٹر لمبا ہے آپ کے سامنے ایک طرف لینڈ کروزر کھڑی ہے اور دوسری طرف ایک اعلیٰ نسل کا تیز رفتار گھوڑا کھڑا ہے تو آپ سے سوال ہے کہ آپ سفر کے لیے کس کا انتخاب کریں گے؟

آپ کا فوراً جواب یہی ہوگا کہ لینڈ کروزر۔ اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں؟ آپ نے گھوڑے کا انتخاب کیوں نہیں کیا؟

تو آپ جواب دیں گے دیکھو اتنی شدید گرمی اور اوپر سے کئی سو کلومیٹر کا لمبا رستہ اگر گھوڑے پر جاؤں گا تو نہ صرف بہت زیادہ وقت لگے گا بلکہ رستے میں گھوڑے کی خوراک اور پانی کا خیال رکھنا پڑے گا، میں رستے میں گرمی سے جھلس جاؤں گا، طرح طرح کے مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اس طرح آپ درجنوں خامیاں گنوانا شروع کر دیں گے اور اس کے برعکس آپ جب لینڈ کروزر کی بات کریں گے تو آپ اس کی تعریفوں کے پل باندھیں گے کہ اس سے نہایت تیز رفتاری سے سفر ہوگا، ائیر کنڈیشن آن رکھوں گا گرمی کا احساس تک نہ ہوگا انتہائی آرام دہ اور پر سکون سفر ہوگا۔

اب ذرا اس بات میں غور کریں آپ کو یہ کس نے کہا جو آپ نے گھوڑے کے بارے میں کہا؟

اور پھر اس کے برعکس جو لینڈ کروزر کے بارے میں آپ نے باتیں کیں یہ سب باتیں آپ کو کس نے بتائیں؟

تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے گھوڑے میں جو خامیاں و خوبیاں ہیں وہ گھوڑے کے اعمال سے ہی پتہ چلیں یعنی گھوڑے نے آپ کو اپنے اعمال کی صورت میں اپنی خامیاں و خوبیاں بتائیں یعنی گھوڑے نے خود آپ سے کلام کیا گھوڑے نے خود آپ کو یہ سب بتایا لیکن اس زبان میں جو آپ میں اور اس میں مشترک ہے وہ زبان جو تمام کی تمام مخلوقات کی مشترکہ زبان ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک گونگا شخص اشاروں سے یا اعمال کی صورت میں اپنی بات کسی دوسرے کو بتاتا ہے۔

بالکل ایسے ہی لینڈ کروزر نے آپ کو بتایا کہ مجھ میں یہ یہ خوبیاں ہیں میں اتنی تیز رفتاری سے سفر کرتی ہوں مجھ میں گرمی کا توڑ ائیر کنڈیشن ہے اور لینڈ کروزر نے آپ کو زبان سے نہیں بلکہ جیسے ایک گونگا شخص اعمال یا اپنی مختلف حرکتوں کے ذریعے دوسروں سے کلام کرتا ہے ایسے ہی آپ سے کلام کیا۔ یہ ہے عربی زبان اور عربی میں کسی بھی مخلوق کا کلام کرنا۔ جب آپ کسی شیئ میں غور کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں آپ کو حاصل ہونے والا علم وہ اس مخلوق کا آپ سے کلام ہوتا ہے۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اگر ان سے پہاڑوں کو چھپا دیا جاتا پہاڑ اللہ کے غیب میں سے ہوتے اور پھر انسان کے سامنے کہا جاتا کہ پہاڑ کلام کرتے ہیں پہاڑ بتا دیتے ہیں کہ ان میں کیا موجود ہے تو انسان یہی سمجھتے کہ جیسے ہماری زبان ہے جیسے ہم ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں بالکل ایسے ہی پہاڑوں کا معاملہ ہے لیکن کیا حقیقت یہی ہوتی؟ ہرگز نہیں۔

جیسے وہ شخص جو چینی زبان نہیں سمجھتا اس کے سامنے چینی زبان میں بات کی جائے تو اس کے لیے اس بات کرنے والی کی حیثیت ایسے ہوگی کہ جیسے کوئی گونگا اس کے سامنے کھڑا ہے وہ اس کی بات نہیں سمجھ سکتا بالکل ایسے ہی کسی بھی مخلوق کا کلام وہی سمجھ سکتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ پہاڑ کلام کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ان کے اندر کیا کیا موجود ہے لیکن پہاڑوں کا کلام انسان کی طرح زبان سے نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر کوئی ان کا کلام سمجھ سکتا ہے بلکہ پہاڑوں کا کلام وہ لوگ سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو پہاڑوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

بالکل ایسے ہی دابۃ الارض نے کلام کرنا تھا کہ دیکھو اسی کا تم یقین نہیں کر رہے تھے لو آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ دابۃ الارض کا کلام اس کے اعمال کی صورت میں ہونا تھا نہ کہ انسان کی طرح زبان سے اور اس کا ذکر تو اللہ نے آیت میں بھی کر دیا۔

تُكَلِّمُهُم. شروع میں ''ت'' کا استعمال ہو گیا جس کی وجہ سے معنی یہ بن جائے گا کہ پیچھے موجود عوامل کے ذریعے کلام کرے گا۔ اگر لفظ کے شروع میں ''ت'' کا استعمال نہ ہوتا تو لفظ كَلِّمُهُم ہوتا جس کے معنی براہ راست کلام کرنا کے ہوتے۔ آیت میں یہ نقطہ انتہائی اہم ہے اگر اس پر توجہ نہ دی تو آپ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو کر دابہ کے کلام کرنے کو نہیں پہچان سکیں گے۔

تُكَلِّمُهُم کو ایک مثال سے سمجھ لیں۔ مثال کے طور پر آپ ایک گاڑی انتہائی لاپرواہی سے چلا رہے ہیں تو آپ کی یہ حرکت ہی کلام کر رہی ہو گی کہ اسطرح گاڑی چلانے سے خراب ہو جائے گی یہ تُكَلِّمُهُم کہلائے گا۔

دابۃ الارض کلام کیسے کرے گا اس کو مزید ایک اور مثال سے سمجھ لیجیے۔ مثلاً آپ تصور کریں کہ اگر ایسا ہو کہ آپ نے آگ نہیں دیکھی اور آپ ایسے اعمال کر رہے ہیں کہ آپ دن بہ دن آگ کے قریب جا رہے ہیں اور آپ کو بتایا جاتا ہے کہ ایسے مت کرو ورنہ آگ نکل آئے گی اور پھر آگ کیا کرتی ہے آگ جلا کر راکھ کر دیتی ہے اس کے جلانے سے انتہائی اذیت ناک تکلیف ہوتی ہے جسے جلنا کہتے ہیں۔

اب ہر طرح سے لاکھ سمجھانے کے باوجود آپ نہ مانیں اور آپ اپنی روش کو برقرار رکھیں تو آپ کو کہا جائے کہ جب آگ نکل آئے گی تو آگ خود تمہیں بتائے گی تب تم یقین کرو گے جو آج تم یقین نہیں کر رہے ہماری بات کا۔

تو ذرا غور کریں جب آگ نکل آئے تو کیا آگ ایسے ہی کلام کرے گی جیسے دو انسان ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں یا پھر آگ اپنی زبان میں جو کہ عربی ہے اس میں کلام کرے گی؟ آگ آپ کی زبان میں آپ سے بات نہیں کرے گی بلکہ آگ اپنے عمل کی زبان میں آپ سے بات کرے گی کہ آپ اس بات کا یقین کر لیں گے جس کو ماننے کے لیے آپ تیار ہی نہ تھے اور یقین تو مشاہدے کی بنیاد پر ہوتا ہے اور مشاہدے کی زبان ہی عربی ہے جس میں ہر مخلوق کلام کرتی ہے اور کر رہی ہے بالکل ایسے ہی دابۃ الارض نے کلام کرنا تھا دابۃ الارض نے اپنے اعمال سے کلام کرنا تھا نہ کہ انسانوں کی اپنی زبان میں۔

تو غور کریں کیا آج دابۃ الارض کلام نہیں کر رہا؟ اور بالکل وہی نہیں کہہ رہا جو اللہ نے اپنے ہر رسول کے ذریعے کہا؟

آگے چل کر یہ بات بہت ہی صراحت کیساتھ واضح ہو جائے گی کہ اللہ نے آسمانوں و زمین کو گیسوں سے خلق کیا۔ جسے آپ مادہ کہتے ہیں یہ سب گیسوں کو کیمیائی عوامل سے گزار کر منجمد کیا گیا ہے ان میں تمام کی تمام گیسیں بشر سمیت زمین کی باقی مخلوقات کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں سوائے چند ایک کے۔ اگر انسان فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے فطرت میں تبدیلیاں کر کے خود خلق کرتا ہے جیسا کہ وہ آج کر رہا ہے تو پھر جب مادے کو کیمیائی عوامل سے گزار کر اپنی ضرورت کی اشیاء خلق کرے گا تو پھر ان سے جو گیسیں خارج ہوں گی وہ کہاں جائیں گی؟ ان سے کیا کیا نقصانات ہوں گے ان سے زمین و آسمانوں میں کس قدر فساد ہو گا یہ سب اللہ نے واضح کر دیا تھا لیکن انسان نے یقین نہ کیا اور آج دابۃ الارض اپنے اعمال کے ذریعے آپ پر یہ سب واضح کر رہا ہے۔ آپ دابۃ الارض سے سوال کیجیے کہ تو کیسے خلق ہوا؟ تیرے فائدوں کا تو علم ہے مگر تیرے نقصانات کیا ہیں یہ سوالات کیجیے؟

اس سے ان سوالات کے جواب طلب کیجیے۔ جب آپ اس سے سوال کریں گے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ میری تخلیق میں غور کرو میرے اعمال میں غور کرو تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہیں سب یقین ہو جائے گا۔

تو غور کریں جس مواد سے دابۃ الارض خلق ہوا کیا وہ سارے کا سارا مواد مختلف مراحل اور مختلف طریقوں سے زمین سے نہیں نکالا گیا؟

اب آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ سب زمین سے نکالنے کی اجازت کس نے دی؟ کیا اللہ نے دی؟ اللہ نے تو یہ سب نہ صرف انسان سے چھپا کر رکھا تھا بلکہ غیب کیساتھ مومن بننے کا بھی حکم دیا تھا تو بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف اللہ اپنی مخلوقات کو انسان سے چھپا کر رکھے اور ان کیساتھ مومن بننے کا حکم دے اور دوسری طرف وہ ان کا کذب کرنے کا حکم دے؟ غیب کا کفر کرتے ہوئے ان کو نکالنے کا حکم دے؟

ایک طرف اللہ فطرت پر قائم ہونے کو دین قرار دے اور فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کو، فطرت میں تبدیلیاں کرنے والوں کو اپنے شریک قرار دے اور

دوسری طرف وہ خود اپنا شریک بننے کا حکم دے؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟
اللہ نے تو بار بار یہ بات واضح کی اس نے آسمانوں وزمین میں میزان یعنی توازن قائم کیا اس میں خسارہ نہ کرنا ورنہ ہلاکتوں کا شکار ہو جاؤ گے۔ اور اگر انسان دابۃ الارض کی خلق کے لیے زمین کو پھاڑتا ہے اس میں سے اس کا خون نکالتا ہے اس کے علاوہ طرح طرح کا مواد نکالتا ہے تو کیا زمین کا توازن برقرار رہے گا؟ تو پھر کیا زمین جگہ جگہ سے دھنسے گی نہیں؟ تو کیا پھر زلزلے نہیں آئیں گے؟ تباہیاں نہیں آئیں گی؟
پھر غور کریں دابۃ الارض جب طرح طرح کی زہریلی گیسیں خارج کرتا ہے تو اس سے وہی سب نہ ہوا جس کا اللہ نے کہا تھا لیکن انسان نے یقین نہ کیا اور اللہ کے حکم کے برعکس اس کیساتھ بغاوت کرتے ہوئے وہی سب کیا تو کیا آج دابۃ الارض کی خارج کردہ زہریلی گیسوں سے آسمان گدلا نہیں ہو چکا؟ درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا نہیں جارہا؟ موسموں کا نظام درہم برہم نہیں ہو چکا؟ زمین کا اگانے کا نظام تباہ کن سطح پر متاثر نہیں ہو چکا اور کیا یہ سب کچھ دن بہ دن بڑھتا ہی نہیں چلا جارہا؟
غور تو کریں اور کیا تھا دابۃ الارض کا انسانوں سے اپنے اعمال اپنے عوامل کے ذریعے کلام۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے اس آیت میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتاری تھی۔
وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ . النمل ۸۲

اور جب قول واقع ہو جائے گا تو نہ صرف دابۃ الارض نکلے گا بلکہ تب اللہ انسانوں سے اپنے رسول کے ذریعے کلام کرے گا اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسانوں پر سب کچھ کھول کھول کر رکھ دے گا کہ یہ تھا اللہ کا قول، یہ تھیں اللہ کی آیات جن سے تم یقین نہیں کر رہے تھے یہ سب اللہ نے کہا تھا لو آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہونا وہی سب جو اللہ نے کہا تھا تو آج اس کا انکار کر کے دکھاؤ آج تو تم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔
آج جب کہ نہ صرف دابۃ الارض کب کا نکل چکا بلکہ اب تو قول حق ہو چکا اب تو عذاب عظیم سر پر آ چکا اس لیے آج اس وقت اللہ کے رسول کی بعثت تو ناگزیر ہو چکی۔ جب آج اس وقت اللہ کا رسول ہر صورت موجود ہونا چاہیے جسے اللہ کی آیات کو کھول کھول کر رکھ دینا چاہیے، جس میں بھی اختلاف کر رہے ہیں اسے آ کر کھول کھول کر رکھ دینا چاہیے اللہ کی انسانوں پر حجت ثابت ہو جانا چاہیے تو رسول آئے نہ یا آیا ہی نہیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟
آج نہ صرف اللہ کا رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہے بلکہ اس نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر رکھ دیا، آیات کو بیّن کر دیا، انسانوں پر اللہ کی حجت ہو چکا اور حق اس قدر کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر کوئی اندھے کا اندھا ہی رہتا ہے تو وہ جان لے اس کے لیے دنیا وآخرت میں سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں ہے۔
یہ بات پھر واضح کرتے چلیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کر سکتی اور یہ بھی جان لیں کہ دابۃ الارض الدجّال کے ظہور کے بہت بعد جا کر نکلنا تھا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جب دابۃ الارض کو نکلے ہوئے بھی ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تو الدجّال جو کہ دابۃ الارض سے بہت پہلے نکلنا تھا وہ کہاں گیا؟ کیا وہ نہیں نکلا؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟
وہ امور بھی ہو چکے جن کا الدجّال کے بعد ہونا شرط تھا تو اب کوئی یہ کہے کہ الدجّال ابھی نہیں نکلا تو اسے چاہیے کہ اپنے اندھے پن کا علاج کروائے۔ حق بالکل واضح ہے ویسے بھی الدجّال کو تو مومنوں نے پہچاننا تھا نہ کہ مشرکوں نے، ان لوگوں نے جو اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنائے ہوئے ہوں گے جو اپنے آباو اجداد کو اپنا الٰہ بنائے ہوئے ہوں گے اس لیے حق ہر لحاظ سے کھلنے کے بعد بھی انکار کرنے والو عنقریب تم اپنی آنکھوں سے وہ دیکھنے والے ہو کہ تمہارے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا تمہاری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔
یہاں قادیانیوں کو بھی حق کی طرف دعوت دی جاتی ہے کہ وہ حق کو پہچانیں اور مرزا غلام قادیانی کی حقیقت بھی ان کے سامنے ہے کہ غلام قادیانی نے کسے دابۃ الارض کہا؟
غلام قادیانی نے ایک موقع پر مسلمانوں کے علماء کو دابۃ الارض قرار دیا تو دوسرے موقع پر اس نے جسے دابۃ الارض قرار دیا اس کے حوالے سے اس کے اس کے

دعوے پر مبنی اس کے نظریات درج ذیل ہیں۔

''دآبّۃ الارض سے مراد کوئی لایعقل جانور نہیں بلکہ بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ' آدمی کا نام ہی دآبّۃ الارض ہے۔(*نوٹ: آثار القیامہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دآبّۃ الارض آپ ہی ہیں اور آپ نے جواب دیا کہ دآبّۃ الارض میں تو کچھ چارپایوں اور کچھ پرندوں کی بھی مشابہت ہوگی مجھ میں وہ کہاں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دآبّۃ الارض اسم جنس ہے جس سے ایک طائفہ مراد ہے۔منہ) اور اس جگہ لفظ دآبّۃ الارض سے ایک ایسا طائفہ انسانوں کا مراد ہے جو آسمانی روح اپنے اندر نہیں رکھتے لیکن زمینی علوم وفنون کے ذریعہ سے منکرین اسلام کو لاجواب کرتے ہیں اور اپنا علم کلام اور طریق مناظرہ تائید دین کی راہ میں خرچ کر کے بجان ودل خدمت شریعت غرّا بجالاتے ہیں سو وہ چونکہ درحقیقت زمینی ہیں آسمانی نہیں۔اور آسمانی روح کامل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتے اس لئے دآبّۃ الارض کہلاتے ہیں اور چونکہ کامل تزکیہ نہیں رکھتے اور نہ کامل وفاداری۔اس لئے چہرہ ان کا انسانوں کا ہے مگر بعض اعضاء ان کے بعض دوسرے حیوانات سے مشابہ ہیں۔اسی طرف اللہ جلّشانہ اشارہ فرماتا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ (النمل:۳۸)۔یعنی جب ایسے دن آئیں گے جو کفار پر عذاب نازل ہو اور ان کا وقت مقدر قریب آجائے گا تو ہم ایک گروہ دآبّۃ الارض کا زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیانِ باطلہ پر حملہ کرے گا۔یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے جن کو علمِ کلام اور فلسفہ میں یدطولیٰ ہوگا۔وہ جابجا اسلام کی حمایت میں کھڑے ہوجائیں گے اور اسلام کی سچائیوں کو استدلالی طور پر مشارق مغارب میں پھیلائیں گے اور اس جگہ اخرجنا کا لفظ اس وجہ سے اختیار کیا کہ آخری زمانہ میں ان کا خروج ہوگا نہ حدوث یعنی تخمی طور پر یا کم مقدار کے طور پر تو پہلے ہی سے تھوڑے بہت ہر ایک زمانہ میں وہ پائے جائیں گے لیکن آخری زمانہ میں بکثرت اور نیز اپنے کمال لائق کے ساتھ پیدا ہوں گے اور حمایت اسلام میں جابجا واعظین کے منصب پر کھڑے ہو جائیں گے اور شمار میں بہت بڑھ جائیں گے۔''(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

''بالآخر میں ایک اور رؤیا لکھتا ہوں جو طاعون کی نسبت مجھے ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے ایک جانور دیکھا جس کا قد ہاتھی کے قد کے برابر تھا مگر منہ آدمی کے منہ سے ملتا تھا اور بعض اعضاء دوسرے جانوروں سے مشابہ تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ یوں ہی قدرت کے ہاتھ سے پیدا ہوگیا اور میں ایک ایسی جگہ پر بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل گدھے گھوڑے کتّے سور بھیڑیے اونٹ وغیرہ ایک قسم کے موجود ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ سب انسان ہیں جو بدعملوں سے ان صورتوں میں ہیں۔اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی ضخامت کا جانور جو مختلف شکلوں کا مجموعہ ہے جو محض قدرت سے زمین میں سے پیدا ہوگیا ہے وہ میرے پاس آبیٹھا ہے اور قطب کی طرف اس کا مونہہ ہے خاموش صورت ہے آنکھوں میں بہت حیا ہے اور بار بار چند منٹ کے بعد ان بنوں میں سے کسی بن کی طرف دوڑتا ہے اور جب بن میں داخل ہوتا ہے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی شور قیامت اٹھتا ہے اور ان جانوروں کو کھانا شروع کرتا ہے اور ہڈیوں کے چابنے کی آواز آتی ہے۔تب وہ فراغت کر کے پھر میرے پاس آبیٹھتا ہے اور شاید دس منٹ کے قریب بیٹھا رہتا ہے اور پھر دوسرے بن کی طرف جاتا ہے اور وہی صورت پیش آتی ہے جو پہلے آئی تھی اور پھر میرے پاس آبیٹھتا ہے۔آنکھیں اس کی بہت لمبی ہیں اور میں اس کو ہر ایک دفعہ جو میرے پاس آتا ہے خوب نظر لگا کر دیکھتا ہوں اور وہ اپنے چہرہ کے اندازہ سے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے میں مامور ہوں اور نہایت شریف اور پرہیزگار جانور معلوم ہوتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہے جو اس کو حکم ہوتا ہے۔تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی طاعون ہے اور یہی وہ دآبّۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَایُوْقِنُوْنَ ۔اور جب مسیح موعود کے بھیجنے سے خدا کی حجت ان پر پوری ہوجائے گی تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکال کر کھڑا کریں گے وہ لوگوں کو کاٹے گا اور زخمی کرے گا اس لئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لائے تھے۔دیکھو سورۃ النمل الجزو نمبر ۲۰۔

اور پھر آگے فرمایا ہے وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوْجاً مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ حَتّٰی اِذَا جَآءُ وْقَالَ اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِی وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِھَا عِلْماً اَمَّا ذَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَھُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ترجمہ۔اس دن ہم ہر ایک امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کو ہم جدا جدا جماعتیں بنادیں گے یہاں تک کہ جب وہ عدالت میں حاضر کئے جائیں گے تو خدائے عزّ وجلّ ان کو کہے

گا کہ کیا تم نے میرے نشانوں کی بغیر تحقیق کے تکذیب کی یہ تم نے کیا کیا اور ان پر بوجہ ان کے ظالم ہونے کے حجت پوری ہو جائے گی اور وہ بول نہ سکیں گے۔ سورۃ النمل الجزو نمبر ۲۰۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہی دآبّۃ الارض جو ان آیات میں مذکور ہے جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے عالم کشف میں نظر آیا اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کا نام دآبّۃ الارض رکھا کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ انسان کو۔ ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہو سکتی ہے اسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں اور اس بیان پر کہ دآبّۃ الارض درحقیقت مادہ طاعون کا نام ہے جس سے طاعون پیدا ہوتی ہے مفصلہ ذیل قرائن اور دلائل ہیں۔

(۱) اول یہ کہ دآبّۃ الارض کے ساتھ عذاب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ یعنی جب ان پر آسمانی نشانوں اور عقلی دلائل کے ساتھ حجت پوری ہو جائے گی تب دآبّۃ الارض زمین میں سے نکالا جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ دآبّۃ الارض عذاب کے موقع پر زمین سے نکالا جائے گا نہ یہ کہ یوں ہی بیہودہ طور پر ظاہر ہوگا جس کا نہ کچھ نفع نہ نقصان اور اگر کہو کہ طاعون تو ایک مرض ہے مگر دآبّۃ الارض لغوی معنوں کے رو سے ایک کیڑا ہونا چاہئے جو زمین میں سے نکلے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حال کی تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ طاعون کو پیدا کرنے والا وہی ایک کیڑا ہے جو زمین میں سے نکلتا ہے بلکہ ٹیکا لگانے کے لئے وہی کیڑے جمع کئے جاتے ہیں اور ان کا عرق نکالا جاتا ہے اور خوردبین سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی شکل یوں ہے (۰۰) یعنی بہ شکل دو نقطہ۔ گویا آسمان پر بھی نشان کسوف خسوف دو کے رنگ میں ظاہر ہوا اور ایسا ہی زمین میں۔

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض کی تفسیر ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکّب لفظ آیا ہے اس سے مراد کیڑا لیا گیا ہے مثلاً یہ آیت فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْہِ الْمَوْتَ مَادَلَّھُمْ عَلٰی مَوْتِہٖٓ اِلَّا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَہٗ یعنی ہم نے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا تو جنّات کو کسی نے ان کے مرنے کا پتہ نہ دیا۔ مگر گھن کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ سورۃ السباء الجزو نمبر ۲۲۔ اب دیکھو اس جگہ بھی ایک کیڑے کا نام دآبّۃ الارض رکھا گیا۔ بس اس سے زیادہ دآبّۃ الارض کے اصلی معنوں کی دریافت کے لئے اور کیا شہادت ہوگی کہ خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقام میں دآبّۃ الارض کے معنے کیڑا کیا ہے۔ سو قرآن کے برخلاف اس کے معنی کرنا یہی تحریف اور الحاد اور دجل ہے۔

(۳) تیسرا قرینہ یہ ہے کہ آیت میں صریح معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نشانوں کی تکذیب کے وقت میں کوئی امام الوقت موجود ہونا چاہئے کیونکہ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ کا فقرہ یہی ہے کہ اتمام حجت کے بعد یہ عذاب ہوا اور یہ تو متفق علیہ عقیدہ ہے کہ خروج دآبّۃ الارض آخری زمانہ میں ہوگا جبکہ مسیح موعود ظاہر ہوگا تاکہ خدا کی حجت دنیا پر پوری کرے۔ پس ایک منصف کو یہ بات جلد تر سمجھ آ سکتی ہے کہ جبکہ ایک شخص موجود ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور آسمان اور زمین میں بہت سے نشان اس کے ظاہر ہو چکے ہیں تو اب بلا شبہ دآبّۃ الارض یہی طاعون ہے جس کا مسیح کے زمانہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا اور چونکہ یاجوج ماجوج موجود ہے اور مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ کی پیشگوئی تمام دنیا میں پوری ہو رہی ہے اور دجّالی فتنے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور پیشگوئی یترکن القلاص فلا یسعی علیھا بھی بخوبی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور شراب اور زنا اور جھوٹ کی بھی کثرت ہوگئی ہے اور مسلمانوں میں یہودیت کی فطرت بھی جوش مار رہی ہے تو صرف ایک بات باقی تھی جو دآبّۃ الارض زمین میں سے نکلے سو وہ بھی نکل آیا۔ اس بات پر جھگڑنا جہالت ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ پھٹے گی اور دآبّۃ الارض وہاں سے سر نکالے گا پھر تمام دنیا میں چکر مارے گا کیونکہ اکثر پیشگوئیوں پر استعارات کا رنگ غالب ہوتا ہے جب ایک بات کی حقیقت کھل جائے تو ایسے اوہامِ باطلہ کے ساتھ حقیقت کو چھوڑنا کمال جہالت ہے اسی عادت سے بدبخت یہودی قبول حق سے محروم رہ گئے۔‘‘ (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۱۵ تا ۴۱۸)‘‘

آپ نے جان لیا کہ مرزا غلام قادیانی نے نہ صرف مسلمانوں کے علماء کو دابۃ الارض قرار دیا بلکہ ایک کیڑے کو دابۃ الارض قرار دیتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ دابۃ الارض نکل چکا جو کہ مرزا غلام قادیانی کے مسیح موعود یعنی عیسیٰ رسول اللہ ہونے کی دلیل ہے یعنی جس بنیاد پر اس نے خود کو عیسیٰ رسول اللہ قرار دیا اگر وہ بنیاد ہی غلط

ثابت ہو جاتی ہے تو مرزا غلام قادیانی ہرگز اللہ کا رسول عیسیٰ نہیں بلکہ ایک جھوٹا شخص تھا جس نے اللہ پر عظیم افتراء کیے۔
حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا یوں نہ صرف مرزا غلام قادیانی کا دابۃ الارض بے بنیاد و باطل ثابت ہو گیا اسکی کوئی بنیاد ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ مرزا غلام قادیانی مجرمین میں سے ثابت ہو گیا جسے حق نہیں تھا کہ ایسا کرتا اس نے شرک عظیم کیا۔
تمام کے تمام قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ وہ اب اسے دابۃ الارض ثابت کر کے دکھائیں جسے غلام قادیانی نے دابۃ الارض کہا اور جسے اللہ نے قرآن میں دابۃ الارض کہا جسے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا اسے غلط ثابت کر کے دکھائیں۔
غور کریں حق آپ کے سامنے ہے اور ابھی تو ہم نے قرآن سے واضح کیا آگے چل کر ہم محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل کہے گئے الفاظ کی روشنی میں بھی دابۃ الارض کھول کھول کر آپ پر واضح کریں گے اور یوں اس موضوع پر بھی اپنے بھائی محمد جو اللہ کا رسول تھا اس کی تصدیق کریں گے جس کے بعد کسی کے لیے کوئی ایک چھوٹے سے چھوٹا بہانہ بھی باقی نہیں بچے گا اور حق ہر لحاظ بیّن ہو جائے گا حق اس طرح کھل جائے گا کہ کوئی کم سے کم عقل بھی با آسانی سمجھ سکے گا۔
اب دیکھیں مرزا غلام قادیانی نے قرآن اور اللہ پر کس قدر عظیم بہتان باندھا اور بالآخر خود اپنے ہی فتوے کا شکار ہو کر کذاب و دجّال ثابت ہو گیا۔ ذیل میں نہ صرف مرزا غلام قادیانی کے الفاظ ہیں بلکہ آگے دابۃ الارض کا سلیمان کی موت پر راہنمائی کرنے کے موضوع میں غلام قادیانی کا دجل چاک ہو جاتا ہے۔
مرزا غلام قادیانی کے الفاظ: ''اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکّب لفظ آیا ہے اس سے مراد کیڑا لیا گیا ہے مثلاً یہ آیت فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ یعنی ہم نے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا تو جِنّات کو کسی نے ان کے مرنے کا پتہ نہ دیا۔ مگر گھن کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ سورۃ السباء الجزو نمبر ۲۲۔ اب دیکھو اس جگہ بھی ایک کیڑے کا نام دآبّۃ الارض رکھا گیا۔ بس اس سے زیادہ دآبّۃ الارض کے اصلی معنوں کی دریافت کے لئے اور کیا شہادت ہوگی کہ خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقام میں دآبّۃ الارض کے معنے کیڑا کیا ہے۔ سو قرآن کے برخلاف اس کے معنی کرنا یہی تحریف اور الحاد اور دجل ہے۔''

دابۃ الارض کا سلیمان کی موت پر راہنمائی کرنا

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ. سباء ۱۳

يَعْمَلُوْنَ جیسے آج ترقی کے نام پر انسانیت کی خدمت کے نام پر اعمال کیے جا رہے ہیں ایجادات کی جا رہی ہیں، جدید ترین اور تباہ کن جنگی ساز و سامان بنایا جا رہا ہے، بڑے بڑے برتنوں میں غیر معمولی مقدار میں لوہے، تانبے و دھاتوں کو پگھلایا جا رہا ہے اور ان سے مشینیں، سریا اور پھر ان مشینوں اور سریے وغیرہ سے آسمانوں کو چھوتی چوٹیاں یعنی عمارتیں تعمیر کی جا رہی ہیں بالکل ایسے ہی وہ لوگ اعمال کر رہے تھے سلیمان کے لیے جن کو سلیمان نے پوری دنیا سے مختلف خطوں سے گرفتار کیا تھا جو کہ جن یعنی سرکش انسان تھے جو بڑے بڑے سائنسدان تھے لیکن آج جو اعمال کیے جا رہے ہیں انسانیت کی خدمت اور ترقی کے نام پر ان میں اور اس وقت سلیمان کے لیے جو اعمال کیے جا رہے تھے ان میں فرق یہ تھا کہ لَهٗ مَا يَشَآءُ اس کے لیے اعمال کر رہے تھے جو اس کا یعنی اللہ کا قانون ہے سلیمان ان سے اللہ کے قانون کے مطابق اعمال کروا رہا تھا جو کہ آج ایسا نہیں ہو رہا۔ سلیمان کے ہاتھوں پوری دنیا سے گرفتار کیے گئے وہ سائنسدان سلیمان کے لیے بناتے تھے مِنْ مَّحَارِيْبَ محاریب سے یعنی جنگی ساز و سامان، اسلحہ و بارود وغیرہ سے سلیمان کو جو بھی چاہیے ہوتا تھا وہ بناتے تھے وَتَمَاثِيْلَ اور تماثیل سے بناتے تھے یعنی وہ قومیں جو اس سے پہلے گزر چکی تھیں ان کے پاس جو کچھ تھا جو ٹیکنالوجی ان کے پاس تھی ان کے جیسی ہی مشینیں و ٹیکنالوجی بناتے تھے، سلیمان کے وقت دنیا میں باقی حکومتوں کے پاس جو اسباب و سائل تھے بالکل ویسے ہی اسباب و وسائل سلیمان کے لیے بناتے تھے وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ اور لوہے، تانبے اور مختلف دھاتوں کو بڑی مقدار میں پگھلانے کے لیے تالابوں کی مانند برتن بناتے تھے جن میں اگر لوہا و تانبہ پگھلایا جاتا تو ایسے نظر آتا جیسے کہ کوئی تالاب ہو وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اور آسمانوں کو چھوتی بلند و بانگ چوٹیاں بنانے کے لیے جو جو مشینیں و اسباب چاہیے ہوتے تھے وہ سب بناتے تھے سلیمان

کے لیے، ایسے ایسے برتن جن میں پگھلی ہوئی غیر معمولی مقدار میں دھاتوں کو اٹھایا جا سکے اور انڈیلا جا سکے ایسے برتن بناتے تھے سلیمان کے لیے۔ ان اسباب سے سلیمان نے پوری زمین پر اپنی حکومت قائم کی اور زمین کے انگ انگ کو فتنہ الدجّال سے پاک کر دیا فساد سے پاک کر دیا، یاجوج اور ماجوج کو روک دیا انہیں بند کر دیا اور پھر جب سلیمان کی موت کے بعد اقتدار آل داؤد کو منتقل ہوا تو بعد میں جا کر جب آل داؤد نے ان اسباب کو جس مقصد کے لیے دیئے گئے اس مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرنا شروع کر دیا تب اللہ نے انہیں کہا اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا کیا اعمال کر رہے ہو داؤد کی آل؟ جو تم اعمال کر رہے ہو یہ شکر نہیں ہے یعنی جو اسباب تمہیں دیئے گئے جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا تم ان کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے تمہیں یہ سب دیا گیا اس لیے شکر کرو یعنی جس مقصد کے لیے تمہیں یہ سب دیا گیا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡر اور انتہائی تھوڑے ہیں میرے عباد سے جو شکر کر رہے ہیں یعنی انہیں جو کچھ بھی دیا گیا تو جس مقصد کے لیے دیا گیا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآ بَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ مَالَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ. سباء ۱۴

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآ بَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ پس جو کہ ہم نے اس پر موت کو ناگزیر کر دیا تو نہیں اس کی موت پر ان کی راہنمائی کر سکا مگر اِس وقت جو دابۃ الارض موجود ہے دابۃ الارض ہی تھا جو کھا گیا سلیمان کی قربانیوں سے اور صبر کیساتھ حاصل کیے ہوئے ملک کو الصلاۃ کو۔

یعنی آل داؤد کو کہا تھا کہ شکر کرو مطلب یہ کہ تمہیں جو بھی اسباب دیئے ان کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جس مقصد کے لیے دیئے گئے لیکن انہوں نے شکر کی بجائے کفر کیا انہوں نے ان اسباب کو جس مقصد کے لیے دیئے گئے تھے اسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے کفر کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلیمان کی موت کے بعد دنیا میں جتنی بھی حکومتوں نے ماتحتی قبول کی ہوئی تھی خود کو سرنڈر کیا ہوا تھا تابع تھیں ان میں سے کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ سلیمان کی موت ہو چکی لیکن جب آل داؤد نے شکر کی بجائے کفر کیا جو اسباب انہیں دیئے تھے ان کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا دابۃ الارض کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآ بَّةُ الۡاَرۡضِ اسی دابۃ الارض نے جو آج دنیا میں موجود ہے اِس نے اُس وقت ان کی سلیمان کی موت پر راہنمائی کر دی کہ سلیمان کی موت ہو چکی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ سلیمان نے جو اتنی محنت کر کے اتنی قربانیاں دیکر پوری زمین پر حکومت قائم کی تھی الصلاۃ قائم کی تھی وہ صرف اور صرف ایک ہی سہارے پر کھڑی تھی اور وہ سہارا صرف سلیمان کا نام تھا، آل داؤد کے اعمال ایسے نہیں تھے ان کا کردار ایسا نہیں تھا کہ سلیمان کی قائم کردہ الصلاۃ کو قائم رکھتے سلیمان کی حکومت کو برقرار رکھتے اور جس سہارے پر سلیمان کی قائم کردہ عالمی حکومت کھڑی تھی دابۃ الارض اسے کھا گیا سلیمان کی قائم کردہ الصلاۃ ضائع ہوگئی، آل داؤد کا دابۃ الارض کو اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرنا سلیمان کی اتنی محنت، صبر اور قربانیوں سے قائم کی گئی پوری دنیا پر عظیم حکومت کو کھا گیا الصلاۃ کو کھا گیا، ماتحت حکومتوں نے بغاوتیں کرنا شروع کر دیں اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا بغاوتوں کا سلسلہ بھی بڑھتا گیا جن کو روکنا نہ صرف ناممکن ہو گیا بلکہ یوں جو خلف تھے انہوں نے الصلاۃ ضائع کر دی اور پھر ذلیل ورسوا ہو گئے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

فَلَمَّا خَرَّ پس جو کہ فال ڈاون ہوا سلیمان کے قائم کیے ہوئے ملک کا یعنی جب سلیمان کی ریاست کے اصولوں میں فرق آ گیا قوانین میں فرق آ گیا، آل داؤد اختلافات کا شکار ہو گئے اپنی خواہشات کی اتباع کرنے لگے، حکومت ویسی نہ رہی جیسی سلیمان نے قائم کی تھی تَبَيَّنَتِ تو اس وجہ سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی دنیا کو پتہ چل گیا کہ سلیمان زندہ نہیں رہا بلکہ اس کی تو کب کی موت ہو چکی ہوئی ہے تب ہی تو آل داؤد ایسا کر رہے ہیں سلیمان کی حکومت کا فال ڈاون شروع ہو چکا ہے یہ وہ حکومت نہیں رہی جو سلیمان نے قائم کی تھی جو ایک عرصے تک رہی بلکہ آج اس میں اور اس میں بہت فرق ہے الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ تو جو الجن تھے یعنی مفسد شیاطین انسان تھے ان کو افسوس ہوا کہ جیسے اس وقت ہم نے غیب جان لیا ایسے ہی اگر ہم جان رہے ہوتے غیب جو

ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ نہیں رہ رہے ہم عذاب مھین میں یعنی ایسی سزا میں نہ رہتے جس میں آج تک رہ رہے ہیں کہ آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں، اپنی من مانی نہیں کر سکتے اپنی مرضی نہیں کر سکتے اپنے قوانین و پالیسیاں نہیں بنا سکتے بلکہ اسرائیل کی تابع رہنا ہے انھی کی ماننی ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا میں جیسے جیسے حکومتوں کو اس بات کا علم ہوتا گیا کہ سلیمان کی موت ہو چکی ہے جو کہ دابۃ الارض نے سلیمان کی موت پر راہنمائی کی تو ویسے ویسے حکومتیں بغاوت کرتی گئیں اور آزاد ہوتی چلی گئیں۔

پیچھے کتاب میں سلیمان علیہ السلام جو کہ ذی القرنین تھے ان کے بارے تفصیل کیساتھ بات کی جا چکی لیکن یہاں مزید اس پر بات کرتے ہیں تا کہ یہ آیت بالکل کھل کر واضح ہو جائے اس آیت میں دابۃ الارض بھی ایسے کھل کر واضح ہو جائے کہ کسی کے لیے بھی کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ رہے۔

سلیمان علیہ السلام کے والد داؤد علیہ السلام کو اللہ نے زمین میں اقتدار دیا نہ صرف اقتدار دیا بلکہ آل فرعون کے ترک کیے ہوئے اسباب میں سے اسباب بھی دیئے جن میں لوہے و تانبے وغیرہ کو پگھلا کر ان سے انتہائی طاقت ور اسلحہ بنانا، پہاڑوں سے زمین کے عناصر نکال کر ان سے بارود بنانا اور ایسے ہی کئی اسباب حاصل تھے۔

داؤد علیہ السلام کے بعد ان کا وارث سلیمان علیہ السلام کو بنا دیا گیا، سلیمان کو اس وقت حکمرانی کا نہ تو کوئی تجربہ تھا اور نہ ہی اتنا علم لیکن جب سلیمان علیہ السلام کو ان کے والد داؤد کا وارث بنا دیا گیا ریاست کا سربراہ بنا دیا گیا تو سلیمان نے دیکھا کہ اسے بہت سے اسباب و وسائل حاصل ہیں اور بہت سے لوگوں پر اختیار دیا گیا جو کہ اس کی رعایا ہے تو ان اسباب و وسائل کے دیئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ ان سے لوگوں کی خدمت کی جائے ان کی فلاح و بہبود کا کام کیا جائے ان وسائل کو لوگوں یعنی اپنی رعایا پر استعمال کیا جائے۔

سلیمان کے دو وزیر ایسے تھے جو نہ صرف براہ راست سلیمان کیساتھ رابطے میں رہتے بلکہ انہوں نے بھی سلیمان کو یہی مشورے دیئے کہ جو کچھ بھی دیا گیا ہے ان کا مقصد یہی ہے کہ انسانیت کی خدمت کے نام پر ان کا استعمال کیا جائے یوں سلیمان کے ملک میں ان اسباب و وسائل کا انسانیت کی خدمت اور ترقی کے نام پر استعمال کیا جانے لگا۔

ریاستی سرپرستی میں اس وقت اسی موجودہ ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جانے لگا، بیجوں میں چھیڑ چھاڑ کر کے ان کے ڈی این اے میں ان کے جینز میں تبدیلیاں کر کے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جانے لگا، دابۃ الارض وجود میں آ گیا یعنی ترقی کے نام پر حرکت کرنے والی مخلوقات انسانیت کی خدمت اور ترقی کے نام پر خلق کی جانے لگیں کہ لوگ آرام دہ اور تیز رفتاری سے سفر کریں۔

فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر کے سائنسی طریقوں سے بیجوں میں تبدیلیاں کر کے، کیمیکلز اور کھادوں کے استعمال سے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ تو اگایا جانے لگا لیکن اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہونا شروع ہو گئے بیماریوں نے بڑھنا شروع کر دیا، بیماریوں کے بڑھنے سے بجائے یہ کہ تحقیقات کی بنیاد پر ان کی جڑ تلاش کر کے اسے کاٹا جاتا بلکہ ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر اعلیٰ سے اعلیٰ وجدید ترین ٹیکنالوجی سے مزین ہسپتال تعمیر کیے جانے لگے یوں بظاہر ایسا نظر آنے لگا کہ پوری دنیا میں یہ واحد ایسی ریاست ہے جو عوام کی خوب خدمت کر رہی ہے۔

اس وقت دنیا میں بہت سی ریاستوں کے پاس ٹیکنالوجی تھی لیکن کسی بھی ریاست میں ٹیکنالوجی کا استعمال عوامی سطح پر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ٹیکنالوجی کا استعمال براہ راست حکومتیں کر رہی تھیں جس کی دو بنیادی وجوہات تھیں ایک یہ کہ دنیا میں تقریباً ہر ریاست میں نسلوں سے خاندانوں میں اقتدار نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا جس وجہ سے حکمران طبقہ خود کو اس کا حق دار سمجھتا تھا اور دوسرا اسی وجہ سے ہر ریاست کا یہی ماننا تھا کہ اگر عوام کو بھی یہ ٹیکنالوجی حاصل ہو گئی تو ریاست میں عوام اور حکمران طبقے کے درمیان قوت کا فرق مٹ جائے گا یوں کوئی بھی ریاست کی رٹ کو کبھی بھی چیلنج کرنے کی صلاحیت رکھے گا اور ریاست کمزور ہو کر تباہ ہو جائے گی نسل در نسل منتقل ہونے والے اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔

لیکن دنیا کی ان تمام ریاستوں کے برعکس سلیمان کی ریاست میں ٹیکنالوجی کا عوامی سطح پر استعمال کیا جا رہا تھا اور بظاہر یہی لگ رہا تھا کہ دنیا کی یہ واحد ریاست ہے جو انسانیت کی خدمت کر رہی ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔

جب ترقی کے نام پر انسانیت کی خدمت کے نام پر سلیمان کی ریاست میں ٹیکنالوجی عام ہو چکی تھی تب سلیمان کے اپنے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جو کہ نامکمل اور بے جان دھڑ تھا سلیمان کو اس حادثے نے جھنجوڑ کر رکھ دیا کہ آخر اس نے ایسا کون سا جرم کیا ہے جس کی سزا اسے ملی۔

سلیمان کو علم تھا کہ اللہ کے لیے تو ہے ہی حمد اللہ جو بھی خلق کرتا ہے اس میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی، کجی، کوتاہی یا کوئی نقص وغیرہ نہیں ہوتا اللہ تو جو بھی خلق کرتا ہے وہ ہر لحاظ سے مکمل اور احسن خلق کرتا ہے اس لیے یہ اللہ کی خلق نہیں ہو سکتی۔ چونکہ سائنسی دور تھا تو سلیمان نے فوری طور پر میڈیکل کے شعبے سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے اور قابل سائنسدانوں کو اکٹھا کیا ان کی ٹیم تشکیل دیکر اس بچے پر تحقیقات کا حکم دیا کہ اس بچے پر تحقیقات کر کے جلد سے جلد رپورٹ پیش کی جائے کہ آخر ایسا بچہ پیدا ہونے کی وجوہات کیا ہیں۔

بڑے بڑے ناموراور قابل سائنسدانوں پر مشتمل اس تحقیقاتی کمیٹی کا کام تھا کہ وہ اس بچے پر ہر پہلو سے تحقیقات کر کے ان وجوہات کا پتہ لگائیں جن سے ایسا نامکمل اور عیب دار بچہ پیدا ہوا اور اس کمیٹی نے وہ رپورٹ براہ راست ریاست کے سربراہ سلیمان کو پیش کرنا تھی۔

جب رپورٹ مکمل ہوئی اور سلیمان کو پیش کی گئی جو کہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھی سلیمان نے اس رپورٹ کو پڑھا تو سلیمان چونک کر رہ گیا۔ اس رپورٹ میں یہ بات بالکل کھول کر واضح کی گئی کہ ایک بشر کیسے خلق ہوتا ہے اور کن کن عناصر سے خلق ہوتا ہے ان عناصر کی نہ صرف الگ الگ مقدار ہوتی ہے بلکہ مخصوص معیار ہوتا ہے اور کوئی بھی بشر تب تک ہی ہر لحاظ سے خامیوں وخرابیوں سے پاک رہ سکتا ہے جب تک اس کے جسم کی تمام ضروریات نہ صرف بالکل خالص اور مکمل فراہم کی جائیں بلکہ ان کا جو معیار ہے وہ بھی برقرار رہے اور ایسا صرف اور صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ فطرت نے ہمیں وجود دیا اس لیے صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ ہماری کیا کیا ضروریات ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اس لیے فطرت پر ہی انحصار کیا جائے فطرت میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی جائے فطرت میں کسی بھی قسم کی کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے ورنہ نہ صرف بچے مفلوج پیدا ہوں گے بلکہ بیماریوں وہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں آپ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا اس کی اصل وجہ وہ خوراک ہے جو اگائی اور کھائی جا رہی ہے سائنسی بنیادوں پر فصلیں کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ تو اگائی جا رہی ہیں لیکن ایسی فصلیں ایسا رزق ان تمام عناصر سے خالی ہوتا ہے جن عناصر سے جسم وجود میں آتا ہے جو جسم کی ضروریات ہوتے ہیں لہذا ایسا رزق کھانے والے کے جسم کو اس کی تمام ضروریات یا تو ملتی نہیں اور اگر ملتی بھی ہیں تو ان کا معیار وہ نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے اور ان کی مقدار بھی وہ نہیں ہوتی جو جسم کو درکار ہوتی ہے جس وجہ سے ایسا رزق استعمال کرنے والے شخص کو نہ صرف طرح طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کے نطفے سے وجود میں آنے والا بچہ بھی مکمل نہیں ہوتا بلکہ وہ نامکمل ہوتا ہے بہت سی خامیوں ونقائص والا ہوتا ہے بظاہر بے شک صحیح سلامت بچہ پیدا ہو لیکن وہ بچہ اندرونی طور پر بہت سی خامیوں ونقائص سے بھرپور ہوتا ہے۔

اے سلیمان آپ نے جو رزق کھایا اس رزق میں وہ تمام عناصر موجود نہیں تھے جو ہونے چاہئیں جس سے ایسا نطفہ وجود میں آیا جو نامکمل تھا خامیوں ونقائص سے بھرپور تھا اب ظاہر ہے فصل کا انحصار تو بیج پر ہے جیسا بیج ہوگا ویسی ہی فصل ہوگی اس لیے ایک تو آپ کا نطفہ نامکمل تھا اور دوسرا آپ کی بیوی نے دوران حمل جو رزق کھایا اس سے ایسا نامکمل اور عیب دار بچہ پیدا ہوا۔

یعنی سلیمان پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ اس کی ریاست میں جو جینیٹکلی موڈیفائی بیج استعمال ہو رہے ہیں، جن کیمیکلز اور کھادوں سے رزق اگایا جا رہا ہے اس کی وجہ سے اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا یہی وہ وقت تھا جب سلیمان پر اس ٹیکنالوجی کا دجل چاک ہوا اس سے پہلے سلیمان اس ٹیکنالوجی کو فائدہ مند سمجھ رہا تھا لیکن جب یہ واقعہ ہوا تو سلیمان پر اس کی حقیقت بالکل کھل کر واضح ہوگئی فتنہ الدجّال کا قتل ہو گیا۔

وزارت صحت سے بیماریوں کا ریکارڈ طلب کیا گیا کہ کب کب سے کون کون سی بیماریاں وجود میں آئیں اور اب تک کتنے لوگ کس کس بیماری کا شکار ہوئے، کتنے بچے مفلوج پیدا ہوئے اور ان میں کیا کیا خامیاں تھیں یعنی شعبہ صحت سے مکمل رپورٹ طلب کی اور جب رپورٹ سامنے آئی تو رپورٹ میں بیماریوں اور ان سے متاثر افراد کے اعداد وشمار دہلا کر رکھ دینے والے تھے۔

سلیمان نے اپنے تمام وزراء اور بڑے بڑے اداروں کے سربراہان سمیت بیوروکریسی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز شخصیات کا اجلاس طلب کیا جس میں ان سے

سوال کیا گیا کہ آج تک یہ حقیقت کیوں چھپی رہی؟ تو جواب میں ملبہ ایک دوسرے پرڈالا جانے گا۔

سلیمان نے تحقیقاتی کمیٹیاں تشکیل دیکر انہیں پوری ریاست میں تحقیقات کا حکم دے دیا کہ آخر یہ حقیقت آج تک کیسے چھپی رہی اور جب تحقیقات کی گئیں تو ساری ذمہ داری دو شخصیات پر عائد ہوئی وہی دو شخصیات جو براہ راست سلیمان کے ساتھ رابطے میں تھیں جو پوری ریاست کے سیاہ وسفید کی مالک تھیں۔ یعنی جب نچلی سطح سے تحقیقات کا آغاز کیا گیا شعبہ صحت سے تعلق رکھنے والی ذمہ دار شخصیات سے جب پوچھا گیا کہ کیا انہوں نے آج تک آنکھیں بند کیے رکھیں؟ جو بیماریاں دن بہ دن بڑھتی رہیں تو کیا آپ نے ان کے حل کے لیے ان کی جڑ تک جانے کی کوشش کی کہ آیا ان بیماریوں کی وجوہات کیا ہیں؟ تو جواب آیا کہ ہم نے تو ایک بار نہیں بلکہ کئی بار جب بھی کوئی نئی بیماری سامنے آتی یا کوئی غیر معمولی کیس سامنے آتا تو تحقیقات کیں اور جڑ تک پہنچے تحقیقاتی رپورٹ متعلقہ ادارے کو ارسال کی لیکن وہاں سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

پوری ریاست میں نچلی سطح پر یہی بات سامنے آئی کہ ہم نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار تحقیقات کر کے رپورٹ متعلقہ ادارے کو ارسال کی اور ان مسائل سے نپٹنے کے لیے اپنی سفارشات بھی درج کیں لیکن آج تک کوئی جواب نہیں آیا سوائے اس کے کہ آپ کی رپورٹ وزارت صحت کو ارسال کر دی گئی ہے جب وہاں سے جواب موصول ہوگا تو آپ کو آگاہ کر دیں گے لیکن کبھی وزارت صحت کی جانب سے جواب موصول نہیں ہوا۔

اسی طرح نچلی سطح سے تحقیقات آگے بڑھتی بڑھتی جب وزارت صحت تک پہنچیں اور وزارت صحت سے اس بارے میں سوالات کیے گئے تو وزارت صحت نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم نے نہ صرف نچلی سطح سے موصول ہونے والی رپورٹوں کا جائزہ لیا بلکہ کئی بار اعلیٰ سطحی کمیٹیاں تشکیل دے کر خود تحقیقات کیں اور ہر بار نہ صرف مکمل اور جامع رپورٹ تیار کی بلکہ ان بیماریوں کے حل کے لیے اپنی سفارشات بھی ریاست کے سربراہ کے دفتر ارسال کیں کہ سلیمان ان رپورٹوں کا جائزہ لیں اور ہماری سفارشات پر عمل کروانے کے لیے انتظامیہ کو حرکت میں لائیں تا کہ ریاست میں صحت کے بڑھتے ہوئے مسائل پر قابو پایا جا سکے لیکن صدر ہاوس سے کبھی مثبت جواب نہیں آیا بلکہ زیادہ سے زیادہ زور اسی بات پر دیا گیا کہ بیماریوں سے نپٹنے کے لیے زیادہ سے زیادہ اور جدید ترین سہولیات سے مزین ہسپتال بنوائے جائیں۔

ہم نے کئی بار اپنی رپورٹوں میں ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا کہ ریاست میں صحت کے بڑھتے ہوئے مسائل کی بنیاد مصنوعی طریقوں سے خلق کی جانے والی خوراک ہے، ریاست میں استعمال ہونے والی جنیٹکلی موڈیفائی بیجوں سے پیدا ہونے والے پھل، سبزیاں اور فصلیں وغیرہ اس معیار پر پورا نہیں اترتے جو معیار درکار ہے۔

ایسے بیجوں، کیمیکلز اور کھادوں وغیرہ سے اگائی جانے والی خوراک دیکھنے میں تو بہت اچھی لگتی ہے لیکن یہ محض گیسوں کا مرکب ہوتا ہے ان میں وہ عناصر نہیں ہوتے جو جسم کی ضروریات ہوتے ہیں اس لیے سربراہ ریاست سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ ایسے تمام کے تمام بیجوں، کیمیکلز اور کھادوں وغیرہ کو فی الفور بین کیا جائے اور اس کے برعکس فطرتی طور پر خوراک پیدا کی جائے ورنہ اگر یہ اقدامات نہ کیے گئے تو مستقبل میں صحت کے حوالے سے تباہ کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس کے باوجود نہ تو ہماری سفارشات پر عمل کیا گیا اور نہ کوئی مثبت جواب دیا گیا بلکہ جب بھی جواب آیا تو سارا زور اسی بات پر دیا گیا کہ زیادہ سے زیادہ ادویات کی تیاری پر کام کیا جائے، جدید ترین میڈیکل آلات خلق کیے جائیں اور بہتر سے بہتر ہسپتال تعمیر کیے جائیں، ایمبولینس نظام تیز اور بہتر بنایا جائے۔

وزارت صحت نے کہا کہ ہم تو صرف رپورٹ ہی دے سکتے ہیں اور سفارشات ہی کر سکتے ہیں رپورٹ کو کوئی اہمیت دینا نہ دینا اور سفارشات پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ ریاست کے سربراہ کی ذمہ داری ہے ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں؟

ایسے ہی ریاست کے تمام شعبوں میں نچلی سطح سے لیکر اوپر تک تحقیقات کی گئیں تو ساری ذمہ داری اوپر جاتے جاتے صدر ہاوس یعنی ریاست کے سربراہ کی کرسی پر ڈلی ساری ذمہ داری ریاست کے سربراہ پر عائد ہوئی۔ اور حیران کن طور پر سلیمان کو تو کسی بھی شئے کی کوئی خبر نہیں تھی سلیمان تو یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کی ریاست میں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے اسے جس مقصد کے لیے زمین میں مکن دیا وہ اسے بخوبی پورا کر رہا ہے اپنی رعایا کی بھرپور خدمت کر رہا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دو اشخاص ایسے تھے جو سلیمان کے اتنے قریب تھے کہ پوری ریاست کو وہی دو شخص چلا رہے تھے پوری ریاست میں وہی ہو رہا تھا جو وہ چاہتے یا جو

ہدایات وہ جاری کرتے۔

یوں تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی کہ تمام ادارے اپنی اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے پورا کرتے رہے لیکن ان کی کبھی کسی بات پر توجہ نہیں دی گئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی کوئی رپورٹ ریاست کے سربراہ تک پہنچتی تو انہی دو شخصیات کے ذریعے پہنچتی اور وہ ایسی کوئی رپورٹ سلیمان تک پہنچاتے ہی نہیں تھے بلکہ اس کے برعکس وہ سلیمان کے سامنے یہی رکھتے کہ ریاست میں ہر شعبہ ترقی کر رہا ہے ہم اپنی رعایا کی بھرپور خدمت کر رہے ہیں یوں وہ وہ سلیمان تک پہنچاتے جو وہ چاہتے اور سلیمان اپنے دفتر میں بیٹھا صرف فائلوں پر دستخط کر کے یہی سمجھتا رہا کہ وہ بہت احسن طریقے سے نظام ریاست چلا رہا ہے۔

لیکن جب سلیمان کے اپنے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا جو عیب دار، نامکمل اور بے جان تھا جس کی وجہ سے تحقیقات کا آغاز ہوا اور الدجّال کا قتل ہو گیا یعنی جسے ربّ بنائے ہوئے تھے وہ الدجّال ثابت ہوا اور ان اشیاء پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر حقیقت کھل کر سامنے آئی اور ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر ہونے والے فساد کے اصل ذمہ دار وہ دو شخص سامنے آئے تو تب سلیمان کو اس بات کا بھی ادراک ہوا کہ ریاست چلانے کے لیے یہی کافی نہیں کہ محض چار دیواری میں اپنے دفتر تک محدود رہا جائے اور ریاست میں کیا ہوا رہا ہے اس کی خبر تک نہ ہو بلکہ اس منصب کا اصل حق یہ ہے کہ عوام کے درمیان رہا جائے ان کے مسائل کو خود قریب سے دیکھا جائے اور اس کے مطابق اقدامات کیے جائیں۔

جب سلیمان پر یہ سب حق واضح ہوا تو تب سلیمان نے اللہ سے ملک عظیم کی دعا کی تھی تاکہ پوری دنیا کو اس فتنہ الدجّال سے پاک کر دے۔ سلیمان نے ان دونوں اشخاص کو جنہیں اللہ نے قرآن میں ہاروت و ماروت کہا کو اذیت ناک سزا دی، عوامی مقام پر ایک کنواں کھدوا کر انہیں اس میں الٹا لٹکا دیا اور ساتھ یہ بھی لکھوا دیا کہ فساد فی الارض کے مرتکب کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو اور کتنا ہی فرمانبردار کیوں نہ ہو۔ دور دور سے لوگ کنویں میں لٹکے ان دونوں شیاطین کو دیکھنے آتے لوگوں کو اجازت تھی کہ وہ نہ صرف ان کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں بلکہ انہیں کھانے پینے کو بھی دیں یوں وہ دونوں اسی کنویں میں الٹے لٹکے رہے اور بالآخر اسی حالت میں ان کی موت ہوئی۔

سلیمان نے پوری ریاست سے تمام کی تمام ٹیکنالوجی، ایجادات پر پابندی لگا دی اور دابۃ الارض یعنی گاڑیوں وطرح طرح کی مشینوں وغیرہ کے شوروموغیرہ پر بلڈوزرز چلوا دیئے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور کسی بھی قسم کی غیر فطرتی خلق کرنے پر سخت سے سخت سزائیں مقرر کر دیں۔ جب سلیمان نے اپنا گھر یعنی اپنی ریاست کو اس فتنہ الدجّال سے پاک کر دیا تب سلیمان نے آس پاس کی ریاستوں کو خطوط لکھے کہ یہ فتنہ الدجّال ہے اسے ترک کر کے فطرت پر ہی انحصار کیا جائے ورنہ اگر کوئی ان ہدایات پر عمل نہیں کرتا تو اسے نہ صرف اقتدار سے نکال باہر کیا جائے گا بلکہ دوسروں کے لیے نشان عبرت بنا دیا جائے گا۔ یوں شروع میں تو سلیمان کی مخالفت کی گئی سلیمان کی ہدایات کو تسلیم کرنے کی بجائے جنگ کو ترجیح دی گئی لیکن کوئی بھی ریاست سلیمان کی فوجوں اور قوت کے سامنے نہ ٹھہر سکی یوں دنیا میں سلیمان کا رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور بہت سی ریاستوں نے جنگ کرنے کی بجائے اپنا اقتدار بچانے کی خاطر سلیمان کی ہدایات کو تسلیم کرتے ہوئے نہ صرف ٹیکنالوجی کو ترک کر دیا اسے بالکل ختم کر دیا بلکہ خود کو سلیمان کی حکومت کے ماتحت کر دیا۔

یوں سلیمان نے پوری زمین کے چپے چپے کو فتح کر لیا مقامی حکومتوں کے ساتھ ساتھ سلیمان کی ایک عالمی حکومت قائم ہو گئی اور پوری دنیا کی مقامی حکومتیں سلیمان کی تابع ہو گئیں۔ سلیمان نے پوری دنیا سے تمام کے تمام سائنسدانوں کو گرفتار کر کے اپنے پاس اکٹھا کر لیا اور ان سے خود کام لیتا کسی کو بھی کہیں جانے کی اجازت نہیں تھی سوائے ان کے جو مومن بن جاتے اور سلیمان کو یقین ہو جاتا کہ اگر انہیں کہیں جانے کی اجازت دی جائے گی تو یہ غداری نہیں کریں گے کسی کو بھی ایجادات کے فارمولے نہیں دیں گے اور اگر کسی نے غداری کی تو اسے نشان عبرت بنا دیا گیا یوں سلیمان نے پوری زمین سے نہ صرف اس فتنہ الدجّال کا خاتمہ کر دیا بلکہ اس کے تمام کے تمام موجدوں کو بھی گرفتار کر کے انہیں قتل وقید کر کے دوبارہ ٹیکنالوجی کی تخلیق کا دروازہ ہی بند کر دیا اور خود سلیمان انہی جدید اور تیز ترین سواری کے ذریعے سے اچانک کہیں نہ کہیں جا پہنچتا تھا کہ کہیں اس سے چھپا کر فساد تو نہیں کیا جا رہا اور اگر کوئی ایسا کر رہا ہوتا تو انہیں نشان عبرت بنا دیا جاتا اب پوری دنیا میں جتنی بھی علاقائی حکومتیں تھیں کسی ایک کی بھی جرات نہیں تھی کہ وہ سلیمان کی ہدایات کے خلاف کوئی ایک بھی عمل کرے۔ پوری دنیا کے حکمران پوری دنیا کی حکومتیں آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں تھیں یعنی بظاہر تو آزاد ہونا لیکن اپنے فیصلے خود کرنے کی اجازت نہ ہونا اسی کی مانی جائے گی اسی کے فیصلوں پر عملدرآمد کیا جائے گا جس کو ان پر مسلط کر دیا گیا ایسے ہی اس وقت پوری دنیا کی حکومتوں کا معاملہ تھا کہ وہ آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں تھیں پوری دنیا میں

حکمران تو ہر علاقے کے اپنے اپنے تھے علاقائی حکومتیں قائم تھیں لیکن کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی من مانی پالیسیاں بنا سکے یا اپنی مرضی سے ریاست میں کچھ کر سکے صرف اور صرف وہی کیا جا سکتا تھا جس کی اجازت سلیمان دیتا یا جو کرنے کا حکم سلیمان دیتا تھا یہ تھا عذاب مھین۔

دنیا سے ٹیکنالوجی کا مکمل خاتمہ ہو چکا تھا سوائے اس کے جو سلیمان کے پاس تھی، دنیا میں کہاں کیا ہو رہا ہے اس کی خبریں صرف سلیمان کے پاس ہوتی تھیں اور سلیمان جہاں چاہتا اچانک چھاپہ مارتا تھا جس وجہ سے دنیا میں سلیمان کا اتنا ڈر اور خوف قائم تھا کہ کسی بھی ریاست میں جرأت نہیں تھی کہ وہ سلیمان کی ہدایات کے خلاف کوئی عمل کرے کیوں کہ انہیں علم تھا کہ سلیمان کے پاس جو اسباب ہیں ان کی وجہ سے سلیمان کے پاس پوری زمین کی خبریں پہنچ رہی ہیں اور اگر ہم نے ایسا کوئی عمل کیا تو سلیمان فوری آ دھمکے گا اور نشان عبرت بنا دے گا۔

وقت گزرتا گیا اور ایک وقت آیا کہ جب سلیمان کی وفات ہو گئی ایک تو سلیمان تقریباً ڈیڑھ سو سال کی عمر پانے کے بعد فوت ہوا اور دوسرا سلیمان کی وفات کو کچھ دہائیاں گزر چکی تھیں تب تک دنیا کے حالات ایسے ہو چکے تھے کہ کوئی چاہ کر بھی یہ ایجادات نہ کر سکتا اور تب جا کر ایسا ہوا کہ سلیمان کے بعد جن کو اقتدار منتقل ہوا جو کہ داؤد علیہ السلام کی ہی آل تھی انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع میں حکومتی وسائل کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔

سلیمان کی موجودگی میں سوائے سلیمان اور اس کی اجازت کے کسی کو بھی کوئی بھی مشین استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی خواہ وہ کوئی کتنا ہی قریبی کیوں نہ تھا کسی کو بھی ٹیکنالوجی کے استعمال کی اجازت نہیں تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ اسرائیل جو کہ موجودہ فلسطین، اسرائیل، لبنان، اردن اور شام وغیرہ کے خطے ہیں یہاں دابۃ الارض یعنی گاڑیوں جہازوں وغیرہ کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کیا جانے لگا۔

داؤد علیہ السلام کی آل نے ان کا اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرنا شروع کر دیا بغیر کسی وجہ کے دنیا کے مختلف خطوں کے دورے کرنا شروع کر دیئے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ سلیمان کی موت ہو چکی لیکن یہی بات سلیمان کی موت سے آگاہی کا سبب بن گئی۔

کہ اگر سلیمان زندہ ہوتا تو کسی بھی صورت وہ کسی دوسرے کو دابۃ الارض کے استعمال کی اجازت نہ دیتا اور نہ ہی کسی کو اپنی خواہشات کی اتباع میں دابۃ الارض کے استعمال کی اجازت دیتا اور آج جبکہ ایسا ہو رہا ہے تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ سلیمان زندہ نہیں رہا بلکہ اس کی موت ہو چکی اس کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہیں کہ دابۃ الارض کا اس طرح استعمال کیا جا رہا ہو۔

یوں دنیا والوں پر یعنی دنیا کی حکومتوں پر یہ بات کھل گئی کہ اب سلیمان زندہ نہیں ہے اس کی موت ہو چکی کیونکہ آپ نے دیکھا نہیں آج جس طرح ہماری ریاستوں کے دورے کیے جاتے ہیں ایک تو وہ بے مقصد ہیں اور دوسرا ان میں بلا مقصد دابۃ الارض کا استعمال کیا جا رہا ہے جیسے کہ حالات کی خبر لینے نہیں آئے بلکہ پورے کے پورے خاندان مزے لوٹنے آئے ہیں، سیر سپاٹے کرنے آئے ہیں وہ لوگ بھی دابۃ الارض کا استعمال کر رہے ہیں جن کا کوئی مقصد نہیں بنتا اور ایسا کسی بھی صورت نہیں ہو سکتا تھا اگر سلیمان زندہ ہوا اس سے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ سلیمان کی موت ہو چکی تب ہی تو آج پیچھے سے جو جانشین ہیں وہ اپنی خواہشات کی اتباع میں دابۃ الارض کا استعمال کر رہے ہیں نہ کہ ضروری ریاستی امور کی خاطر جہاں ان کے استعمال کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

یوں دابۃ الارض نے سلیمان کی موت پر ان کی راہنمائی کی اور تب دنیا میں جو شیاطین حکمران تھے ان کو افسوس ہوا کہ کاش ہم نے یہ بات پہلے نوٹ کی ہوتی ایسا تو دہائیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے لیکن ہمیں اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوا نہ ہی ہم نے کبھی غور کیا کاش ہم نے پہلے اس پہلو میں غور کیا ہوتا تو ہم پر بہت پہلے یہ بات واضح ہو چکی ہوتی کہ سلیمان کی موت ہو چکی اور ہم آج تک عذاب مھین کا شکار نہ رہتے یعنی آزاد ہو کر بھی غلام نہ ہوتے اپنے فیصلے خود کر رہے ہوتے نہ کہ اسرائیل کے فیصلوں کے پابند ہوتے۔

آپ نے جان لیا کہ یہ آیت کس قدر کھول کھول کر واضح کر رہی ہے کہ دابۃ الارض کیا ہے دابۃ الارض انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کی جانے والی وہ مخلوقات ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں جو ارض سے یعنی زمین کے عناصر سے وجود میں آئیں جن میں لوہا، تانبہ، پلاسٹک، خام تیل وغیرہ سب کا سب ہی زمین سے ہی نکل رہا ہے اور ان سے وجود میں آنے والا دابہ ارض سے ہی نکلنے والا دابۃ کہلائے گا۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ. سباء ۱۴

آیت میں دَآبَّۃُ الْاَرْضِ کے دابۃ پر پیش ہے جو کہ اِس وقت آج جس دور میں آپ موجود ہیں جس وقت میں آپ موجود ہیں اِس وقت میں موجود دابہ کا ذکر کر رہی ہے دَآبَّۃُ اِس وقت جو دابہ موجود ہے یعنی اِس وقت جو ایسی مخلوقات موجود ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں جو ارض سے وجود میں آئیں ہیں جو الساعت کی اشراط میں سے ہیں جو پہلے نہیں تھیں بلکہ قرب قیام الساعت نکلنا تھا یہ دابہ تھا اُس وقت جس نے ان کی سلیمان کی موت پر راہنمائی کی تھی۔

یہ آیت حق کو اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیتی ہے کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اور آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دابۃ الارض یہی بحری جہاز، آبدوزیں، ٹرینیں، ٹرامیں، الیکٹرانک سیڑھیاں، سائیکل، موٹر سائیکل، گاڑیاں، ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹرز وغیرہ ہیں۔

یوں قرآن سے اس پہلو سے بھی آپ پر بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ دابۃ الارض کیا ہے اور نہ صرف آج دابۃ الارض نکل چکا بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اور جو کچھ اس نے کرنا تھا کر چکا۔ اب آپ سے سوال ہے کہ اب کون سی شئے ہے جو آپ کو حق سے روک رہی ہے؟ کیا حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی آپ انتظار ہی کریں گے اور اگر آپ ایسا ہی کرتے ہیں انتظار ہی کرتے ہیں تو جان لیں کہ اب آپ پر عذاب ہی آئے گا نہ کہ دابۃ الارض کے نام پر آپ کے اپنے خود ساختہ باطل و بے بنیاد عقائد و نظریات سچ ثابت ہوں گے کہ ایسا کوئی دابۃ آئے گا جس کا آپ انتظار کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام قادیانی نے جس آیت میں دابۃ الارض کا ترجمہ طاعون کا کیڑا کر کے اللہ اور قرآن سے منسوب کیا ہے اس کی حقیقت بھی آپ کے سامنے ہے کہ مرزا غلام قادیانی کس قدر جاہل، گمراہ ترین ایک کذاب دجّال شخص تھا جس کا حق کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔

دابۃ الارض محمد کے الفاظ کی روشنی میں

پیچھے دابۃ الارض پر قرآن الحکیم سے تفصیل کیساتھ بات ہو چکی اب ہم دابۃ الارض پر بات کریں گے آج سے چودہ صدیاں قبل اس قوم اس امت کے اولین میں بعث کیے جانے والے اللہ کے رسول محمد علیہ السلام کے الفاظ کی روشنی میں تا کہ ان لوگوں پر بھی حجت ہو جائے جو قرآن کے قریب بھی جانے کو تیار نہیں اور رات دن محض زبان سے محمد محمد کے رٹے لگاتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة من شعب بالأجياد. الدر المنثور، هداية السالك

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الدابہ نکلے گا آرام دہ پرسکون عالی شان تیز رفتار دروازوں والی سواریوں سے۔

یعنی الساعت کے قریب نکلنے والا دابہ عالی شان، پرسکون، آرام دہ تیز رفتار دروازوں والی سواریاں ہوں گی جو مشکل ترین، کٹھن، دشوار گزار، تنگ رستوں، گھاٹیوں، پہاڑی رستوں میں پرسکون آرام دہ اور تیز رفتاری کیساتھ سفر کریں گی۔

دابہ کے معنی آپ پر واضح کیے جا چکے کہ دابہ کہتے ہیں مرحلہ بہ مرحلہ حرکت کرنے والی مخلوقات کو جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں اور آپ پر یہ بھی کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اللہ نے اپنا سارے کا سارا دابہ یعنی ایسی مخلوقات جو مرحلہ بہ مرحلہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں آگے بڑھتی ہیں انہیں پانی سے خلق کیا اور اس کے برعکس قرب قیام الساعت نکلنے والا دابۃ الارض یعنی ایسی مخلوقات جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کریں گی وہ پانی کی بجائے ارض سے یعنی زمین کے عناصر سے وجود میں آنا تھیں جنہیں انسان نے اللہ کے کاموں میں مداخلت کرتے ہوئے یعنی شریک بنتے ہوئے خلق کرنا تھا۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ بالکل صراحت کیساتھ موجود ہیں کہ دابہ نکلے گا آرام دہ پرسکون عالی شان تیز رفتار دروازوں والی سواریوں سے۔ یعنی

قرب قیام الساعت ارض سے وجود میں آنے والی ایسی مخلوقات جو تیر کر رینگ کر چل کر اور اڑ کر حرکت کریں گی وہ انتہائی آرام دہ، پرسکون، عالی شان، تیز رفتار اور دروازوں والی سواریاں ہوں گی۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس قدر صراحت کیساتھ دابۃ الارض کی وضاحت کر دی تھی لیکن افسوس ان لوگوں پر جو دین کے ٹھیکیدار بنے رہے اور انہوں نے اس حق کو انسانیت سے چھپا کر رکھ دیا۔ خود تو گمراہ تھے ہی مگر باقی انسانیت کو بھی اپنے ساتھ گمراہی پر پکا کر دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد علیہ السلام کے ان الفاظ کے بعد بھی کیا کوئی شک رہ جاتا ہے کہ دابۃ الارض کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ قال: تخرج الدابة فتسم الناس على خراطيمهم، ثم يغمرون فيكم ، حتى يشترى الرجل الدابة، فيقال: ممن اشترت؟ فيقول: من الرجل المخطم. مسند احمد

سب سے پہلے اس روایت میں استعمال ہونے والے الفاظ کو آپ پر واضح کرتے ہیں تا کہ آپ اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کو احسن طریقے سے سمجھ سکیں۔

اس میں پہلا لفظ الدابہ ہے جس پر پیچھے تفصیل سے بات ہو چکی ہے کہ دابہ کسے کہتے ہیں

الدابہ. دابہ کہتے ہیں ان مخلوقات کو جو نہ صرف آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے وجود میں آئیں بلکہ اسی طرح حرکت کریں یعنی دابہ کے آسان ترین معنی ہیں حرکت کرنے والی مخلوقات جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں۔

اگلا لفظ جو کہ جملہ ہے اور تین الفاظ کا مجموعہ ہے جس میں دو الفاظ دو حروف پر مشتمل ہیں اور ایک لفظ دو حروف پر مشتمل ہے۔

فتسم. ف ت سم.

ف: کے معنی ہیں پس یعنی ہوگا ہی ہوگا۔

ت. پیچھے جو بھی عوامل ہیں ان کے ساتھ یا ان کی وجہ سے یا جس شیئ کا ذکر کرنا مقصود ہو اس کے لیے حرف ت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

سم. زہر، ایسا زہر جس سے انسانوں سمیت تمام جانداروں کے جسم میں بیماریاں وخرابیاں پیدا ہوں جو سب کے لیے موت اور بیماریوں کا سبب بنے، جو تمام جانداروں کے لیے نقصان دہ ہو۔

خراطیم. کاربن کے اخراج والا سوراخ، پائپ وغیرہ۔ سائلنسرز، چمنی وغیرہ۔ انسان جہاں سے کاربن خارج کرتا ہے یعنی ناک، اسے بھی خراطیم کہتے ہیں۔

یغمرون. غمر سے ہے جس کے معنی بھر جانے، ہر طرف ایک شیئ کے پھیل جانے، مکمل ہو جانے وغیرہ کے ہیں۔

المخطم. زہریلی آب وہوا، دھول مٹی، گرد وغبار، بدبو اور نقصان دہ جراثیم وغیرہ سے حفاظت کی خاطر ماسک یعنی ناک پر کسی ایسی شیئ کا پہنے ہونا جس کے ذریعے سے آب وہوا میں موجود زہریلے مادوں، دھول مٹی، گرد وغبار اور نقصان دہ جراثیموں و بدبو وغیرہ سے بچا جا سکے۔

خطم. ماسک، گیس ماسک، دھویں، زہریلی آب وہوا، دھول مٹی، گرد وغبار اور نقصان دہ جراثیموں وغیرہ سے حفاظت کی خاطر ناک اور منہ پر پہنا جانے والا ماسک یعنی فلٹر۔

محمد علیہ السلام کے وقت دھول مٹی سے بچنے کے لیے ناک ڈھانپنے کی غرض سے ماسک کی طرح منہ پر جو کپڑا لپیٹ لیا جاتا تھا اسے خطم کہا جاتا تھا یا گائے، اونٹ، بکری وغیرہ کے منہ پر جو ماسک اس غرض سے چڑھا دیا جاتا تھا کہ وہ جانور کا دودھ نہ پی سکے اور جانوروں کو مٹی کھانے یا گند کھانے سے بچانے یا فصلوں سے حفاظت کی خاطر انہیں کھلا چھوڑتے وقت ان کے منہ پر جو ماسک پہنا دیا جاتا تھا اسے خطم کہا جاتا تھا جو کہ فلٹر کہلاتا ہے جیسا کہ آپ ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جن عوامل سے الدابہ نکلے گا پس ان عوامل اور الدابہ اپنے کاربن کے اخراج والے سوراخوں سے انسانوں پر ان کی کاربن کے اخراج کی جگہیں یعنی ناکیں زہر آلود کر دے گا فضا کو زہر آلود کر دے گا جس میں سانس لینے سے انسانوں سمیت مختلف مخلوقات کو طرح طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا انہیں اموات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر وہ بھر جائیں گے تم میں یعنی ہر طرف الدابہ پھیل جائے گا اور اس کا زہر بھی پھیل جائے گا یعنی پوری دنیا میں نہ صرف الدابۃ جو کہ ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات ہوں گی پوری دنیا ان سے بھر جائے گی بلکہ ان سے خارج ہونے والی زہریلی گیسیں پوری دنیا کی فضا میں بھر جائیں گی اور انسان بھی سب ایسے ہی ہوں گے جو اس زہر آلود آب و ہوا میں سانس لے رہے ہوں گے ہر طرف ایسا ہی ماحول بن جائے گا یہاں تک کہ کوئی شخص الدابہ خریدے گا اسے پوچھا جائے گا کہ کس سے خریدا؟ وہ کہے گا اس سے جس نے ناک پر ماسک پہن رکھا ہے۔

دابۃ الارض کو سمجھنے کے لیے یہ روایت بہت ہی لاجواب ہے اس میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج موجودہ وقت، موجودہ معاشرے کو چند الفاظ میں ایسے بیان کر دیا جیسے کہ کسی شئے پر بہت تفصیل سے بات کر کے اسے کھول کھول کر واضح کر دیا جائے اور محمد علیہ السلام کے یہ الفاظ صرف اور صرف انہی لوگوں کو فائدہ دے سکتے ہیں جو حقیقت میں مومن ہیں جو فتنہ الدجّال کو جان کر اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور محمد علیہ السلام کے یہ الفاظ بھی درحقیقت ایسے ہی اللہ کے غلاموں کے لیے ہیں جن پر الدجّال کی حقیقت اور وقت کے تقاضوں کو سمجھنے میں مشکل ہو تو ان پر ان چند الفاظ کے ذریعے ساری حقیقت منکشف ہو جائے۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس دور میں آپ رہ رہے ہیں اس کے بڑے بڑے شہر بالکل وہی نقشہ پیش کر رہے ہیں جو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے اپنے ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

جہاں سے دابۃ الارض کا اخراج ہو رہا ہے یعنی جن عوامل سے دابۃ الارض خلق کیا جا رہا ہے ان جگہوں کی خراطیم سے جو کہ ان کے کاربن کے اخراج والے سوراخوں جنہیں اردو میں چمنیاں کہا جاتا ہے ان چمنیوں سے جو مادے طرح طرح کی زہر آلود گیسوں کی شکل میں خارج ہو رہے ہیں وہ آج نہ صرف پوری دنیا کی فضا میں بھر چکے بلکہ پوری دنیا کی آب و ہوا کو زہر آلود کر دیا۔ اسی طرح انسان کے دابہ کی خراطیم یعنی کاربن کے اخراج والے پائپوں، سوراخوں، چمنیوں سے بھی وہی زہر نکل کر آب و ہوا کو زہر آلود کر رہا ہے جو نہ صرف انسانوں بلکہ زمین پر پوری حیات کے لیے بیماریوں اور اموات کا سبب بن رہا ہے۔ تصاویر کی زبان سے راہنمائی لیں۔

انسان کاخلق کردہ دابۃ الارض یعنی انسان کی اللہ کے مقابلے پرخلق کردہ اپنی سواری کی حاجت کو پوری کرنے کے لیے تیر کر، رینگ کر، چل کراوراڑ کرحرکت کرنے والی مخلوقات جنہیں عربی میں دابۃ الارض کہا جاتا ہے یہ دابہ اور جہاں یہ دابہ تیار ہوتا ہے جن کارخانوں میں اس کوخلق کیا جاتا ہےان کارخانوں کی خراطیم یعنی چمنیوں سے گیسوں کوخارج کرنے والی جگہوں سے نکلنے والے زہریلے ذرات سے بھرپور دھویں نے، ان طرح طرح کی زہریلی گیسوں نے آج پوری دنیا کی فضا کو نہ صرف اس زہریلے دھویں یعنی ان زہریلی گیسوں سے بھردیا بلکہ انسانوں کی ناکیں ان پر زہرآلود کردیں۔

آپ ذیل میں دی گئی تصاویر میں مختلف شہروں میں دخانٍ یعنی طرح طرح کی زہریلی گیسوں کو بھرا ہوا دیکھ سکتے ہیں جنہیں آپ دھواں یا پھر فضائی آلودگی کا نام دیتے ہیں جوالساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات واشراط میں سے ایک اسی دابۃ الارض کی ہی وجہ سے ہےاور پھر دابہ کے خارج کردہ اسی زہریلے دھوؤں یعنی طرح طرح کی زہریلی گیسوں سے دنیا میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں اموات ہورہی ہیں۔ تقریباً ہرشخص کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہےاوراس کے علاوہ دابۃ الارض اوراس سے خارج ہونے والی زہریلی گیسیں زمین پر تمام کی تمام حیات کے لیے زہرقاتل بن چکے ہیں۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل دابۃ الارض کے بارے میں جو بیان کیا تھا جو راہنمائی کردی تھی کیا اس سے بھی دابۃ الارض کے کھل کھل کر واضح ہو جانے کے بعد بھی دابۃ الارض کی پہچان میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟

وہ لوگ جو آج تک اپنے آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو دابۃ الارض کا نام دے کر کہ وہ ایک جانور ہو گا اور زمین سے نکلے گا پھر اس کا انتظار کر رہے ہیں ان سے سوال ہے کہ کیا تمہارا وہ جانور پوری دنیا کی فضا کو زہر آلود کرے گا؟ کیا وہ طرح طرح کی زہریلی گیسوں کو خارج کرے گا؟ کیا ان گیسوں سے انسانوں سمیت زمین کی تمام حیات کو نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا؟ کیا اس کی وجہ سے انسانوں سمیت باقی جانداروں کو طرح طرح کی بیماریوں سمیت ایک بڑی تعداد میں اموات کا سامنا کرنا پڑے گا؟ کیا وہ جانور ایسا ہو گا کہ وہ پوری دنیا میں بھر جائے؟ کیا وہ جانور الساعت کی اشراط میں سے ثابت ہوتا ہے یعنی کیا اس کی وجہ سے الساعت آئے گی جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے؟

اور مرزا غلام قادیانی کو رسول، مہدی اور مثل عیسیٰ سمجھنے والوں سے بھی یہی سوالات ہیں کہ مرزا غلام قادیانی نے مسلمانوں کے مذہبی علماء کو دابۃ الارض قرار دیا تو کیا مسلمانوں کے علماء کے اجسام میں ایسی چمنیاں نصب ہیں جن سے وہ طرح طرح کی زہریلی گیسیں خارج کر کے پوری دنیا کی فضا کو زہر آلود کر دیا ہو؟ جس سے انسانوں سمیت تمام جانداروں کو طرح طرح کی بیماریوں سمیت اموات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو؟ جن سے انسانوں کو سانس لینے میں دشواری کا سامنا ہو؟ اور پھر مرزا غلام قادیانی نے ایک کیڑے کو دابۃ الارض قرار دیا تو کیا اس میں یہ تمام تر صلاحیتیں پائی جاتی تھیں؟ کیا وہ کیڑا الساعت کی اشراط میں سے ثابت ہوتا ہے؟ اگر وہ اشراط الساعت میں سے ہوتا تو اب تک تو کب کی الساعت آ چکی ہونا چاہیے تھی لیکن کیا ایسا ہوا؟

جان لو مرزا غلام قادیانی اگر اللہ کا رسول تھا تو اس کا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا اور اگر اس کا دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کا رسول نہیں بلکہ ایک دھوکے باز، جھوٹا، مکار اور کذاب تھا۔

حقیقت آپ کے سامنے ہے جیسے جیسے آگے بڑھیں گے تو مرزا غلام قادیانی سمیت ایسے ہی باقی جتنے بھی دھوکے باز ہیں جو علماء کے نام پر رات دن اللہ سے دشمنی کر رہے ہیں آسمانوں و زمین میں فساد کی بنیاد کا کردار ادا کر رہے ہیں جو انسانیت کو آگ میں جھونک رہے ہیں ان سب کی حقیقت آشکار ہوتی جائے گی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جدید سواری کے ذرائع جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ ہیں جو آسمانوں و زمین میں فساد عظیم کا سبب ہیں جن کی وجہ سے الساعت آئے گی کہ ایسا کچھ نہیں یہ دابۃ الارض نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک جانور ہو گا یا کچھ بھی نظریات و عقائد رکھتے ہوں نہ صرف ہمارا ان کو کھلم کھلا چیلنج ہے بلکہ پیچھے جو چند سوالات کیے گئے اگر وہ سچے ہیں تو ان لوگوں کو ان سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ قال: بئس الشعب جياد؟ تخرج الدابة فتصرخ فيسمعها من بين الخافقين. طبرانی

الشعب. دشوار گزار پہاڑی رستے، گہری گھاٹیاں، گہری کھائیاں، پگڈنڈیاں، پہاڑی درے، گھنے جنگلات والے دشوار گزار پہاڑی سلسلے و وادیاں، شاخوں نما رستے، تنگ رستے، سرنگ نما رستے، دروازے وغیرہ۔

جیاد. انتہائی تیز رفتار آرام دہ سواریاں

صــــــرخ. بہت اونچی گرج دار آواز پیدا کرنا جسے قریب سے سننا کانوں کے لیے تکلیف دہ ہو، اتنا اونچی آواز میں چیخنا کہ سننے والے کے کان میں درد ہو، اچانک پرتشدد ہوا کا سخت طوفان ایک مقام سے پیدا ہونا، انتہائی اونچی دہشت ناک آواز نکالنا، انتہائی اونچی دہشت ناک اور مسلسل آواز نکالتے رہنا۔

خافق. کسی بھی پروں سے ہوا میں اُڑنے والی شئے کا اُڑنا یا نیچے اُترنا دونوں میں سے ایک مقام۔

خافقین. کوئی بھی ایسی شئے جو پروں سے ہوا میں اُڑتی ہے اس کا زمین سے اوپر اُڑنا اور نیچے اُترنا یعنی اس کا اُڑنا اور نیچے اترنا۔

(Take off and landing)

رسول اللہ ﷺ قال: بئس الشعب جیاد؟ تخرج الدابة فتصرخ فیسمعها من بین الخافقین. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: انتہائی بری، ناپسندیدہ ہیں دشوار گزار پہاڑی رستوں، پہاڑی دروں، تنگ اور دشوار رستوں، کٹھن اور مشکل ترین رستوں، جنگلات نما وادیوں، شاخوں نما رستوں، گہری گھاٹیوں میں یا ان پر چلنے والی دروازوں والی آرام دہ پرسکون انتہائی تیز رفتار سواریاں؟ محمد علیہ السلام نے یہ سوالیہ انداز میں کہا یعنی یہ کون سی سواریاں ہیں کن سواریوں کا ذکر کیا جا رہا ہے تو ساتھ ہی محمد علیہ السلام نے اس کا بھی جواب دے دیا کہ وہ سواریاں الدابہ نکلے گا پس وہ ایسے سفر کے لیے انتہائی گرجدار، دہشت ناک آواز اور ہوا کا پرتشدد طوفان پیدا کرے گا پس اس کی آواز سن لیں گے جو اس پروں سے اُڑنے والے کے اُڑنے کے مقام سے نیچے اُترنے کے مقام کے درمیان ہوں گے۔

محمد علیہ السلام نے قرب قیام الساعت کے حوالے سے جو بھی راہنمائی کی اس میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کیے جو ایک تو وسیع المعنی ہیں اور دوسرا وہ بہت ہی گہرائیوں اور وسعتوں والے ہیں۔ ایک ایک لفظ گویا کہ لاتعداد صفحات پر مشتمل ایک ایک کتاب ہو۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کی جتنی بھی گہرائی میں جانے کی کوشش کی جائے وہ کم ہے لیکن اس کے باوجود یہ چند الفاظ آج کی حقیقت کو ایسے کھول کر بیان کر رہے ہیں جیسے کہ محمد علیہ السلام نے یہ سب آج سے چودہ صدیاں قبل نہیں کہا تھا بلکہ آج ہمارے درمیان موجود ہیں اور آج اس وقت بتا رہے ہیں۔

وہ لوگ جو اللہ کے قانون میں مومن ہیں جو ہدایت کے طالب ہے ان میں سے کسی کے لیے بھی آج یہ سمجھنا بالکل بھی مشکل نہیں کہ وہ کون سی سواریاں ہیں جو ایسے دشوار گزار رستوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتی ہیں اور ان میں بہت ہی آرام دہ اور پرسکون سفر ہوتا ہے۔ پھر وہ سواریاں دروازوں والی بھی ہیں، ایسی خصوصیات کی حامل تمام سواریوں کو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک دابۃ الارض قرار دیا تھا جو آج اس وقت پوری دنیا میں دھندنا تا پھر رہا ہے۔

محمد علیہ السلام نے بتایا تھا کہ ایسے مشکل، دشوار گزار ترین علاقوں، رستوں پر سفر کرنے والی سواریاں وہ الدابہ ہوگا جو قرب قیام الساعت نکلے گا پھر جیسے کہ اللہ نے قرآن میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ دابہ کیا ہے۔ دابہ کے معنی ہیں حرکت کرنے والی مخلوقات جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہیں جن میں بشر کا بھی شمار ہوتا ہے اور اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اللہ نے اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا اور پھر کس کس مقصد کے لیے خلق کیا ان میں غور وفکر کرنے سے وہ سب بھی واضح ہو جاتا ہے۔

جیسے کہ ان میں گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ وغیرہ سواری کے ذرائع تھے لیکن آج وہ سب تو ناپید ہونے کے قریب چلے گئے اور آج ان کے برعکس پانی کی بجائے ارض سے وجود میں آنے والا دابہ نہ صرف پوری زمین پر دھندنا تا پھر رہا ہے بلکہ سواری ومشقت کے ذرائع کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

تو پھر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج جو کچھ اللہ کے دابہ کے متبادل کے طور پر موجود ہے وہ سب کیا ہے؟

دو دو، تین تین، چار چار یا اس سے زائد پاؤں یعنی ٹائروں پر چلنے والی گاڑیوں کی صورت میں، زمین پر رینگنے والی ٹرینوں، ٹراموں کی صورت میں، ہوا میں اُڑنے والے جہازوں و ہیلی کاپٹروں وغیرہ کی صورت میں اسی طرح سمندروں میں تیرنے والے جدید ترین بحری جہازوں کی صورت میں یہ سب کیا ہے؟

اسی کو تو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے دابۃ الارض کہا تھا اور اسی کو تو قرآن میں اللہ نے بھی دابۃ الارض کہا۔ یہی تو وہ سواریاں ہیں جو محمد علیہ السلام کے بتائے ہوئے ایک ایک لفظ پر پورا اترتی ہیں۔ انتہائی آرام دہ، پرسکون اور تیز رفتار سواریاں جو مشکل سے مشکل رستوں، علاقوں اور خطوں میں

انتہائی تیز رفتاری سے پرسکون اور آرام دہ سفر کرتی ہیں۔

پھر اسی طرح غور کریں کہ وہ کون سی پروں سے اُڑنے والی شئے ہے جو انتہائی گرج دار، دہشت ناک، کانوں کو پھاڑ دینے والی آواز اچانک پیدا کرتی ہے اور مسلسل وہی آواز نکالتی ہے اور جب آواز نکالتی ہے تو ہوا کا انتہائی تیز پرتشدد طوفان پیدا ہوتا ہے، اس کے اُڑنے سے لیکر واپس زمین پر اُترنے کے درمیان جتنے بھی لوگ آتے ہیں اس کی آواز سنتے ہیں۔

اگر آج آپ غور کریں تو رائی برابر بھی شک وشبہ نہیں رہے گا کہ یہ آج کے موجودہ ہوائی جہاز وہیلی کاپٹرز وغیرہ ہیں جب زمین سے اوپر اڑتے ہیں تو واپس نیچے اترنے تک انتہائی تیز، گرجدار اور دہشت ناک آواز نکالتے ہیں جہاں سے آواز پیدا ہوتی ہے وہیں سے ہوا کا انتہائی تیز اور پرتشدد طوفان پیدا ہوتا ہے۔ محمد علیہ السلام کا آج سے چودہ صدیاں قبل کہا گیا ایک ایک الفاظ انہی پر پورا اترتا ہے جس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آج موجودہ انسان کس قدر انتہائی خطرناک وقت میں موجود ہیں الساعت بالکل سر پر آچکی ہے۔

انہی جہازوں کا انجن جب اسٹارٹ ہوتا ہے تو جہاں اچانک گرج دار اور دہشت ناک آواز پیدا ہوتی ہے تو وہیں سامنے سے ہوا کو لیکر پیچھے کو اتنی تیزی سے نکالتا ہے کہ اگر کوئی گاڑی یا انسان وغیرہ اس کے پیچھے کھڑے ہوں تو انہیں اُڑا دے اور اگر کوئی شئے اس کے انجن کے سامنے آجائے تو اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے یوں یہی جہاز پرتشدد طوفان بھی پیدا کرتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: یقبض الله العلماء ویقبض العلم منهم فینشاء احداث ینزو بعضهم علی بعض نزو العیر علی العیر. طبرانی

احداث. ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب وغیرہ۔ احداث حدث سے ہے جس کے معنی ہیں کچھ بھی ہونا جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے تو جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب کا سب احداث کہلاتا ہے۔

نزو. ایک شئے کا دوسری پر چڑھنا یا سوار ہونا جیسے جانور، چرند، پرند وغیرہ جنسی حاجت پوری کرنے کی غرض سے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں سوار ہوتے ہیں کچھ تو اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر مادہ پر چڑھتے ہیں تو کچھ بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر مادہ پر چڑھ جاتے ہیں سوار ہو جاتے ہیں اسے نزو کہا جاتا ہے۔ مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے ذیل میں دی گئی تصاویر دیکھیں۔

العیر. قافلہ، سواریوں کا قافلہ۔ محمد علیہ السلام کے وقت اور موجودہ ایجادات سے پہلے تجارت اور سفر وغیرہ کی غرض سے اونٹوں کے جو قافلے چلتے تھے انہیں العیر کہا جاتا تھا اس کے علاوہ گدھوں، گھوڑوں کے قافلوں کو بھی العیر کہا جاتا تھا یا کسی بھی قسم کے قافلے کو بھی العیر کہا جاتا تھا۔

اور یہاں یہ بھی جان لیں کہ قافلہ بنیادی طور پر کہتے کسے ہیں۔ قافلہ کہتے ہیں زیادہ لوگوں کا پیدل یا سواریوں پر کسی سفر کے لیے پوری ترتیب کیساتھ سفر کرنا یعنی سب سے آگے کون چلے گا اس کے پیچھے کون، دائیں کون چلے گا یا بائیں کون چلے گا وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ قال: یقبض اللہ العلماء ویقبض العلم منهم فینشاء احداث ینزو بعضهم علی بعض نزو العیر علی العیر. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: قبض کرلے گا اللہ علماء کو، قبض کہتے ہیں روک لینے کو یعنی جیسے اگر آپ کوئی شئے دے رہے ہوں تو دینا بند کر دیں جس وجہ سے دوسرا اس شئے سے محروم ہو جائے گا تو محمد علیہ السلام نے کہا کہ اللہ علماء کا سلسلہ روک دے گا پھر اس سوال کا بھی آگے جواب دے دیا کہ علماء کا سلسلہ اللہ کیسے روکے گا ۔ اور قبض کرے گا علم ان سے یعنی انسانوں پر علم کھولنا روک دیا جائے گا پس جیسے اس کا قانون ہے جب اللہ علم قبض کرلے یعنی انسانوں پر اللہ کی طرف سے علم کھلنا بند ہو جائے گا رک جائے گا تو اللہ کا قانون ہے کہ پھر ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات ومصائب ایک دوسرے پر ایسے چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں، ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات ومصائب کے قافلوں پر قافلے چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں سوار ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا قبض کرلے گا اللہ علماء کو پھر اس سوال کا بھی جواب دے دیا کہ اللہ کیسے علماء کو قبض کرے گا اللہ قبض کرلے گا علم کو جیسے اس کا قانون ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ بات جان لینا بہت ضروری ہے کہ اللہ کے علم عطا کرنے یا اس کے قبض کرنے کا قانون کیا ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن کی سینکڑوں آیات میں موجود ہے لیکن ہم آپ کے سامنے کچھ ایسی آیات رکھتے ہیں جو اس بات کو ایسے کھول دیں کہ کسی بھی قسم کا کوئی ابہام نہ رہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ.
البقرۃ ۱۲۹

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ. آل عمران ۱۶۴

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ. الجمعہ ۲

پیچھے جو تین آیات آپ دیکھ رہے ہیں ان میں سب سے پہلی آیت ہے سورت البقرۃ کی آیت کا نمبر ہے ۱۲۹، دوسری آیت ہے سورت آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ اور تیسری آیت ہے سورت الجمعہ کی آیت نمبر ۲۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں بھی آیات کی ترتیب اسی طرح ہے یعنی جسے ہم نے پہلے نمبر پر رکھا وہ قرآن میں پہلے نمبر پر ہے جسے دوسرے پر رکھا وہ قرآن میں بھی ترتیب کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے اور جسے تیسرے نمبر پر رکھا وہ قرآن میں بھی ترتیب کے لحاظ سے تیسرے نمبر ہے۔

پہلی آیت جو کہ سورت البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ ہے اس میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے اپنے ربّ سے

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ.
البقرۃ ۱۲۹

آیت میں آنے والے الفاظ پر بھی تفصیل سے بات کریں گے انہیں کھولیں گے لیکن پہلے آپ یہ بات جان لیجیے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے کہ ابراہیم نے جو دعا کی اس میں کیا کہا اور اس کی ترتیب کیا ہے؟ ابراہیم نے انہی میں سے رسول کی بعثت کی دعا کی جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوہ کرے اس کے بعد تین چیزوں کا ذکر کیا جو بالترتیب یہ ہیں۔

نمبر ایک۔ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ ان کو سکھائے الکتاب یعنی الکتاب کا علم دے۔

نمبر دو۔ وَالۡحِكۡمَةَ انہیں حکمت سکھائے یعنی علم کا استعمال کرنا سکھائے کہ اس علم کو کب کہاں کیسے کیوں اور کتنا استعمال کرنا ہے۔

نمبر تین۔ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ان کا تزکیہ یعنی ان میں موجود تمام تر ملاوٹ کو نکال کر ان کے اجسام کو بالکل خالص بنا دے۔

ربّ العالمین کی طرف سے ابراہیم کی اس دعا کا جواب کیا آیا وہ آپ باقی دو آیات میں دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ

قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ. آل عمران ۱۶۴

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ الجمعه ۲

اور پھران میں رسول کی بعثت اوراس کا انسانوں پر اللہ کی آیات کی تلاوہ کے بعد انہیں تین چیزوں کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی لیکن ان آیات میں ان تینوں چیزوں کی ترتیب میں بھی غور کریں۔

نمبر۱۔ یُزَكِّیۡهِمۡ ان کا تزکیہ یعنی ان میں تمام تر ملاوٹوں کو نکال کرانہیں بالکل پاک کر کے خالص بنانا ان کے اجسام کو بالکل خالص بنانا۔

نمبر۲۔ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ انہیں الکتاب سکھار ہا ہے یعنی الکتاب کا علم دے رہا ہے۔

نمبر۳۔ وَالۡحِكۡمَةَ اورانہیں حکمت سکھار ہا ہے یعنی علم کا صحیح استعمال سکھار ہا ہے کہ علم کا کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا۔

ابراہیم علیہ السلام نے علم سکھانے کو تین میں پہلے نمبر پر رکھا اور تزکیے کو تیسرے اور آخری نمبر پر لیکن اللہ نے تزکیہ کو پہلے نمبر پر رکھا اس کے بعد دوسرے نمبر پر علم سکھانے کا ذکر کیا پھر آخری اور تیسرے نمبر پر حکمت کو رکھا۔

یعنی ان آیات میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب تک کسی کا تزکیہ نہیں ہوتا تب تک وہ الکتاب کا علم نہیں سیکھ سکتا، جب تک کہ کوئی اپنا تزکیہ نہیں کر لیتا یعنی اپنے جسم کو خبائث سے، ملاوٹوں سے پاک نہیں کر لیتا تمام کا تمام گند نکال کر جسم کو خالص فطرتی نہیں بنالیتا تب تک ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ الکتاب یعنی آسمانوں و زمین کا علم حاصل کر سکے اس پر علم کھل سکے جو کہ دین ہے۔

اور تزکیہ ہوتا ہے طیب رزق سے۔ جب تک تزکیہ نہیں ہوتا تب تک الکتاب کا علم حاصل ہونا ناممکن ہے تزکیے کے لیے طیب رزق شرط ہے کیونکہ تزکیہ ہوتا ہی طیبات سے ہے۔آج دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جسے طیب کا علم ہو کہ لفظ طیب کے معنی کیا ہیں اور طیب رزق ہوتا کیا ہے۔

اس موضوع پر آگے چل کر تفصیل کیساتھ بات ہوگی لیکن یہاں یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ جب کسی کو طیبات کا علم ہی نہیں اور وہ خبائث کو ہی اختیار کیے ہوئے ہوگا تو اس کا تزکیہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا تزکیہ نہیں ہوسکتا اور جب تزکیہ نہیں ہوگا تو پھر ظاہر ہے الکتاب کا علم کیسے کھل سکتا ہے کیسے سمجھ میں آ سکتا ہے کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ الکتاب کے علم کے لیے تو تزکیہ شرط ہے جب تزکیہ ہوگا ہی نہیں تو علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا اور پھر حکمت تو علم کے بعد کی بات ہے جب علم ہی حاصل نہیں ہوسکتا تو پھر حکمت بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ ہے اللہ کا قانون جس قانون سے اللہ علم عطا کرتا ہے یا قبض کرتا ہے۔

ظاہر ہے جب رزق کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی لوگوں کو طیب کا علم ہی نہیں ہوگا تو پھران پر الکتاب کا علم کیسے کھل سکتا ہے؟ جب علم نہیں کھلے گا تو ظاہر ہے جہالت غالب آئے گی اور ہر طرف جہالت پھیل جائے گی جب جہالت غالب آتی ہے تو پھر انسان اپنی خواہشات کی اتباع کرتا ہے اور اپنی خواہشات کو ہی دین کا نام دے لیتا ہے وہ اپنی خواہشات کے خلاف ایک لفظ سننے کو بھی تیار نہیں ہوتا نہ ہی برداشت کرتا ہے یوں پھر وہ اپنی خواہشات کی اتباع میں دن بہ دن آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے واپسی ناممکن ہو جاتی ہے۔

یہی محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ اللہ علم کو قبض کرے گا جیسے اس کا قانون ہے جب علم قبض ہو جائے گا تو جہالت غالب آ جائے گی لوگ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے، جب لوگ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے تو ایجادات ہوں گی، واقعات ہوں گے، حادثات ہوں گے، جدت آئے گی، آفات ومصائب ہوں گے ایسے کہ ایک دوسرے پر چڑھیں گے ایسے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں، ایجادات، واقعات وحادثات کے قافلوں پر قافلے چڑھیں گے۔

یعنی ایجادات ایسے ہوں گی جو ایک دوسرے پر چڑھیں گی، واقعات ایسے ہوں گے جو ایک دوسرے پر چڑھیں گے، حادثات ایسے ہوں گے کہ ایک دوسرے پر چڑھیں گے، آفات ہوں گی جو ایک دوسرے پر چڑھیں گی۔ ایسے ہی ایجادات کے قافلے قافلوں پر چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں، حادثات وواقعات کے قافلے ایک دوسرے پر ایسے چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں یعنی جیسے گدھا، گھوڑا یا باقی جانور دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اچانک مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں یا جیسے جانور جنسی

حاجت پوری کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں بالکل ایسے ہی ایجادات، حادثات، واقعات ومصائب ایک دوسرے پر چڑھیں گے۔

اب آپ خود غور کریں کیا آج یہ سب نہیں ہورہا؟ کیا آپ آج پوری دنیا میں یہ سب ہوتا ہوانہیں دیکھ رہے؟

رسول الله ﷺ قال :احداث ینزو بعضهم علی بعض.

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب وغیرہ ایک دوسرے پر اس طرح چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں۔

محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل آج کے متعلق کہے گئے الفاظ کے عین مطابق آج طرح طرح کی ایجادات، آفات، مصائب، حادثات ایسے وقوع پذیر ہورہے ہیں گویا کہ ایک دوسرے پر چڑھ رہے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال :احداث العير علی العير

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ایجادات کے قافلوں پر قافلے، واقعات وحادثات، جدت وآفات اور مصائب وغیرہ کے قافلوں پر قافلے۔

رسول الله ﷺ قال :احداث نزو العير علی العير

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب وغیرہ کے قافلوں پر قافلے ایک دوسرے پر ایسے چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: انھا تخرج من شعب أجیاد، ونھا تمس السحاب وما خرجت رجلاھا من الارض. ھدایۃ السالک

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نکلے گا الدابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے ساتھ عالی شان، پرسکون، آرام دہ تیز رفتار سواریوں سے۔ پس اس کی چوٹی اس کا بلند ترین مقام بادل ہوں گے جنہیں وہ چھوئے گا، بادلوں میں چھیڑ چھاڑ کرے گا ان میں مداخلت کرے گا ان پر اثر انداز ہوگا، اور جن پر وہ چلتا ہوگا جیسے بشر ٹانگوں پر چلتا ہے جنہیں عربی میں رجل کہا جاتا ہے دابۃ الارض کی رجل جو کہ اس کے ٹائر ہیں زمین میں ہوں گے جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تخرج الدابۃ من شعب، فیمس راسھا السحاب، ورجلاھا فی الارض ما خرجتا، فتمر بالانسان یصلی، فتقول: ما الصلاۃ من حاجتک؟ فتخطمہ. نعیم بن حماد، طبری

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نکلے گا الدابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے، پس اس کا بلند ترین مقام بادل ہوں گے جنہیں وہ مس کرے گا یعنی انہیں چھوئے گا بادلوں پر اثر انداز ہوگا بادلوں میں چھیڑ چھاڑ کرے گا اور جن پر وہ چلتا ہوگا جیسے بشر ٹانگوں پر چلتا ہے یعنی اس کے ٹائر یا اس کے وہ اعضاء جن پر وہ چلتا ہے وہ زمین میں ہوں گے جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔ پس گزرے گا انسان صلی کر رہا ہوگا یعنی انسان اللہ کی ہر شئے کو اسی مقام پر رکھ رہا ہوگا جو مقام اللہ نے طے کر دیا فطرت پر قائم ہوگا وہ اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرتی ذرائع پر انحصار کر رہا ہوگا پس الدابہ کہے گا جو توصل کر رہا ہے یعنی تُو جو اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرت پر انحصار کر رہا ہے یہ فطرتی ذرائع تیری اس حاجت کو کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ اس لیے اپنی سفری حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرت کو چھوڑ کر مجھے اختیار کر ورنہ اگر اس کے باوجود تو فطرت پر انحصار کرتا ہے یعنی اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرتی ذرائع پر انحصار کرتا ہے تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ کہ اس کیساتھ پناہ لی جائے یعنی فطرتی ذرائع پر انحصار کر کے اللہ کے ساتھ شرک اور اس کا کفر کرنے سے بچا جائے اللہ کے علاوہ کسی اور کو ربّ بنانے سے بچا جائے یا پھر دوغلا پن، منافقت اور محض دکھاوا ہے۔ پس اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔

اس روایت کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام کے کہے گئے یہ الفاظ دہلا دینے والے ہیں رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں۔ محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل موجودہ سواری کے ذرائع جو غیر فطرتی ہیں گاڑیاں، ٹرینیں، سمندری و ہوائی جہاز وغیرہ ان سب کے بارے میں کس قدر کھول کھول کر بتا دیا تھا اس وقت جب ان اشیاء کے بارے میں تصور کرنا بھی ناممکن حد تک مشکل تھا۔

ایسا صرف اور صرف اللہ کا بھیجا ہوا یعنی اللہ کا رسول ہی کر سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ جو لوگ آج محمد علیہ السلام کی ذات کو نشانہ بنا رہے ہیں ان کے لیے بھی یہ دندان شکن جواب ہے کہ دیکھو اگر محمد اللہ کا رسول نہیں تھا تو پھر محمد نے آج سے چودہ صدیاں قبل جب ان گاڑیوں کا کوئی تصور تک بھی نہیں تھا ان کے بارے میں اس قدر صراحت کیساتھ کیسے بتا دیا؟

اگر سچے ہو تو جواب دو؟ لیکن ایسے لوگ حق کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ حق آجائے اور باطل حق کے سامنے ٹھہر سکے یہ تو ممکن ہی نہیں۔

محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ نکلے گا الدابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا آج آپ اپنی آنکھوں سے ایسی سواریاں نہیں دیکھ رہے؟ نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ آج ہر کوئی ایسی سواریوں کو استعمال کر رہا ہے جو ایسے رستوں میں انتہائی پرسکون، آرام دہ اور تیز رفتاری سے سفر کرتی ہیں۔ آج انسان ان سواریوں کو آسائشوں وسہولتوں یا ترقی کا نام دیتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دابۃ الارض قرار دیا وہ دابہ جو زمین میں فساد عظیم کا سبب بن رہا ہے جو الساعت کی اشراط میں سے ایک شرط یعنی جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی زمین پر عظیم تباہی آئے گی جو تمام انسانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی ان وجوہات میں سے ایک بنیادی، بڑی اور آخری وجہ ہے۔ وہی

دابۃ الارض جواللہ کےقول کے واقع ہونے پرنکلنا تھاجس کی وجہ سے آسمان یعنی وہ فضا جس میں آپ سانس لیتے ہیں اس نے دخانِ یعنی طرح طرح کی گیسوں سے بھر جانا تھااور دخانِ یعنی دابۃ الارض کی خارج کردہ طرح طرح کی گیسوں نے عذاب الیم کی شکل اختیار کرنا تھی جیسے کہ آج یہ سب آپ کی آنکھوں کے سامنے ہورہا ہے۔

دابۃ الارض یعنی ان جدید سواریوں کی وجہ سے آسمان طرح طرح کی زہریلی گیسوں سے بھرچکا جس وجہ سے پوری دنیا طرح طرح کی تباہیوں کی لپیٹ میں ہے۔ انسانوں سمیت مختلف جانداروں کوطرح طرح کی بیماریاں، تکالیف اوراموات کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، زلزلے آرہے ہیں جو دن بہ دن بڑھتے چلے جا رہے ہیں سیلاب،طوفان اورآندھیاں آرہی ہیں ان کے علاوہ کون سی ایسی تباہیاں ہیں جن کا آج انسانوں کو سامنا نہیں کرنا پڑرہا اوران سب کی بنیادی اور سب سے بڑی وجوہات میں سے ایک یہی دابۃ الارض ہے جنہیں آپ گاڑیوں،ٹرینوں، جہازوں وغیرہ کی صورت میں اپنے لیے آسائشیں وسہولتیں قرار دیتے ہیں انہیں اپنے لیے ترقی اورانسانیت کی خدمت قرار دیتے ہیں۔

پھرمحمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ اس کا راس یعنی اس کی چوٹی،اس کا بلندترین مقام بادل ہوں گے بادلوں کومس کرے گا انہیں چھوئے گا ان میں مداخلت کرے گا ان میں چھیڑ چھاڑ کرے گا ان پر اثر انداز ہوگا۔ یہ بھی آج آپ اپنی آنکھوں سے ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ جب آپ اسی دابۃ الارض یعنی ہوائی جہاز وغیرہ میں سوار ہوتے ہیں تو اس سارے منظر نامے سے خود بھی گزرتے ہیں دابۃ الارض کیساتھ۔ یعنی یہی دابۃ الارض جو آج جہازوں وغیرہ کی صورت میں موجود ہے وہ بادلوں کو پہنچتا ہے انہیں چھوتا ہے یہاں تک کہ بادلوں کو چیرتا ہوا ان سے اوپر نکل جاتا ہے۔

پھراسی سے کلاؤڈ سیڈنگ یعنی بادلوں کی بوائی کے نام پر بادلوں کومس کیا جاتا ہے یعنی بادلوں میں چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے بادلوں پر اثر انداز ہوا جاتا ہے جیسا کہ آپ ذیل میں دی گئی تصاویر میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اور پھر آگے محمد علیہ السلام نے کہا اس کی رجل یعنی جن پر وہ چلے گا جیسے بشر ٹانگوں پر چلتا ہے انہیں عربی میں رجل کہتے ہیں بالکل اسی طرح دابۃ الارض جن اعضاء پر چلے گا یعنی اس کے ٹائر وہ زمین میں ہوں گے وہ نکلے گا دابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے۔

یہی گاڑیاں اور ٹرینیں وغیرہ جب سفر کرتی ہیں دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ میں، ان سے نکلتی ہیں تو ان کی رجل یعنی ٹائر زمین میں ہی ہوتے ہیں جیسا کہ ذیل میں دی گئی تصاویر میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فتمر بالانسان یصلی، فتقول : ما الصلاۃ من حاجتک. فتخطمه.

پھر آگے محمد علیہ السلام نے کہا پس گزرے گا انسان سے انسان صلی کر رہا ہوگا یعنی انسان اللہ کی ہر شئے کو اسی مقام پر رکھ رہا ہوگا جو مقام اللہ نے طے کر دیا فطرت پر قائم ہوگا وہ اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرتی ذرائع پر انحصار کر رہا ہوگا پس دابہ کہے گا تُو الصلاۃ قائم کر رہا ہے یعنی تُو جو اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرت پر انحصار کر رہا ہے یہ فطرتی ذرائع تیری اس حاجت کو کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ اس لیے اپنی سفری حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرت کو چھوڑ کر مجھے اختیار کر پس اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔

صلی، الصلاۃ: صلی جو کہ صل سے ہے اور اسی سے الصلاۃ ہے ویسے تو آگے چل کر الصلاۃ پر مکمل تفصیل کیساتھ بات کی گئی ہے اور الصلاۃ کو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کیا گیا ہے اس لیے یہاں موضوع کی مناسبت سے مختصر بات کرتے ہیں۔ صلی جو کہ ''صل'' سے ہے اور صل کی ضد ''ضل'' ہے۔ اگر کسی لفظ، شئے یا بات کی سمجھ نہ آئے تو اس کی ضد کو جان لینے سے اس وہ شئے، بات یا لفظ بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔

صل کے معنی ہیں شئے کا ہر لحاظ سے اپنے اصل مقام پر ہونا، راہ راست پر ہونا یعنی صراط مستقیم پر ہونا۔ اب اگر صل کے معنی یہ ہیں تو پھر اس کی ضد جو کہ ''ضل'' ہے ضل کے معنی خود بخود واضح ہو جاتے ہیں کہ صراط مستقیم سے ہٹ جانا جسے اردو میں کہتے ہیں گم راہ ہونا۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ ضل کے معنی ہیں گمراہ یعنی صراط مستقیم سے ہٹ جانا وہ لائن جس پر قائم ہونے کے لیے وجود میں لایا گیا اس لائن پر نہ ہونا یا اس سے ہٹ جانا اور یہ ضد ہے ''صل'' کی جس کے معنی خود بخود ہی واضح ہو جاتے ہیں کہ صل کے معنی ہیں صراط مستقیم پر ہونا یعنی شئے کو جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اس کا اپنے اسی مقام پر قائم ہونا جس پر قائم ہونے سے ہی وہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جسے پورا کرنے کے لیے شئے کو وجود میں لایا گیا۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ صل کے معنی ہیں شئے کا اپنے اصل مقام پر ہونا جو مقام اس کے خالق و مالک نے طے کر دیا یعنی صراط مستقیم پر ہونا۔ صلی دو الفاظ کا مجموعہ ہے ''صل اور ی'' صل کے معنی آپ جان چکے اور ''ی'' خودی کے لیے استعمال ہوتا ہے یوں صلی کے معنی ہیں خود کو اس مقام پر قائم کرنا جس پر قائم ہونے کے لیے ہی دنیا میں لایا گیا وجود دیا گیا اور وہ مقام کیا ہے اللہ نے انسان کو حکم دیا کہ الصلاۃ قائم کر یعنی جس پر بھی تجھے اختیار دیا گیا آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ہر شئے کو اس کے ربّ کی طرف سے متعین مقام پر رکھ، اللہ نے جس کو جس مقصد کے لیے خلق کیا ہر ایک کو اسی کے مقام پر رکھ کسی ایک بھی مخلوق کو اس کے مقام سے نہیں ہٹانا۔ یوں صلی کے معنی بنتے ہیں کہ جس پر بھی اختیار دیا گیا یا آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ہر ایک کو اس کے اصل مقام پر ہی رکھنا۔ مثلاً جیسے اللہ نے گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ وغیرہ سواری کے لیے اور سامان کی منتقلی کے لیے خلق کیے تو جو بھی اللہ کو اپنا ربّ تسلیم کرے گا تو وہ صرف زبان سے نہیں بلکہ وہ اپنے عمل سے صلی کرے گا یعنی جب سفر کی حاجت پیش آئے گی یا سامان وغیرہ اِدھر اُدھر منتقل کرنے وغیرہ کی حاجت پیش آئے گی تو اللہ نے بشر کی اس حاجت کو پورا کرنے کے لیے گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ وغیرہ خلق کیے تو وہ اپنی ایسی حاجت اللہ کے خلق کیے ہوئے ہی انہی ذرائع سے پوری کرے گا انہی پر انحصار کرے گا یہ ہے ان کا اصل مقام اور وہ انہیں انہی کے مقام پر رکھے گا یہ کہلاتا ہے صلی کرنا۔ صلی کرنے سے الصلاۃ قائم ہو جاتی ہے یعنی ہر شئے اپنے اپنے مقام پر آ کر فساد ختم ہو جاتا ہے اور ہر شئے خرابیوں و تباہیوں وغیرہ یا کسی بھی قسم کے نقصان یا تکلیف وغیرہ سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

یہاں پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دابہ کہے گا تو کیسے کہے گا؟ کتاب میں بار بار اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ عربی دنیا کی منفرد ترین زبان ہے اور عربی زبان فطرت ہے۔ کسی کا بھی کچھ کہنا ضروری نہیں کہ زبان سے کہنا ہی کہلائے گا جو کانوں سے آواز کی صورت میں سنائی دے بلکہ اسے ہم ایک مثال سے آپ پر واضح کرتے ہیں۔ مثلاً آپ آگ جلاتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ اس آگ میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کو علم ہے کہ آگ جلا دیتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کس نے یہ بتایا کہ آگ جلا دیتی ہے؟

جیسے ایک چھوٹا بچہ ہوتا ہے جو ابھی ناسمجھ ہوتا ہے تو اسے اگر زبان سے کہا جائے کہ بیٹا آگ کو نہیں چھونا تو ایسا نہیں ہے کہ وہ بات مان جائے گا بلکہ جیسے ہی اسے موقع ملے گا وہ آگ کو چھوئے گا اور آگ اسے جلائے گی تو فوراً اس سے دور بھاگے گا۔ اور آئندہ جب بھی اسے آگ نظر آئے گی وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ جب تک اسے علم نہیں تھا تب تک اگر کوئی بھی کہتا تو وہ باز آنے والا نہیں تھا لیکن جب اس نے آگ کو چھوا تو اسے علم ہوا کہ یہ تو جلا

کر تکلیف دیتی ہے۔ بچے کو یہ علم حاصل ہونا آگ کا اس کے ساتھ کلام تھا کہ میں جلانے کی صلاحیت رکھتی ہوں اوراس کے بعد جب کبھی بھی آگ نظر آئے گی تو فوراً بچے کے ذہن میں آجائے گا کہ یہ جلا دیتی ہے وہ جو آگ کو دیکھ کر ذہن میں آنا ہے وہ اس وقت آگ بچے کو کہہ رہی ہوتی ہے کہ اگر میرے قریب آئے تو جلا دوں گی جس وجہ سے بچہ آگ کے قریب نہیں جاتا۔ عربی میں اسے کہتے ہیں کسی سے کلام کرنا۔ یہ ہے عربی اور ہر مخلوق کی زبان عربی ہے یعنی عربی زبان فطرت ہے مشاہدے کی زبان اعمال کی زبان۔

اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کو سفر کی حاجت پیش آتی ہے اوراس کے لیے آپ کے سامنے گدھا اور گھوڑا دونوں موجود ہوں اور جب آپ گدھے کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ کے ذہن میں بہت سی باتیں آئیں گی جیسے کہ گدھا سست رفتار ہے اس پر سفر میں کافی وقت لگے گا وغیرہ اور جب آپ گھوڑے کی طرف نظر کریں گے تو گدھے کے برعکس باتیں ذہن میں آئیں گی کہ گھوڑا تیز رفتار ہے سفر جلدی ہو جائے گا وغیرہ تو یہ گدھے اور گھوڑے کا آپ سے بات کرنا تھا جسے عربی میں کلام کہتے ہیں۔ گدھے نے آپ سے کہا کہ میں تو سست رفتار ہوں گھوڑے کی نسبت اور گھوڑے نے آپ کو کہا کہ میں گدھے سے تیز رفتار ہوں اس لیے مجھ پر سفر کرو۔

یہی محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ بالکل اسی طرح دابۃ الارض بھی جب آئے گا انسان سے گزرے گا تو انسان کو دابۃ الارض کے بارے میں علم ہوگا اس کی خصوصیات اس کے سامنے ہوں گی تو اس انسان پر دابۃ الارض کی خصوصیات کے ذریعے یہ واضح ہو جائے گا کہ اگر صلی کی یعنی سفر کے لیے اللہ کا خلق کیا ہوا ہی ذریعہ استعمال کیا یعنی سفر کی حاجت کو اس کے اپنے مقام پر رکھا تو یہی ہے الصلاۃ قائم کرنا جو کہ اس کی حاجت کو پورا نہیں کر سکے گی اس وجہ سے کہ دنیا کے حالات کا تقاضہ ہی ایسا ہوگا کہ اگر الصلاۃ قائم کی جائے گی یعنی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھا جائے گا تو ایسے انسان کے لیے دنیا جہنم بن جائے گی، وہ اس تیز رفتار دور میں سست رفتار سواری کے ذرائع سے اپنی حاجت کو پورا نہیں کر پائے گا یوں انسان صلی چھوڑ دے گا یعنی الصلاۃ قائم کرنا چھوڑ دے گا اللہ کے خلق کردہ ذریعے سے اپنی حاجت پوری کرنے کی بجائے دابۃ الارض کو اختیار کرے گا تو دابہ اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔ اگلی روایت میں چند الفاظ کا اضافہ ہے اس لیے آگے ان الفاظ کو ہی سامنے رکھیں گے۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة من شعب بالأجياد، راسها تمس السحاب، وما خرجت رجلها من الأرض، تاتي الرجل، وهو يصلي، فتقول: ما الصلاة من حاجتك؟ ما هذا الا تعوذ أو رياء فتخطمه. الدر المنشور، هداية السالك

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نکلے گا الدابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے ساتھ عالی شان، پرسکون، آرام دہ تیز رفتار سواریوں سے۔ پس اس کی چوٹی اس کا بلند ترین مقام ہوگا کہ چھوئے گا بادلوں کو، بادلوں میں چھیڑ چھاڑ کرے گا بادلوں پر اثر انداز ہوگا، اور جن پر وہ چلتا ہوگا جیسے بشر ٹانگوں پر چلتا ہے جنہیں عربی میں رجل کہا جاتا ہے، رجل اس کی یعنی دابۃ الارض جن اعضاء پر چلے گا وہ اعضاء وہ پارٹس اس کے زمین میں ہوں گے جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔ **تاتي الرجل، وهو يصلي** ایک شخص دابۃ الارض کے ساتھ آئے گا یعنی دابۃ الارض میں سوار ہو کر آئے گا تو جہاں آئے گا وہاں ہر کوئی صلی کر رہا ہوگا یعنی ہر شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہا ہوگا یعنی فطرت پر قائم ہوگا وہاں ہر کوئی اپنی سواری و مشقت کے ذرائع کے لیے فطرت پر انحصار کر رہا ہوگا پس وہ شخص ان لوگوں کو کہے گا کہ جو تم الصلاۃ قائم کر رہے ہو یعنی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھ رہے ہو فطرت پر قائم ہوا پنی سواری کے لیے اور مشقت کے لیے فطرتی ذرائع پر انحصار کر رہے ہو کیا ان سے تمہاری حاجت پوری ہو رہی ہے؟ اتنے تیز رفتار دور میں تم فطرتی ذرائع جو کہ انتہائی سست رفتار ہیں ان پر انحصار کر رہے ہو کیا یہ تمہاری حاجت کو پورا کر رہے ہیں؟ زمین میں ہل چلانے کے لیے، فصلیں بونے اور کاٹنے کے لیے، سفر اور مشقت کے لیے جو تم فطرتی ذرائع پر انحصار کر رہے ہو کیا یہ ذرائع تمہاری حاجت کو پورا کر رہے ہیں؟ دیکھو اس دابۃ الارض کو یعنی ان جدید مشینی ذرائع کو جن سے ہل کس قدر تیزی سے چلایا جا سکتا ہے، فصلیں انتہائی تیز رفتاری سے نہ صرف بوئی جا سکتی ہیں بلکہ کاٹی جا سکتی ہیں، سفر انتہائی تیز رفتاری سے کیا جا سکتا ہے اس کے باوجود بھی اگر تم الصلاۃ کو ترک کر کے یعنی فطرتی ذرائع پر انحصار کرنے کی بجائے دابۃ الارض کو اختیار نہیں کرتے اس پر انحصار نہیں کرتے تو دو ہی صورتیں ہیں کوئی تیسری صورت نہیں **ما هذا الا تعوذ أو رياء فتخطمه** یہ جو تم کر رہے ہو نہیں ہے یہ یعنی دابۃ الارض کی موجودگی میں بھی جو تم الصلاۃ قائم کر رہے

ہوفطرتی ذرائع کو استعمال کر رہے ہوتو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ تم اس کے ذریعے سے پناہ لے رہے ہو ان مشینوں سے اس جدیدیت سے اللہ کے ربّ ہونے کا کفر کرنے سے بچ رہے ہو یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم نے یہ فطرتی ذرائع محض دکھاوے کے لیے رکھے ہوئے ہیں نہ کہ صلی کرنے کے لیے، یہ تمہارا دوغلا پن ہے منافقت ہے پس اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا یعنی وہ لوگ بھی الصلاۃ کو ترک کر کے دابۃ الارض کو ہی اختیار کریں گے تو نتیجتاً پوری دنیا طرح طرح کی گیسوں سے بھر جائے گی جس کی وجہ سے لوگ اپنے ناک اور منہ پر ماسک چڑھا لیں گے۔

جیاد. عالی شان مہنگی ترین آرام دہ پرسکون سواریاں۔

ریـــاء. محض دکھاوا، دوغلا پن، منافقت، مثال کے طور پر دو انسان جو آپس میں دشمن ہوں اور ایک تیسرا انسان جس کے لیے ان دونوں میں سے دوستی کے لیے ایک کا ہی انتخاب کرنا ہو تو وہ شخص ایک کی بجائے دونوں کو ایسے اپنا دوست بنانے کا دعویٰ کرے کہ جب ایک کے پاس ہو تو اسے کہے یا اس کے سامنے یہ ثابت کرے کہ میں تمہارا ہی دوست و وفادار ہوں اور جب دوسرے سے ملے تو اس کے سامنے بھی ایسا ہی کرے۔

اس روایت کے شروع میں جیاد لفظ کا اضافہ ہے جس کے معنی بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس روایت میں محمد علیہ السلام نے اس لفظ کے استعمال سے یہ کھول کر واضح کر دیا کہ دابۃ الارض جیاد یعنی عالی شان آرام دہ پرسکون تیز رفتار سواریاں ہوں گی۔

اور جن کی عمر تھوڑی زیادہ ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں یا جن کی موجودگی میں ان کے علاقوں میں پہلی بار دابۃ الارض آیا تو وہ لوگ جانتے ہیں کہ بالکل اسی طرح آیا مثلاً ایک گاؤں کی ہی مثال لے لیں کہ پورا گاؤں فطرت پر تھا گاؤں سے ایک آدمی ایسا ہوتا ہے جو سب سے پہلے ٹریکٹر کے نام پر دابۃ الارض لے کر آتا ہے تو وہ اپنے عمل سے لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ تم بھی اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے اسی پر انحصار کرو کیونکہ دیکھو تم زمین میں ہل چلانے کے لیے جن فطرتی ذرائع پر انحصار کر رہے ہو کیا وہ تمہاری اس حاجت کو پورا کر رہے ہیں؟ تو ظاہر ہے جب لوگ ایک طرف اپنے بیلوں کو دیکھیں گے اور دوسری طرف ٹریکٹر کے نام پر دابۃ الارض کو تو وہ یہی سوچیں گے اور کہیں گے بھی کہ نہیں بھائی بیل سے ہماری یہ حاجت پوری نہیں ہو سکتی دنیا کہاں کی کہاں پہنچ گئی اس لیے ہمیں بھی اب ٹریکٹر ہی خریدنا ہو گا یوں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو لوگوں نے الصلاۃ کو ترک کرتے ہوئے نہ صرف ٹریکٹر بلکہ ہر طرح کے دابۃ الارض پر انحصار کرنا شروع کر دیا اور بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف ہر طرف دابۃ الارض پھیل گیا بلکہ پوری دنیا کی فضا دابۃ الارض کے زہریلی گیسیں خارج کرنے سے بھر گئی اور لوگوں کے ناک اور منہ پر ماسک چڑھا دیئے دابۃ الارض نے۔

اور جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور آج آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آج آپ اسی دور میں موجود ہیں آج جب کہ دابۃ الارض نہ صرف موجود ہے بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اس کی موجودگی میں جو بھی الصلاۃ قائم کرے گا یعنی فطرت پر ہی توکل کرے گا اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے فطرت پر ہی انحصار کرے گا تو دنیا اس کے لیے جہنم بن جائے گی، انتہائی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اکثریت یہ نہیں چاہتی کہ انہیں کسی بھی سختی کا سامنا کرنا پڑے اس لیے اکثریت کا زبان سے تو یہ دعویٰ ہو گا کہ وہ مومن ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہو گی وہ منافقت اختیار کیے ہوئے ہوں گے۔ ایک طرف وہ الصلاۃ قائم کرنے کے دعویدار ہوں گے تو دوسری طرف وہ دابۃ الارض بھی استعمال کریں گے۔

تو یہی آج اس دور کے بارے میں کہا گیا کہ اگر کوئی اس دور میں بھی فطرتی ذرائع یعنی گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ پالے ہوئے ہے ان کو اختیار کیے ہوئے ہے تو اس کی دو میں سے ایک ہی صورت ہے۔ پہلی یہ کہ وہ الصلاۃ قائم کر رہا ہے تو الصلاۃ پناہ گاہ ہے الصلاۃ تو انسان کو ایسی تمام اشیاء سے بچاتی ہے جن میں اللہ کی نافرمانی ہو یوں ایسا شخص الدجّال کو ربّ بنانے سے بچا ہوا ہے الصلاۃ کے ذریعے اللہ کا کفر کرنے اور الدجّال کو ربّ بنانے سے پناہ لیے ہوئے ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی ایک طرف فطرتی ذرائع بھی رکھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف دابۃ الارض بھی تو یہ الصلاۃ نہیں بلکہ محض دکھاوا ہے دکھاوے کے لیے گدھا، گھوڑا، خچر یا اونٹ پال رکھا ہے یہ منافقت ہے دوغلا پن ہے یوں اصل میں کوئی بھی الصلاۃ قائم نہیں کر رہا ہو گا اگر کوئی فطرت پر قائم بظاہر نظر آئے گا بھی تو اس کی وجہ یہی ہو گی کہ اسے موقع نہیں مل رہا اور دنیا میں ہر کوئی دابۃ الارض پر ہی انحصار کر رہا ہو گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف دابۃ الارض پوری دنیا میں پھیل جائے گا دنیا اس سے بھر جائے گی بلکہ اس سے خارج ہونے والی گیسوں سے پوری دنیا کی فضا بھر جائے گی زہر آلود ہو جائے گی یوں دابۃ الارض لوگوں کے ناک اور منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔

آج وہ ماسک چڑھا ہوا بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہی دابہ جب دخانٍ یعنی گیسیں خارج کرتا ہے تو آب وہوا کو اتنا زہریلا کردیا کہ لوگوں نے بچنے کے لیے منہ پر ماسک چڑھا لیے یعنی یہ ماسک لوگوں نے خود نہیں بلکہ دابۃ الارض نے چڑھادئے کیونکہ لوگ اس کے دجل کا شکار ہوگئے اس کا ایک ہی ظاہری پہلو دیکھ کر جس سے ان کی خواہشات پوری ہوتی ہیں۔

آج آپ یہ سب اپنی آنکھوں سے نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ انہی حالات و واقعات سے گزر رہے ہیں۔ آج اکثریت اللہ کے دابہ سے اپنی حاجات کو پورا کرنے کی بجائے یعنی الصلاۃ قائم کرنے کی بجائے الدجّال دابہ جو کہ دابۃ الارض ہے اس کا استعمال کررہی ہے اور الٹا اس پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ کسی کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ ایک تو اللہ کی بجائے الدجّال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کے شریک بنے ہوئے ہیں دوسرا الٹا اللہ کے شریک بننے پر انہیں فخر بھی ہے اللہ کیساتھ دشمنی کر کے فخر محسوس کررہے ہیں۔

عام لوگوں کا تو معاملہ قدرے مختلف ہے لیکن بڑے بڑے نامور علماء ہونے کے دعویدار جبے و قبے والے، بڑے بڑے تعلیم یافتہ ہونے کے دعویدار بھی نہ صرف الدجّال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں بلکہ الٹا اس پر فخر بھی کرتے ہیں سفر کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے دابۃ الارض پر سوار ہوتے ہیں یہی تو ہے الدجّال کو ربّ بنانا۔ انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کا دل زندہ ہو جس کی آنکھیں ہوں جس کے کان ہوں۔ جس طرف بھی نگاہ دوڑائیں اندھے، بہرے اور مردہ دلوں والے اللہ کے ہاں الاموات اور قبروں میں ہی نظر آتے ہیں۔

جب تک دابۃ الارض یعنی یہ جدید سواریاں نہیں نکلیں گی تب تک انسان اپنی سواری کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے فطرتی ذرائع پر انحصار کریں گے یعنی اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لیے گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ پر انحصار کررہے ہوں گے لیکن جب دابۃ الارض نکل آئے گا وجود میں آجائے گا تو لوگ چاہتے یا نا چاہتے ہوئے بھی اسے استعمال کرنے پر مجبور ہوجائیں گے کیونکہ انسانوں کو نظر آرہا ہوگا کہ ان جدید سواری کے ذرائع کی موجودگی میں ان کی سواری کی حاجت کو فطرتی ذرائع یعنی گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ پورا نہیں کرسکتے، اس تیز رفتار ترین دور میں ان سست رفتار فطرتی ذرائع سے اپنی اس حاجت کو پورا نہیں کر سکتے یوں تمام انسان اپنی اس حاجت کو پورا کرنے کے لیے دابۃ الارض پر انحصار کریں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پوری دنیا کی فضا دابۃ الارض سے خارج ہونے والی زہریلی گیسوں سے بھر جائے گی۔

اب آپ خود غور کریں کیا یہ سب آج نہیں ہوچکا؟ کیا آپ کو یہ سب ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا؟ کیا محمد علیہ السلام کا آج کے بارے میں کہا ہوا ایک ایک لفظ سچا ثابت نہیں ہوچکا؟

محمد علیہ السلام نے اس قدر کھول کھول کر دابۃ الارض کی وضاحت کردی کہ اندھوں کو بھی نظر آجاتا مگر محمد علیہ السلام کی اس قدر وضاحت کے باوجود کوئی ایک بھی شخص ایسا نظر نہیں آتا جسے دابۃ الارض آج سے پہلے نظر آیا ہو۔ یہاں محمد علیہ السلام کے وہ الفاظ بھی بالکل سچ ثابت ہوتے ہیں کہ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب دابۃ الارض نکلے گا تب دنیا میں کوئی ایک بھی مومن نہیں ہوگا۔ اور ظاہر ہے اگر کوئی مومن ہوتا تو اسے دابۃ الارض نظر آنا چاہیے تھا مگر ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ دابۃ الارض کے نکلنے سے لیکر آج تک کوئی ایسا شخص ہوا ہو جسے دابۃ الارض نظر آیا ہو۔ زبان سے مومن ہونے کے دعویدار تو کروڑوں ہیں لیکن حیرانی والی بات یہ ہے کہ ان مومنوں کو دابۃ الارض نظر ہی نہ آیا انہیں آسائشیں، سہولتیں آسانیاں نظر آتی رہی اور آج بھی نظر آرہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: أنها الدابة التی تخرج عند قیام الساعة تکلم الناس وتسم وجه المومن والکافر.

اخبار مکة، هداية السالك

رسول اللہ ﷺ نے کہا: کہ وہ ہوگا الدابہ جو نکلے گا الساعت کے قیام کے پاس اپنے عوامل سے کلام کرے گا لوگوں سے اور وہ زہر آلود کردے چہرہ مومن کا اور کافر کا۔

تکلم. ت جمع کلم. کلم کلام کرنا اور شروع میں ت کا استعمال یہ واضح کرتا ہے کہ کلام براہ راست نہیں بلکہ اپنے عوامل کے ذریعے کلام کرے گا یعنی اس کی حرکتیں اس کا کلام ہوں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ وہ الدابہ ہوگا یعنی وہی دابۃ الارض ہوگا جو الساعت کے قیام کے پاس نکلے گا یعنی قیام الساعت کے پاس جو ایسی مخلوقات وجود میں

آئیں گی جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی ہوں گی جو کہ ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال ہی ہوں گے وہ دابۃ الارض ہوگا۔قرآن میں اللہ نے بار بار واضح کر دیا کہ الساعت انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی وخوشحالی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں ایک عظیم رد عمل ہوگا جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔

اور آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ انسان ترقی وخوشحالی کے نام پر انسانیت کی خدمت کے نام پر جو مفسد اعمال کر رہے ہیں اس سے آسمانوں وزمین میں کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں رہی کہ جو فساد زدہ نہیں ہو چکی اور پھر طرح طرح کی تباہیوں کی صورت میں آج رد اعمال بھی آ رہے ہیں جو کہ چیخ چیخ کر اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ الساعت تمہارے سر پر آ چکی اور آج جب الساعت بالکل قریب آ چکی تو پھر آج آپ کو جو جدید بحری جہاز نظر آ رہے ہیں جو گاڑیاں نظر آ رہی ہیں جو ہوائی جہاز نظر آ رہے ہیں یہ وہی دابۃ الارض ہی تو ہے جس کے بارے میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آگاہ کر دیا تھا اب اس کے باوجود بھی کیا آپ اندھے کے اندھے ہی رہیں گے؟

آج جب انسان نے زمین کی ہر شئے میں فساد کر دیا جس سے بڑی بڑی تباہیاں آ رہی ہے جو چیخ چیخ کر الساعت کا علم دے رہی ہیں کہ الساعت بالکل سر پر آ چکی ہے تو اسی وقت کے بارے میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ وہ جو نکلے گا وہی وہ دابہ ہوگا یعنی علامات واشراط میں سے ایک دابۃ الارض۔ اور پھر آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کیا آج اس دابہ نے بلاتفریق ہر ایک کے چہرے کو زہر آلود نہیں کر دیا خواہ کوئی مومن ہو یا کافر؟ آج آپ اسی دابۃ الارض کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی بھی پہچاننے کو تیار ہی نہیں۔ آج اس دابہ نے کوئی مومن ہو یا کافر ہر ایک کے چہرے زہر آلود کر دیئے ان زہریلے ذرات سے جو یہ دابہ دھویں کی شکل میں خارج کرتا ہے دخانٍ یعنی گیسوں کی صورت میں خارج کرتا ہے۔

دابہ کا صفا مروہ سے نکلنا

رسول الله ﷺ قال: انها تخرج من بين الصفا والمروة. الدر المنشور، هداية السالك

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نکلے گا الصفا اور المروہ کے درمیان سے۔

الصفا. الصفا دو الفاظ کا مجموعہ ہے ''ال اور صف'' کسی بھی لفظ یا جملے کے شروع میں ال کا استعمال مخصوص کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور صف کے معنی ہیں لائن کے یوں الصفا کے معنی بنتے ہیں مخصوص لائن۔

المـروة. تین الفاظ کا مجموعہ ہے ''ال، مرو، ۃ'' ال مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور مر کہتے ہیں گزرنے کہ جیسے کوئی شخص گزرتا ہے، جیسے کوئی جانور یا سواری کا ذریعہ گزرتا ہے اور ''مرو'' کے معنی ہیں گزر رہے ہونا اور آخر میں ''ۃ'' ہے جو اس شئے کا اظہار کر رہی ہے جس کی بات کی جا رہی ہے۔ الصفا والمروہ سے مراد مکہ نامی بستی میں دو مقامات کو لے لیا جاتا ہے جو کہ بالکل غلط ہے یہاں ان مقامات کا ذکر نہیں کیا جا رہا بلکہ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے جو الصفا ہے اور جو المروۃ ہے۔ یعنی ویسے تو بہت سی لائنیں ہوتی ہیں ان میں وہ لائن یا لائنیں جو مخصوص ثابت ہو جائیں اور اس مخصوص لائن کا چل رہے ہونا تو لائن اور اس کے چلنے کے درمیان جو شئے چل رہی ہے اس کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ دابۃ الارض ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی مخصوص لائن ہے جو چل رہی ہے؟ اس مخصوص لائن اور اس کے چلنے کے درمیان جو شئے ہے جو چل رہی ہے وہ دابۃ الارض ہے تو اس کا جواب ایک اور روایت میں بالکل صراحت کیساتھ موجود ہے جو کہ اسی روایت کی وضاحت ہے یعنی اسی کے بارے میں بات کرتے ہوئے محمد علیہ السلام نے جو مزید کہا وہ درج ذیل روایت میں آپ کے سامنے ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تخرج الدابة من صدعٍ فی الصفا کجری الفرس. ابن ابی شیبہ، نعیم بن حماد، الدر المنثور، ابن ابی حاتم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نکلے گا الدابہ صدع سے الصفا میں یعنی ایک لائن میں زمین اس طرح پھٹے گی کہ اس میں خندق بن جائے گی جیسے زمین کھود کر نہر نکالی جاتی ہے اس خندق سے نکلے گا دابہ جیسے بہتی ہوئی پگڈنڈی ہو جو سامان کو، لوگوں کو اپنے اوپر اٹھا کر بہنے کی طرح چلے گی اور اتار دے گی۔

صدعٍ. زمین کا اس طرح پھٹنا یا پھاڑا جانا کہ زمین اس طرح دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی درمیان خندق نظر آنے لگے یعنی جیسے زمین میں کوئی نہر کھودی جاتی ہے۔

بہتر اور آسانی سے سمجھنے کے لیے تصویری معنی دیکھیں۔

جر. جر کہتے ہیں بہنے کو جیسے پانی بہتا ہے، جیسے کوئی شئ آگے کو بہہ رہی ہوتی ہے، جیسے وقت آگے کو بہہ رہا ہے ایسے ہی مزید آسان الفاظ میں اس کے معنی ہیں لانا، واپس لے جانا، کھینچ کر اپنے اوپر کرنا اور اتار دینا، گھسیٹنا، چلنا، گھسٹ کر چلنا جیسے پانی میں کوئی شئ بہتی ہے۔

جری. جری کے ایک تو معنی ہیں پگڈنڈی اور اس کے علاوہ جری کے معنی ہیں وہ شئ جو اپنے آپ میں بہہ رہی ہے جیسے کشتی پانی پر بہتی ہے اور ایسی سواری کو جو پگڈنڈی کی طرح ہو اور اپنے اوپر وزن اٹھا کر چلتی ہو، وزن اپنے اوپر رکھتی ہو اور اسی طرح اتار دیتی ہو۔

اور "ک" کے معنی جیسے کے ہیں۔

اس کے علاوہ عربی میں یہ اپنے آپ میں ایک لفظ بھی ہے "کجری" جس کے معنی ہیں جس میں عیش و آرام ہو۔

جیسے تصاویر میں پگڈنڈیاں دکھائی گئی ہیں بالکل اسی طرح کی ایسی سواری جو رینگ کر چل رہی ہو گویا کہ پگڈنڈی چل رہی ہے اور ایسے چل رہی ہو جیسے پانی بہتا ہے جو سواریوں کو اپنے اوپر اٹھا کر لے جائے اور واپس لے آئے، اپنے اوپر سوار کر لے اور اتار دے۔

اور آج آپ پوری دنیا میں یہ مناظر دیکھ رہے ہیں اس دابۃ الارض کو دیکھ رہے ہیں جو بین الصفا والمروۃ ہے یعنی زمین کو ایسے کھودا جاتا ہے کہ درمیان سے نالی سی جیسے کہ نہر ہوتی ہے نکل آتی ہے یوں زمین دو حصوں میں تقسیم نظر آتی ہے اس لائن میں دابۃ الارض وجود میں لایا جاتا ہے جو ایسے چلتا ہے گویا کہ پگڈنڈی چل رہی ہو جو آپ کو دنیا کے مختلف ہوائی اڈوں، بس اسٹیشنوں اور شاپنگ مالز وغیرہ میں نصب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ تصاویر میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دابۃ الارض کس مواد سے بنا ہوگا

رسول اللہ ﷺ قال: الدابة مؤلفة، ذات زغب وريش فيها من ألوان الدواب كلها. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ قال: الدابة ذات وبر وريش مؤلفة، فيها من كل لون. الدر المنثور

ان دونوں روایات کو نہ صرف اکٹھا ہی بیّن کریں گے بلکہ پہلے ان میں استعمال ہونے والے الفاظ کو کھول کر واضح کیا جانا بہت ضروری ہے۔

الدابہ۔ الساعت جو کہ ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں آنے والے تباہیوں میں سے ایک عظیم تباہی عظیم زلزلہ ہوگا اس کی علامات واشراط میں سے ایک یعنی اس کا علم دینے والی اشیاء میں سے ایک اور جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی ان میں سے آخری اور بڑی وجہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کی جانے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات۔

ذات. بذاتِ خود، اپنے آپ میں، جس سے بنایا جس سے وجود میں آیا۔

مؤلفة. مختلف اشیاء یا پرزہ جات وغیرہ کا مرکب، مختلف پرزہ جات یا مواد کا بنا ہوا، لکھا ہوا۔

زغب. روئی، اُون اور اس طرح کا وہ تمام نرم مواد جس سے صوفے، بیڈ، بستر، کمبل وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور جیسے مختلف جانوروں کے جسم پر ایسے بال ہوتے ہیں جو اُون کی طرح ہوتے ہیں یا درختوں اور پودوں پر ایسا مواد اُگتا ہے جو روئی کی طرح ہوتا ہے۔

ریش. کرسیاں، صوفے و ایسا فرنیچرز وغیرہ اور جیسے انسان کے جسم پر لباس ہوتا ہے اس طرح کسی بھی شیئے کا اس مواد سے ڈھکا ہونا تہہ چڑھا ہونا جس مواد سے بال یا پرندوں کے پنکھ وجود میں آتے ہیں آج اس مواد کو پینٹ اور پلاسٹک وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے جب کسی بھی شیئے پر کیا جاتا ہے تو باریک سی پلاسٹک کی طرح کی تہہ وجود میں آجاتی ہے جیسے آج گاڑیوں، جہازوں وغیرہ پر جو پینٹ کیا جاتا ہے اور کپڑے یا ایسے مواد سے ڈھکا ہونا۔

لون. رنگ ونسل

وبــر.   ہرطرف سے یا بہت زیادہ یا زیادہ تر حصہ اس مواد سے ڈھکا ہونا تہہ چڑھا ہونا جس مواد سے بال یا پرندوں کے پنکھ وجود میں آتے ہیں آج اس مواد کو پینٹ کا نام دیا جاتا ہے جب کسی بھی شئے پر کیا جاتا ہے تو باریک سی پلاسٹک کی طرح کی تہہ وجود میں آ جاتی ہے جیسے آج گاڑیوں، جہازوں وغیرہ پر جو پینٹ کیا جاتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: الدابة مؤلفة، ذات زغب وريش فيها من ألوان الدواب كلها. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الدابہ یعنی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے خلق کی جانے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات مختلف اشیاء، مختلف مواد اور مختلف پرزہ جات کا مرکب ہوگا وہ لکھا ہوا بھی ہوگا وہ اپنے آپ میں ہوگا یعنی وہ جس مواد سے بنا ہوگا وہ نرم ملائم مواد ہوگا اس میں کرسیاں، صوفے اور فرنیچر وغیرہ ہوگا اس میں نرم ملائم سیٹیں ہوں گی اوران میں یعنی ان حرکت کرنے والی مخلوقات جو تیر کر رینگ کر چل کر اوراڑ کر حرکت کریں گی اورارض سے وجود میں آئیں گی جن کا خالق انسان ہوگا وہ تمام کے تمام رنگوں سے ہوں گی یعنی قرب قیام الساعت ارض سے وجود میں آنے والا دابہ ہر رنگ کا ہوگا اس میں ہر رنگ کی تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات ہوں گی۔

رسول الله ﷺ قال: الدابة ذات وبر وريش مؤلفة، فيها من كل لون. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الدابہ یعنی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے خلق کی جانے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات جو قرب قیام الساعت وجود میں آئیں گی وہ اپنی ذات میں یعنی وہ جس مواد سے وجود میں آئیں گی وہ وبر اور ریش ہوگا یعنی اس میں نرم ملائم مواد والی کرسیاں، صوفے وفرنیچر وغیرہ ہوگا اس میں نرم ملائم آرام دہ سیٹیں ہوں گی وہ اس مواد کی تہہ چڑھا ہوا ہوگا جس مواد سے بال وجود میں آتے ہیں یعنی ہر طرف سے پینٹ کیا ہوا ہوگا پینٹ کی تہہ چڑھا ہوا ہوگا، الدابہ یعنی انسان کی خلق کردہ تیر کر رینگ کر چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات مختلف مواد، مختلف اشیاء اور کئی مختلف پرزہ جات کا مرکب ہوں گی ان میں ہر رنگ سے ہوں گی یعنی قرب قیام الساعت نکلنے والا دابہ ہر رنگ کا ہوگا ہر رنگ کی وہ زمین سے وجود میں آنے والی حرکت کرنے والی مخلوقات ہوں گی۔

حیران کن طور پر آج سے چودہ صدیاں قبل کہے گئے محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج وہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے آپ اسی وقت میں موجود ہیں آج الدابہ یعنی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے خلق کی جانے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اوراڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات ہر طرف دھندناتی پھر رہی ہیں جو مختلف اشیاء، مختلف مواد اور مختلف پرزہ جات کا مرکب ہیں، جو لکھی ہوئی بھی ہیں یعنی ان پر ان کے نمبرز ان کی پہچان لکھی ہوئی ہے، ان میں کرسیاں، صوفے اور فرنیچر وغیرہ بھی موجود ہے ان میں نرم ملائم سیٹیں بھی موجود ہیں جو نرم ملائم مواد سے ڈھکی ہوئی ہیں اور یہ اسی مواد کی تہہ چڑھی ہوئی بھی ہیں جس مواد سے جسم پر بال وجود میں آتے ہیں جسے آج آپ نائیلون، پلاسٹک اور پینٹ وغیرہ کا نام دیتے ہیں اور پھر حیران کن طور پر یہ مخلوقات ہر رنگ میں موجود ہیں۔

دابۃ الارض کے بارے میں یہ دہلا دینے والے حقائق ہیں جن کے واضح ہو جانے کے بعد کوئی بھی ہو خواہ وہ کم سے کم عقل ہی کیوں نہ ہو کل کو وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اسے حق کی سمجھ نہیں آئی تھی، یہ ایسا حق ہے جو ہر کسی پر حجت ہے کل کو کسی کے بھی پاس کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا۔

آپ ایسا کریں خود دیکھیں کہ ان روایات میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کی روشنی میں کیا آج دابۃ الارض موجود نہیں ہے؟ کیا اب بھی دابۃ الارض کی پہچان میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے؟ کیا آج دابۃ الارض پوری دنیا میں دھندناتا نہیں پھر رہا؟ وہ تمام کی تمام خصوصیات اس میں موجود نہیں ہیں جو ان روایات میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل بتا دی تھیں؟

حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کیا جا چکا اس کے باوجود بھی اگر آپ بہرے اور اندھے ہی رہیں گے تو جان لیں کہ عنقریب آپ مانیں گے لیکن تب آپ کا ماننا آپ کو کوئی نفع نہیں دے گا۔ اب بھی اگر آپ علامات واشراط الساعت کا انتظار ہی کرتے ہیں تو جان لیں کہ جس جس کا بھی انتظار کر رہے ہیں وہ

سب کا سب تو آ چکا اب کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ اب میرے بعد سوائے الساعت کے کچھ نہیں بچا اور میری موجودگی میں عظیم عذاب القارعہ آپ کے سر پر آ کھڑی ہے۔

تصاویر کی زبان میں دیکھیں

رسول الله ﷺ قال: دابة الارض ذات وبر، تنال رأسها السماء. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا: قربِ قیام الساعت ارض یعنی زمین کے عناصر سے وجود میں آنے والا دابہ یعنی انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات اپنی ذات میں وبر ہوں گی یعنی پینٹ کی تہہ چڑھی ہوئی ہوں گی، اس کا راس یعنی اس کا بلند ترین مقام اس کا بلند ترین پوائنٹ ہوگا آسمان جہاں وہ پہنچے گا۔

آج جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں جو انسان کے سواری و مشقت کے ذرائع ہیں جن کا خالق اللہ نہیں بلکہ انسان ہے جو کہ انسان نے زمین سے ہی عناصر نکال کر تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات خلق کی ہیں جنہیں آج آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشنز وغیرہ کہا جاتا ہے یہ تمام کا تمام نہ صرف ذات وبر ہے یعنی اس پر پینٹ کی تہہ چڑھی ہوئی ہے بلکہ ان میں سے ہیلی کاپٹرز، ہوائی جہاز، سیٹیلائٹس، خلائی اسٹیشن اور شٹل ایسے ہیں کہ جن کا بلند ترین مقام ان کی چوٹی آسمان ہے جہاں یہ پہنچتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: أن رأسها يبلغ السحاب. بهيقى، الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا: کہ دابۃ الارض کا بلند ترین مقام پہنچے گا بادلوں کو۔

کیا کوئی شک رہ جاتا ہے اب بھی دابۃ الارض کو پہچاننے میں؟

رسول الله ﷺ قال: (الدابة) تجرهم. ابن كثير

جرح. زخمی کرنا، گہرا زخم لگانا، جسمانی نقصان پہنچانا، ٹکر مار کر چوٹ لگانا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: دابۃ الارض انہیں یعنی جن لوگوں میں نکلے گا جن میں موجود ہوگا انہیں زخمی کرے گا، ٹکریں مار کر چوٹیں لگائے گا، انہیں گہرے زخم لگائے گا، انہیں جسمانی نقصان پہنچائے گا۔

آج آپ اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں روزانہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں لوگ دابۃ الارض یعنی ٹرینوں اور گاڑیاں وغیرہ کے حادثات میں شدید زخمی ہوتے ہیں اور ان میں سے کچھ بچ جاتے ہیں اور کچھ موت کا شکار ہو جاتے ہیں آج دابۃ الارض نہ صرف لوگوں کو ٹکریں مار رہا ہے بلکہ انہیں چوٹیں بھی لگا رہا ہے انہیں گہرے زخم بھی لگا رہا ہے جیسا کہ درج ذیل تصاویر میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

ایک طرف اللہ نے ایک جان کا قتل تمام لوگوں کے قتل کے برابر قرار دیا تو وہیں دوسری طرف انسان کا خلق کردہ دابۃ الارض یہ گاڑیاں و جہاز وغیرہ سالانہ لاکھوں لوگوں کے قتل کا سبب بنتی ہیں، دابۃ الارض لاکھوں کو یتیم کرتا ہے، لاکھوں کو بیوا، لاکھوں ماؤں کی گودیں اجاڑتا ہے اور نہ جانے کتنی ہی تعداد میں لوگوں کو زخمی، اپاہج و مفلوج کر دیتا ہے اس کے علاوہ آسمانوں و زمین میں کوئی ایک بھی مخلوق ایسی نہیں جو اس سے سلامت ہو، آسمانوں و زمین میں یہ تباہیاں پھیلا رہا ہے اس کے باوجود انسان خود کو مصلح سمجھ رہے ہیں، اس کے باوجود ہر کوئی انسان اسے مسیحا ہی قرار دیتا ہے اس لیے کہ اس کا صرف ایک ہی رخ دیکھتا ہے اور یہی تو دجل ہے، یہی تو الدجّال ہے جو دنیا و آخرت تباہ کر رہا ہے وہی مسیحا نظر آتا ہے۔

ذرا تصور کریں اگر آپ کا بیٹا، بیٹی، ماں، بہن یا بھائی وغیرہ دابۃ الارض کی ٹکر سے موت کا شکار ہو جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ کیا آپ کو تب بھی دابۃ الارض مسیحا ہی نظر آئے گا؟

یہی فرق ہے آج پوری دنیا میں خوراک ہے، ہی خبیث جسے کھا کر انسان خود غرض ہو چکے ہیں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو خود کو دوسرے کی جگہ پر رکھ کر اس کا دکھ درد محسوس کرے۔ جب اپنے سر پر پڑتی ہے تب ہی کچھ نظر آتا ہے ورنہ آج تقریباً سب ہی اندھے اور بہرے ہو چکے ہیں سب کے دل مردہ ہو چکے ہیں دل اندھے ہو چکے ہیں آج ہر کوئی اللہ کے قانون میں موت ہے قبر میں ہے۔ کوئی نہیں جو حیا ہو یعنی زندہ ہو کیونکہ جو زندہ ہوتے ہیں وہ سنتے ہیں وہ دیکھتے ہیں وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کے مطابق احسن اعمال کرتے ہیں اور کوئی نہیں جو اللہ کے قانون میں زندہ نظر آئے۔

اس کے علاوہ اگر صرف اس بات میں غور کر لیا جائے کہ اس دابۃ الارض کی صرف تخلیق سے ہی آسمانوں و زمین میں کتنی مخلوقات کے حقوق پامال ہوتے ہیں کتنی بڑی سطح پر فساد ہوتا ہے کتنی مخلوقات کا قتل ہوتا ہے تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں لیکن اس کا ادراک جلد ہو گا اور ہر ایک کو ہو گا جنہیں اب بھی ادراک نہیں ہو رہا جبکہ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

رسول الله ﷺ قال: ان الدابة فيها من كل لون. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں الدابہ ہو گا اس میں ہر رنگ کا الدابہ ہو گا یعنی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات و اشراط میں سے ایک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے خلق کی جانے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات ہر رنگ کی ہوں گی ان میں ہر رنگ ہو گا۔

آج یہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دابۃ الارض ہر رنگ میں موجود ہے۔ جیسا کہ ذیل میں دی گئی تصاویر میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: مثل امتی ومثل الدابة حین تخرج کمثل حین بنی ورفعت حیطانه وسدت ابوابه وطرح فیه من الوحش کلها ثم جیءَ بالأسد فطرح وسطها فارتعدت وأقبلت الی النفق تلحسه من کل جانب، کذلک امتی عبد خروج الدابة لایفر منها احد الا مثلت بین عینیه، ولها سلطان من ربنا عظیم. ابو نعیم، الدیلمی

دابة. آج جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں جوانسان کے سواری ومشقت کے ذرائع ہیں جن کا خالق اللہ نہیں بلکہ انسان ہے جو کہ انسان نے زمین سے ہی عناصر نکال کر تیر کر، رینگ کر، چل کراوراڑ کرحرکت کرنے والی مخلوقات خلق کی ہیں جنہیں آج آبدوزیں، بحری جہاز، ٹرینیں، ٹرامیں، میٹروز، سائیکل، موٹر سائیکل، کاریں، بسیں، طرح طرح کی گاڑیاں، کرینیں، بلڈوزرز، زمین کو پھاڑنے والی مشینیں، پہاڑوں کو کاٹنے والی مشینیں، سرنگیں کھودنے والی مشینیں، جہاز، ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سیٹیلائٹس اورخلائی اسٹیشنز وغیرہ کہاجاتا ہے

حیط. محاصرہ، گھیراؤ، حصار، ایسی جگہ جو ہرطرف سے بند ہوجس سے باہر نکلنا ممکن نہ ہوسوائے اس کے دروازے سے اگر دروازہ موجود ہوتو ورنہ اسی کے اند رہنا ہو۔

سد . مادی یا غیر مادی رکاوٹ۔ غیر مادی رکاوٹ کے معنی مادی پر غالب ہیں۔

ابواب. داخل ہونے اور باہر نکلنے کے رستے، دخول اورخروج کے مقامات۔

طرح. شئے بنا کراسے لانچ کرنا، شئے بنا کراسے متحرک کرنا، شئے خلق کر کے اسے اس کے کام پرلگادینا کہ وہ اپنا کام کرتی رہے۔

وحش. ایسی عجیب الخلقت مخلوق جوموجود نہ ہوتو تصوراتی مخلوق اوراگر موجود ہوتو بہت زیادہ مشہورومعروف مخلوق۔

ایسی مخلوق جوبے قابواور ہرطرف سے نقصان پہنچائے۔

ایسی مخلوق جوجہاں موجود ہواسی کواتنا فساد زدہ کردے کہ وہ شئے تباہ وبرباد ہوجائے۔

ایسی مخلوق جوبے قابو ہوکر ہرطرف کے درودیوار توڑدے۔

ایسی مخلوق جوعیب دار ہو۔

ایسی مخلوق جوقوت وزوراور ہرطرح کی صلاحیتوں میں بہت بڑھ کر ہو۔

ایسی مخلوق جواپنے وزن اورحجم کے اعتبار سے بہت لمبی، چوڑی، اونچی یا بڑی ہو۔

عجیب الخلقت مخلوق جوخلاف قانون خلق کی جائے۔

ایسی مخلوق جوانتہائی پرخطر یعنی خطرے سے بھری ہوئی ہو۔

ایسی مخلوق جس کے سامنے اس سے پہلے موجود مخلوقات طاقت، زور، صلاحیتوں سمیت ہرلحاظ سے بہت کم اور بے بس ہوجائیں۔

ایسی مخلوق جوجہاں موجود ہووہاں موجود مخلوقات میں سے طاقتورترین مخلوق پربھی غالب آجائے۔

ایسی مخلوق جس کے سامنے شیر صفت بھی چوہے سے بھی کم تر نظر آئے۔

اسد. جس کا باقی سب پر رعب اور دبدبہ ہو، جسے باقیوں پرقدرت واختیار دیا جائے جواس کے قانون کی خلاف ورزی کرے اسے دبوچ لے۔ یہ سب صفات جنگل کے جانوروں میں سے شیر میں پائی جاتی ہیں اسی وجہ سے شیر کوعربی میں اسد کہا جاتا ہے کیونکہ شیر کے سامنے جنگل کے تمام جانور دب کے رہتے ہیں شیر کوسب پرقدرت واختیار حاصل ہوتا ہے۔

ارتعد. کانپنا، تھرتھرانا، ہلنا، کپکپی۔

سلطان. کسی شئے میں یا پراثر انداز ہونے کا اختیار، اختیارات منتقل کرنا، کمانڈ، بالادستی، اثرورسوخ، طاقت، قوت، خودمختاری، سلطنت، حکومت، گرفت، مہارت، کسی شئے پراثر انداز ہونے کا مکمل اختیار، غیر منصفانہ استعمال، مطلق العنانیت، آمرانہ پن، حکم دینے کا اختیار، اطاعت کروانے کی قدرت، غلبہ پانا، جانچ پڑتال، دبنگ پن، بادشاہی، کسی شئے کوسیاسی نظام کے ذریعے اپنے تابع رکھنا، سیاسی اختیار وغیرہ۔

رسول الله ﷺ قال: مثل امتی ومثل الدابة حین تخرج کمثل حین بنی ورفعت حیطانه وسدت ابوابه وطرح فیه من الوحش کلها ثم جیءَ بالأسد فطرح وسطها فارتعدت وأقبلت الی النفق تلحسه من کل جانب، کذلک امتی عبد خروج الدابة لایفر منها احد الا مثلت بین عینیه، ولها سلطان من ربنا عظیم. ابو نعیم، الدیلمی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری اُمت کی مثال اور الدابہ کے نکلنے کے وقت کی مثال اس وقت کی سی ہے ایک ایسی عمارت تعمیر کی جائے اور بلند کی جائے کہ وہ محاصرہ کرلے گھیراؤ کرلے حصار بن جائے اور اس کے تمام داخلی اور خارجی مقامات پر رکاوٹیں کردی جائیں اور خلق کرکے تمام کے تمام مخصوص وحش اس میں متحرک یعنی چھوڑ دیئے جائیں کہ جس مقصد کے لیے انہیں خلق کرکے یہاں چھوڑا گیا اس مقصد کو پورا کریں سب اپنے اپنے کام پر لگ جائیں یعنی سب اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تباہی مچانا شروع کردیں عمارت کو کھوکھلا کرنا شروع کردیں پھر لایا جائے ایک شیر جسے پس چھوڑ دیا جائے ان کے درمیان، پس وہ حصار نما عمارت تھرتھرانا شروع کردے کانپنا شروع کردے جہاں سے اسے کھوکھلا کردیا وہاں وہاں سے گرنا شروع کردے اس شیر پر ہر جانب سے۔ بالکل عین اسی طرح میرے امتی غلام یعنی جو اللہ کے عبد ہوں گے اللہ کے غلام ہوں گے ان کی مثال ہوگی ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں ہوگی کوئی ایک بھی بھاگ نہیں پائے گا کہ اسے اس کے عین سامنے لا چھوڑا جائے گا، اور اس کے لیے ہے یعنی الدابہ کے لیے ہے سلطان ہمارے ربّ عظیم سے۔

محمد علیہ السلام نے بہت ہی لرزا دینے والی مثال بیان کی۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آج آپ اپنے اردگرد غوروفکر کریں تو آپ محمد علیہ السلام کی مثال میں بیان کردہ وقت کو باآسانی پہچان جائیں گے کہ آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں۔

جیسے آپ کوئی ایسی بڑی عمارت تعمیر کریں جو بالکل حصار کی مانند ہو اس میں کچھ ایسے وحشیوں کو چھوڑ دیں جو بے قابو ہوں اور ہر طرف ٹکریں مارنا شروع کردیں، عمارت کو ہر طرف کھوکھلا کرنا شروع کردیں اور کسی ایسے کو بھی اس عمارت میں ان وحشیوں کے عین درمیان لا چھوڑیں جو بہت طاقت والا ہو لیکن ان وحشیوں کے سامنے اس کی اہمیت وحیثیت چوہے سے بھی کم تر ہو، اس حصار میں وہ ان وحشیوں کے سامنے بے بس نظر آئے گا اور وحشی ٹکریں مار مار کر اس عمارت کو کھوکھلا کردیں اور وہ عمارت لرز اٹھے، کانپنا شروع کردے تو کھوکھلے پن کی وجہ سے وہ عمارت ہر طرف سے گرنا شروع کردے گی ایسے جیسے کہ اینٹوں کی جگہ جگہ بارش ہو رہی ہے اور اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی جسے اس حصار میں ان وحشیوں کے درمیان لا چھوڑا گیا وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو وہ ان کے سامنے بے بس ومجبور ہوگا۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج اس وقت کی بہت ہی احسن مثال سے منظر کشی کی کہ اس سے بڑھ کر احسن مثال کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی تھی جو محمد علیہ السلام نے اس وقت بیان کی جس وقت ایسے حالات وواقعات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ہی موجود نہیں تھے۔ جس احسن انداز سے محمد علیہ السلام نے یہ مثال بیان کی اس سے بالکل ایسے لگتا ہے جیسے کہ کوئی اس دور میں موجود ہے اور ان سارے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کے بعد بہتر سے بہتر الفاظ کا انتخاب کرکے مثال بیان کرے۔

قرآن میں اللہ نے بار بار اپنی آیات میں غوروفکر کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی واضح کردیا کہ اللہ کی آیات کیا ہیں کون سی ہیں؟ اللہ نے بار بار یہ واضح کردیا کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب اللہ ہی کی آیات ہیں اور جب ان میں غوروفکر کریں تو پتہ چلتا ہے اور اللہ نے یہ زمین اور اس کے گرد آسمان ایسی ہی ایک عمارت بنائی ہے جس کی مثال محمد علیہ السلام نے دی۔

یہ زمین جو کہ وہی عمارت ہے اس کا ہر طرف سے اللہ نے محاصرہ کیا ہوا ہے ہر طرف سے گھیراؤ کیا ہوا ہے اور پھر اللہ نے زمین کا کیسے محاصرہ کیا ہوا ہے؟ کیسے گھیراؤ یعنی حصار قائم کیا ہوا ہے؟ اس کا جواب بھی دے دیا کہ اللہ نے جہاں ہر شئے اور اپنے علم سے محاصرہ کیا ہوا ہے تو وہیں زمین کے گرد تہہ در تہہ سات پردے بنا کر بھی محاصرہ کیا ہوا ہے جیسے کہ آپ ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

جیسے انسان کو گرم سرد موسمی اثرات سے بچنے کے لیے لباس کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح اللہ نے زمین کو بھی لباس پہنایا ہوا ہے۔ زمین کی مقناطیسی قوت ہے اور زمین کے گرد گیسوں کی سات تہیں ہیں جنہیں اللہ نے زمین کے سات آسمان بھی کہا ہے، زمین کی مقناطیسی قوت اور گیسوں کی یہ سات تہیں زمین کے گرد اللہ کا حصار ہیں، اسی حصار کے اندر بشر زندہ رہ سکتا ہے۔ اس حصار کے اندر اللہ نے بشر کو خلق کیا اس سے پہلے اسکے داخلی اور خارجی رستے بند کر دیئے۔

زمین کے گرد گیسوں کی یہ سات تہیں ہر لحاظ سے اللہ کا زمین کے گرد حصار ہے یہی گیسوں کی تہیں سورج کی نقصان دہ شعاعوں کو زمین پر آنے سے روکتی ہیں اگر وہ براہ راست زمین پر آ جائیں تو زمین پر زندگی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ یہ حصار زمین پر بخارات کی شکل میں اوپر اٹھنے والے پانی کو باہر خلا میں جانے سے روکتا ہے اور پھر وہ پانی واپس زمین پر بارش کی صورت میں اترتا ہے۔ یہی گیسوں کی تہیں لاتعداد پتھروں وشہابیوں کو زمین پر آنے سے روکتی ہیں ورنہ زمین پر ہر شئے تباہ ہو جائے اس کے علاوہ اگر ان پر لکھا جائے تو کئی کتابیں لکھیں جاسکتی ہیں مگر ہمارا مقصد اللہ کے اس حصار کو سمجھنا ہے جسے محمد علیہ السلام نے ایک مثال سے بیان کیا۔

پھر اللہ نے زمین کے اندر بھی انتہائی پیچیدہ نظام بنا دیا اور اسی طرح زمین کے اوپر بھی انتہائی پیچیدہ نظام بنا دیا۔ اللہ نے تمام مخلوقات کو خلق کر کے جس جس مقصد کے لیے خلق کیا انہیں ان کے مقامات پر رکھ کر اس مقصد کو پورا کرنے پر لگا دیا۔ اگر کوئی بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹ جائے گی تو پھر زمین کا توازن برقرار نہیں رہے گا پھر زمین پر بھی ہر طرف سے اسی طرح تباہیاں آئیں گی جیسے مثال میں اس حصار کا بیان کیا۔

اللہ نے اس عمارت کو مکمل کرنے کے بعد اس میں بشر کو لا بسایا اور پھر انسان پر حق بھی واضح کر دیا کہ اس نے فطرت پر قائم ہونا ہے فطرت سے بغاوت نہیں کرنی فطرت میں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی ورنہ انجام بھی کھول کھول کر واضح کر دیا۔

وحش کے معنی اوپر بیان ہو چکے ہیں اور جن الوحش نے اللہ کی خلق کردہ اس ہر طرف سے محصور عمارت کو کھوکھلا کرنا تھا اسے اس قدر فساد زدہ کرنا تھا کہ یہ عمارت لرز اٹھے اور ہر طرف سے گرنا یعنی تباہ ہونا شروع کر دے وہ الوحش انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کیا جانے والا دابۃ الارض قرار دیا۔ انسان ان الوحوش کو حشر کریں گے یعنی خلق کر کر کے اللہ کی اس عمارت میں طرح کرتے جائیں گے یعنی جس جس مقصد کے لیے خلق کریں گے ان الوحوش کو اس

اس مقصد پر لگا دیں گے ان ان کاموں پر لگا دیں گے اور وہ کام اللہ کی اس عمارت کو ہر طرف سے کھوکھلا کرنا ہوگا اسے ہر طرف سے فساد زدہ کرنا ہوگا تو ایسی صورت حال میں جب مومنوں کو دنیا میں لایا جائے گا تو ان کے درمیان ہی لایا جائے گا، مومنوں کو ان کے درمیان ان کے سامنے لا چھوڑا جائے گا مومن جو کہ اللہ کا عبد ہوتا ہے جو اللہ کی اس عمارت کا اہل ہے جو اس کا امانت دار ہے وہ ان کے سامنے بالکل بے بس ہوگا وہ ان کے خلاف کچھ نہیں کر پائے گا اور نہ ہی مومنوں کے پاس ان الوحوش سے کوئی جائے پناہ ہوگی۔

ان الوحوش کے اللہ کی اس عمارت زمین کو ہر طرف سے کھوکھلا کر دینے کی وجہ سے ہر طرف سے فساد زدہ کر دینے کی وجہ سے لرز اٹھے گی، کانپ اٹھے گی اور ہر طرف سے گرنا شروع کر دے گی یعنی تباہ و برباد ہونا شروع ہو جائے گی اور مومن بالکل بے بس ہوں گے۔

الوحش یعنی وہ کون سی ایسی عجیب الخلقت مخلوقات ہیں جو پہلے موجود نہیں تھیں اور اب موجود ہیں؟ یا پھر ابھی بھی موجود نہیں؟ اور ایسی مخلوقات جن کے سامنے اللہ کے غلام بے بس ہو جائیں گے؟ جو اللہ کے بنائی ہوئی عمارت یعنی اس زمین کو اتنا کھوکھلا کر دیں گے جس سے یہ لرزے گی، کانپ اٹھے گی یعنی زلزلے آئیں گے، تباہیاں آئیں گی، سیلاب آئیں گے، طوفان آئیں گے، آندھیاں آئیں گی، زمین جگہ جگہ سے دھنس جائے گی اور ایسی ہی طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی ہر طرف سے اس پر تباہیاں آئیں گی اللہ کی تمام مخلوقات میں خرابیاں اور تباہیاں ظاہر ہوں گی۔

کیا آج یہ سب نہیں ہو رہا؟ کیا آج الوحوش کو حشر نہیں کیا گیا یعنی انہیں خلق کر کر کے اس زمین پر ان کا انبار نہیں لگا دیا گیا اتنے الوحوش اکٹھے کر دیئے گئے کہ پوری زمین میں ہر طرف وہی دھندناتے اور زمین کو یعنی اللہ کی اس عمارت کو کھوکھلا کرنے میں مصروف نظر آ رہے ہیں۔

درج ذیل تصاویر میں الوحوش کو اللہ کی اس عمارت کو ہر طرف سے کھوکھلا کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

یہی وہ الوحوش تھے جن کی تاریخ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے قرآن کی درج ذیل آیت کی صورت میں اتار دی تھی۔

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ. التکویر ۵

اور تب جو مخصوص وحوش ہیں انہیں اکٹھا کیا جائے گا یعنی تب عجیب الخلقت، خلاف قانون خلق کی جانے والی آسمانوں و زمین میں تباہیاں مچانے والی زمین کو کھوکھلا کرنے والی مخلوقات کو وجود میں لا لا کر زمین کو بھر دیا جائے گا کہ وہ مخلوقات زمین کو ہر لحاظ سے کھوکھلا و فساد زدہ کریں گی۔ سورۃ التکویر ساری کی ساری آج کی تاریخ پر مبنی ہے آگے چل کر اپنے موضوع کے اعتبار سے پوری سورۃ التکویر پر بات ہو گی جس سے الوحوش کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے گی۔

الوحوش نے جب اللہ کی اس عمارت کو ہر طرف سے کھوکھلا کر دیا اسے فساد زدہ کر دیا تو اس عمارت نے ہر طرف سے گرنا شروع کر دیا جسے آپ ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

آج کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں جو فطرت پر ہولا تعداد بیماریاں، زلزلے، طوفان، آندھیاں، سیلاب، موسموں میں غیر معمولی تغیر وتبدل، سمندروں کے نظام میں تباہی، سمندری مخلوقات کا لاتعداد قتل عام، بے وقت بارشیں، سانس لینے کے لیے آکسیجن بھی خالص نہیں، نہ کھانے کو، نہ پینے کو، نہ رہنے کو حتیٰ کہ اللہ کی کوئی ایک بھی خلق زمین پر خالص نہیں رہی، خرابیوں سے پاک نہیں رہی اور ایسی حالت میں اللہ کے غلاموں کی بالکل وہی کیفیت ہے جو کیفیت اس شیر کی جو اس حصار میں تھا اور ہر طرف سے عمارت اس پر گر رہی ہے۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ یہ سب تب ہوگا جب دابۃ الارض نکلے گا اور دابۃ الارض کا خالق اللہ نہیں بذات خود انسان ہوں گے۔ اللہ سبحان ہے، اللہ کے لیے ہے ہی حمد، اللہ احسن الخالقین ہے وہ ایسا دابہ خلق نہیں کرتا جو اللہ کے قانون کے ہی خلاف کام کرے سوائے اس کے جسے اختیار دیا اور وہ نافرمان ہو گیا یعنی انسان۔

یہ دابہ ظلم کرنے والا ہے اللہ کی تمام مخلوقات کے مقام میں کمی کرنے والا ہے اللہ نے قرآن میں بار بار کہا کہ اللہ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا مگر انسان خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور اللہ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ عالمین کے لیے ظلم نہیں چاہتا اور دنیا میں جو بھی ہلاکت وتباہی آتی ہے وہ انسانوں کے ہی کیے ہوئے ظلم کی وجہ سے آتی ہے۔

ظلم کرنے سے فساد ہوتا ہے اور فساد تباہی کا باعث بنتا ہے قرآن میں ایسی درجنوں آیات ہیں ان میں سے صرف چند درج ذیل ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۱۰۸

اور نہیں اللہ چاہ رہا عالمین کے لیے رائی برابر بھی کمی کیا جانا۔

وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. آل عمران ۱۱۷

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ یعنی انسان بذات خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْن. الاعراف ۱۶۰

اور نہیں ظلم کر رہے ہم اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. التوبہ ۷۰

پس اللہ نے یہ قدر میں ہی نہیں کیا اللہ نے یہ قانون میں ہی نہیں کیا کہ اللہ ان کے لیے ظلم کرے اور لیکن یہ طے شدہ ہے یہ اللہ کے قانون میں ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں اپنے لیے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْن. یونس ۴۴

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی جو وجود تمہیں نظر آ رہا ہے جس کیساتھ تم دشمنی کر رہے ہو یہ تھا اللہ، نہ کہ وہ اللہ ہے جسے تم اللہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہو جس کا کوئی وجود ہی نہیں، اللہ لوگوں کی کسی ایک بھی شئے میں رائی برابر بھی کمی نہیں کر رہا اور لیکن لوگ خود ہی ہیں کہ اپنے لیے اپنی اشیاء میں ظلم کر رہے ہیں یعنی کمیاں کر رہے ہیں انہیں خراب کر رہے ہیں تباہ برباد کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُم. ھود ۱۰۱

اور جو ظلم ہو رہا ہے ہم ظلم نہیں کر رہے اور لیکن یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں یعنی فطرت ظلم نہیں کر رہی بلکہ انسان خود ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. النحل ۳۳

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُ وْن. النحل ۳۴

پس انہیں مصیبتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، بے چینیوں نے آ لیا جو یہ برے اعمال کر رہے ہیں جن کے کرنے سے منع کیا تھا جن سے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ میزان میں خسارہ ہوتا ہے اور ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب انہیں ہر طرف سے آ گھیرا ان کے اعمال کے رد اعمال

نے جواس سے استہزا کر رہے ہیں یعنی ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود یہ حق کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں اِدھر سے سنتے ہیں اُدھر سے نکال دیتے ہیں انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ان کے اعمال کے ردِ اعمال ان کے سامنے آ گئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود بھی وہی کر رہے ہیں بجائے یہ کہ باز آ جاتے اللہ کے شریک بنتے ہوئے اس کی آیات یعنی مخلوقات میں پنگے لیتے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں منع کیا جاتا تھا سمجھایا جاتا تھا کہ اس کے ردِعمل میں دنیا میں ہر طرف سے تباہیاں آئیں گے تو بات ماننے کی بجائے ہوا میں اڑا رہے ہیں اور الٹا اس کے برعکس اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کے دفاع میں کسی بھی حد تک جا رہے ہیں حق کیخلاف دشمنی میں کسی بھی حد تک جا رہے ہیں۔

اب جب کہ یہ بات بالکل واضح ہو چکی کہ اللہ ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اللہ رائی برابر بھی ظلم چاہتا ہے کسی ایک بھی مخلوق کے لیے تو پھر ایسا کیسے ممکن ہے کہ الوحوش کو حشرت کرنے والا اللہ ہو؟ ایسا ممکن ہی نہیں اگر اللہ نے ہی الوحوش کو حشرت کرنا ہوتا یعنی دابۃ الارض کو خلق کر کے زمین میں ہر طرف فساد کرنے پر لگانا ہوتا تو اللہ یہ کام انسانوں کو زمین پر لانے سے پہلے کرتا تو کیا ایسا ہوا؟

اور پھر اللہ ایسا کرے گا بھی کیوں؟ کیونکہ اللہ کے لیے تو ہے ہی حمد، اللہ تو سبحان ہے، اللہ تو احسن الخالقین ہے وہ عیب دار خلق ہی کیوں کرے گا؟ اس لیے الوحوش کو انسان نے حشرت کرنا تھا نہ کہ اللہ نے۔

الوحوش یعنی عجیب الخلقت مخلوقات جو محمد علیہ السلام کے دور میں اور آج سے کچھ ہی عرصہ پہلے کوئی وجود نہیں رکھتی تھیں اور آج موجود ہیں اور ہر طرف موجود ہیں جو بہت مشہور و معروف ہیں اتنی واضح ہیں جیسے دن کے وقت سورج جسے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ یعنی سورج اتنا واضح ہوتا ہے لیکن وہ دیکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح آج وہ الوحش دھندناتے پھر رہے ہیں لیکن کسی کو نظر نہیں آ رہے اور اللہ کی زمین پر ہر شئے میں تباہی مچا رہے ہیں اور مومن اللہ کے غلام اس شیر کی طرح بے بس نظر آ رہے ہیں۔

تصاویر کی زبان میں۔

اللہ کا دابہ اللہ کا غلام اور اللہ کے مقابلے پر انسان کا دابہ الوحش جو تباہی مچا رہا ہے اور زمین کے کانپنے کا سبب بن رہا ہے طرح طرح کی تباہیوں کا سبب بن رہا ہے۔

تصاویر میں نظر آنے والی مشینوں سمیت باقی جتنی بھی مشینیں ہیں جن میں ہر قسم کی گاڑیاں بھی ہیں یہ تمام وہ الوحوش ہیں جن کا نہ صرف قرآن میں بھی ذکر ہے بلکہ محمد علیہ السلام نے ان کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا اور محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج مومن دابۃ الارض کے سامنے ان الوحوش کے سامنے بالکل بے بس ہیں۔ ان الوحوش نے جو کہ دابۃ الارض ہے نے اللہ کی بنائی ہوئی اس عمارت زمین کو ہر طرف سے اتنا کھوکھلا کر دیا کہ یہ عمارت آج ہر طرف سے گر رہی ہے۔ زلزلے، سیلاب، طوفان، بیماریاں، زمین کا دھنسنا، مصائب، تکالیف، جنگ و جدل سمیت ہر طریقے اور ہر طرف سے اللہ کی عمارت گر رہی ہے اور مومن اس شیر کی طرح بے بس ہے جو ان الوحوش کے درمیان لا کر چھوڑ دیا گیا اور عمارت کا دروازہ بند کر دیا گیا اگر کوئی مومن ہو تو اسے اس کا بخوبی ادراک ہے۔

یہ تھا دابۃ الارض یہ اس وقت نکلنا تھا جب قول واقع ہونا تھا اللہ نے اپنا سارا دابہ پانی سے خلق کیا اور یہ دابہ جس مواد سے بنا وہ سب کا سب زمین سے نکلا ہے۔ لوہا ہو یا تانبہ، تیل ہو یا پلاسٹک، پینٹ ہو یا باقی اس کے علاوہ جو مواد بھی ہے یہ سب کا سب زمین سے نکلا جس سے یہ دابہ خلق ہوا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتی ہے کہ یہ وہ دابہ نہیں۔

اللہ نے قرآن میں دابۃ الارض کا نکلنا الساعت کی آخری شرط دخانٍ سے پہلے بتایا ہے اور محمد علیہ السلام نے بھی کہا کہ جب دابۃ الارض نکل آئے گا تب وقت ختم ہو جائے گا۔ آج جب دابۃ الارض نکل چکا جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ کر چکا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ ابھی تک الدجّال کے انتظار میں ہیں، اس سے بھی پہلے طلوع الشّمس من مغربھا کے انتظار میں ہیں، یاجوج اور ماجوج کے انتظار میں ہیں یا ان کے علاوہ جتنی بھی علامات و اشراط الساعت ہیں جنہیں دابۃ الارض سے پہلے وقوع پذیر ہونا تھا جب دابۃ الارض بھی نکل آیا نہ صرف نکل آیا بلکہ جو کرنا تھا وہ سب کا سب بھی کر چکا تو پھر یہ لوگ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا یہ سب کا سب دابۃ الارض کے بعد آنا تھا؟ اگر تو جس جس کا بھی انتظار کر رہے ہیں وہ سب کا سب دابۃ الارض کے بعد آنا تھا تو پھر بلا شک و شبہ انتظار کرو ان کا لیکن اگر ان سب نے دابۃ الارض سے پہلے نکلنا تھا تو پھر کس کا انتظار کر رہے ہو جبکہ دابۃ الارض نہ صرف نکل چکا بلکہ جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ بھی کر چکا اور دابۃ الارض کے بعد تو صرف اور صرف الساعت کی دو علامات اور انہی میں سے ایک شرط بچتی ہے۔ شرط دخانٍ ہیں جو کہ علامت بھی ہے اور سب سے آخر پر اللہ کے رسول عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت۔

چور چوری کر کے نہیں مانتا کہ اس نے چوری کی کہ وہ چور ہے بالکل اسی طرح جو یاجوج اور ماجوج ہیں وہ خود کیسے مان لیں گے کہ یاجوج اور ماجوج کھل چکے۔ اے دنیا کے لوگو! آنکھیں کھول لو الساعت تمہارے سر پر آ چکی ہے اور اس سے بھی پہلے آج میری موجودگی میں تم اپنی آنکھوں سے عنقریب القارعہ یعنی تباہ کن عالمی ایٹمی جنگ کو دیکھو گے جو سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل جاری رہے گی اور کفر کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس میں ماری جائے گی اور اس کے بعد الساعت کے سوا کچھ نہیں آنے والا۔

مجھے اس بات کا علم ہے کہ بہت ہی کم ایسے ہوں گے جو اس دعوت کو تسلیم کرنے والے ہیں کیونکہ اللہ نے مجھ پر پہلے ہی یہ واضح کر دیا کہ جب کسی قوم پر قول حق ہو جاتا ہے تو اکثریت کفر و تکذیب کرتی ہے۔ نوح کے وقت بھی ایسا ہی ہوا اور وہی سنت ان کے بعد والی قوموں نے بھی اپنائی سو ان کا انجام کیسا ہوا؟ آج بھی اکثریت اسی سنت کو اختیار کرے گی۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری اکثریت میری باتوں کا مذاق اڑائے گی، تم لوگ مجھے پاگل، دیوانہ، مجنون کہو گے اور اپنے تیروں کا رخ میری طرف کرو گے اور دشمنی کا پورا پورا حق ادا کرو گے، مجھے گالیاں دو گے، مجھ پر الزامات لگاؤ گے، میرے خلاف ہر حد تک جاؤ گے لیکن یاد رکھو تمہارا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو تمہارے آباؤاجداد آل فرعون اور جو ان سے پہلے تھے ان کا ہوا، جو آج تم کر رہے ہو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ یہ سنت تو پہلے کئی بار گزر چکی تو کیا پہلے ایک بار بھی نتیجہ کوئی مختلف آیا؟ نہیں نا! تو پھر تمہارا انجام بھی تمہارے آباؤاجداد انہیں قوموں کی مثل ہوگا جو عنقریب تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ مجھے اللہ نے بھیجا ہی اسی لیے ہے اور میری زندگی کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ پوری دنیا کے تمام انسانوں اور بالخصوص اپنی قوم پر حق ہر لحاظ سے کھول دوں اس سے پہلے کہ عذاب آ جائے جو کہ اب ٹلنے والا نہیں ہے۔ اے کفر کرنے والو انتظار کرو عنقریب تمہاری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی یہ میرے ربّ اللہ کا وعدہ ہے بے شک میرا ربّ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اگر تم نہیں مانتے اور تکذیب ہی کرتے ہو، حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی تم اپنے باطل و بے بنیاد عقائد و نظریات کا ہی انتظار

کرتے ہو کہ ابھی الساعت کی اشراط نے آنا ہے تو پھر ایسا کرو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں، دیکھتے ہیں کس کا انتظار سچ ثابت ہوتا ہے، وہ آتا ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو یا پھر صرف اور صرف وہ آتا ہے جس سے میں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں جس کا میں انتظار کر رہا ہوں، سو انتظار کرو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں اور جان لو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد تم مانو گے لیکن تب تمہارا ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا تب تمہارا ماننا تمہارے آباؤ اجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام و آل فرعون کی مثل ہوگا۔

جان لو حق نہ صرف آچکا بلکہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور باطل کو بنیاد سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا دنیا کی کوئی بھی طاقت حق کا رد نہیں کر سکتی اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی ہاں البتہ تم لوگ صرف ایک ہی کام کر سکتے ہو اور وہ ہے کتوں کی طرح بھونکنا، کاٹنے کو دوڑنا، منہ سے جھاگ نکالنا سو تم لوگ یہی کرو گے اور پھر بالآخر ذلت آمیز انجام سے دوچار کیے جاؤ گے جو کہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آکھڑا ہے۔

الدخانٍ

الدخانٍ کے بارے میں آپ نے یہ بات عام سنی ہوگی کہ قیامت سے پہلے ایک دھواں ظاہر ہوگا جو پوری دنیا میں پھیل جائے گا یہ قیامت کی سب سے آخری نشانیوں میں سے ہوگا۔ حقیقت کیا ہے اسے ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھول کھول کر آپ پر واضح کریں گے لیکن پیچھے آپ پر یہ بات واضح کی جا چکی کہ القیامت اور الساعت دو مختلف واقعات ہیں، القیامت اللہ لائے گا مگر الساعت انسانوں کے اپنے ہی مفسد اعمال کی وجہ سے آئے گی۔ الساعت وہ عظیم تباہی ہے جو انسانوں کے آسمانوں و زمین میں کیے گئے مفسد اعمال کے رد اعمال میں سے ایک عظیم رد عمل ہے یوں الساعت کے ذمہ دار بذات خود انسان ہوں گے۔ دخانٍ علامات و اشراط الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات میں آخر سے دوسری علامت اور اشراط الساعت میں سے سب سے آخری شرط ہے، حقیقت یہ ہے کہ علامات و اشراط الساعت میں دخانٍ وہ آخری علامت اور شرط ہیں جن کے بعد صرف الساعت کی ایک ہی علامت ہے جو کہ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہے اور اللہ کے رسول عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں القارعہ یعنی عالمی ایٹمی و ہائیڈروجن جنگ ہوگی جسے قرآن میں ایک پہلو سے القارعہ، دوسرے پہلو سے صیحۃً واحدۃً، تیسرے پہلو سے صاعقہ اور چوتھے پہلو سے مثل ایام الذین خلو من قبلھم کہا گیا جس سے احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھول کھول کر متنبہ کرنا ہے اور بالآخر انہی کی موجودگی میں جب ان کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہوں گے دشمنی کی انتہاء پر پہنچے ہوئے ہوں گے تو اس حالت میں کذب کرنے والوں کو آ اخذ کرے گی جس میں دنیا کی اسی فیصد آبادی ماری جائے گی اور شہروں کے شہر، ملکوں کے ملک صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے اور عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف اور صرف الساعت رہ جائے گی جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا ایسا زلزلہ کہ اگر اسے ہلاکتوں و تباہیوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے ہلاکتوں، تباہیوں و زلزلوں کی اہمیت و حیثیت بالکل ایسی ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے دخانِ کے بارے میں دو باتیں ذہن میں ہونا بہت ضروری ہیں ان میں پہلی بات یہ کہ دخانِ علامات الساعت میں سے ہے یعنی جب دخانِ کا ظہور ہو جائے گا تو یہ الساعت کے بالکل سر پر آ جانے کا اعلان واعلام ہوگا یعنی نہ صرف الساعت کے سر پر آنے کا اعلان ہوگا بلکہ الساعت کے سر پر آنے کا علم دیں گی کہ اب الساعت میں وقت بالکل ختم ہو چکا ہے اب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ دخانِ اشراط الساعت میں سے ہیں یعنی جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی ان وجوہات میں سے ایک بنیادی اور بڑی وجہ دخانِ ہیں جو کہ الساعت کی سب سے آخری شرط ہیں یعنی جن وجوہات کی بنا پر الساعت آئے گی الساعت جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال کی صورت میں آنے والی تباہیوں میں ایک عظیم تباہی ہوگی جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا اس کی وجوہات میں سے بڑی اور سب سے آخری وجہ دخانِ ہیں۔

اس سے پہلے کہ بات کریں دخانِ پر ہم ایک بات کھول کر واضح کر دینا چاہتے ہیں جیسا کہ پیچھے الساعت کی علامات واشراط کو ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا اور آپ یہ بات جان چکے کہ اس سے پہلے ان تمام کی تمام علامات واشراط الساعت کے بارے میں کیسی کیسی دیو مالائی کہانیاں گھڑ کر پھیلا دی گئی تھیں جو اتنی زبان زد عام ہو گئیں کہ حق بالکل چھپ کر رہ گیا بالکل عین اسی طرح الساعت کی اس علامت وشرط یعنی دخانِ کے بارے میں بھی کیا گیا۔ آج تک یہ پھیلا دیا گیا کہ قیامت کے قریب ایک دھواں ظاہر ہوگا جو کہ اچانک آسمان سے کہیں سے آئے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف پھیل جائے گا لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جس کا اس کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہونا قدر میں ہی نہیں کیا اور جو قدر میں کیا ہی نہیں گیا اس کا ہونا کسی بھی صورت ممکن نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ دخانِ الساعت کی اشراط میں سے ہیں یعنی جن وجوہات کی بنا پر الساعت جو کہ عظیم تباہی ہوگی آئے گی ان وجوہات میں سے ایک بڑی اور آخری وجہ دخانِ ہیں۔ الساعت جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی، خوشحالی اور انسانیت کی خدمت کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی تباہیوں میں عظیم تباہی ہوگی تو ظاہر ہے دخانِ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ظاہر ہوں گی جو کہ عظیم تباہی کا سبب بنیں گی جس میں کوئی ایک بھی انسان زندہ نہیں بچے گا جو دخانِ کے ذمہ دار انسان ہوں گے نہ کہ اللہ، دخانِ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے اصلاح کے نام پر مفسد اعمال کا سبب ہوں گی۔

اس لیے یہ کہنا کہ دخانِ ایک دھواں ہے جو اچانک آسمان سے کہیں ظاہر ہوگا جسے اللہ ظاہر کرے گا نہ صرف یہ بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اللہ پر عظیم افتراء ہے اور تیسری بات یہ کہ ایسی صورت میں دخانِ الساعت کی اشراط میں سے ثابت ہی نہیں ہوتیں، یوں یہ کہنا کہ دخانِ ایک دھواں ہوگا جسے اللہ اچانک آسمان سے ظاہر کرے گا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل جائے گا یہ عقیدہ ونظریہ بالکل بے بنیاد باطل اور دیو مالائی کہانی ثابت ہو جاتا ہے جو مجرمین کی طرف سے گھڑ کر آج تک پھیلایا جاتا رہا۔

دخان عربی میں دھویں کو نہیں بلکہ گیس کو کہا جاتا ہے اور پھر الساعت کی علامات واشراط میں سب سے آخری شرط دخان نہیں ہے بلکہ دخانِ ہیں یعنی دخان کے ''نِ'' کے نیچے دو زیریں ہیں جیسا کہ قرآن کی درج ذیل آیت میں آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. الدخان ۱۰

دخان کے ''ن'' کے نیچے دو زیریں ہیں ''دخانِ'' جیسا کہ پیچھے واضح کیا جا چکا اور آگے چل کر بھی مکمل تفصیل کیساتھ واضح کیا جائے گا کہ زبر کا استعمال ماضی میں لے جاتا ہے، زیر کا استعمال مستقبل میں، پیش کا استعمال حال میں، دو زبر کا استعمال جتنا پیچھے سے پیچھے لے جایا جا سکتا ہے یعنی سکڑ پن پیدا کرتا ہے جتنا سکیڑا جا سکتا ہے اور اس کے برعکس دو زیروں کا استعمال وسعت لاتا ہے پھیلاؤ لاتا ہے یعنی جتنا آگے سے آگے جایا جا سکتا اور دو پیش کا استعمال شئے کی مکمل مدت حیات کا اظہار کرتی ہیں۔

اس آیت میں ''دخانِ'' آیا ہے جس کے معنی بنتے ہیں دخان میں جتنا پھیلاؤ آ سکتا ہے جتنا آگے سے آگے لے جایا جا سکتا ہے، دخان کا معنی ہے گیس اور دخانِ کے معنی ہیں جتنی بھی گیسیں ہو سکتی ہیں یعنی بہت زیادہ گیسیں، طرح طرح کی گیسیں۔ یوں آج تک مذہبی طبقے کی طرف سے دیا جانے والا دھوکہ بھی

چاک ہوجاتا ہے کہ جسے آج تک دھواں دھواں کہا جاتا رہا اور عام کردیا گیا وہ دھواں نہیں دھواں تو واحد ہے بلکہ دخانٍ جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی وہ ایک سے زائد گیسیں یعنی جتنی گیسیں ہوسکتی ہیں بہت زیادہ گیسیں۔

پھراس کے علاوہ آج تک یہ بات نہیں بتائی گئی کہ اس کی وجہ کیا ہوگی؟ یعنی آج تک یہ تو کہا جاتا ہے کہ دھواں ظاہر ہوگا لیکن آج تک کسی نے یہ نہیں واضح کیا کہ آخراس دھویں کی وجوہات کیا ہوں گی وہ کیسے ظاہر ہوگا؟ کیسے وجود میں آئے گا؟

کیوں کہ آسمانوں وزمین یعنی زمین اوراس کے گردگیسوں کی سات تہوں جنہیں آپ سات آسمان کہتے ہیں جو کہ زمین کے سات طباق ہیں ان میں یہ اٹل حقیقت ہے کہ ہرعمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے اور ہرعمل کا ردعمل بھی ضرور آتا ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھرعلامات واشراط الساعت میں سے ایک دخانٍ کیا عمل ہوں گی؟ اگرعمل ہوں گی تو کن کا عمل ہوں گی؟ اور پھران کے پیچھے وجہ کیا ہوگی؟ اوراگرعمل کی بجائے ردعمل ہوں گی تو پھرکس عمل یا کن اعمال کا ردعمل ہوں گی؟ وہ کون سے اعمال ہوں گے جن کے رداعمال کی صورت میں دخانٍ یعنی گیسیں ظاہر ہوں گی کہ آسمان ان سے بھرجائے گا اوران کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیونکہ ظاہر ہے اللہ تو ان کا ذمہ دار ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ اللہ کے لیے تو ہے ہی حمد وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جس میں رائی برابر بھی کوئی عیب، خامی وخرابی یا نقص وغیرہ ہو، اللہ ہے ہی سبحان وہ ایسا کوئی بھی کام کرنے سے پاک ہے جس میں رائی برابر بھی کوئی عیب ہو، آپ یہ بھی جان چکے کہ اللہ نے قرآن میں بار بار کہا کہ اللہ ظلم نہیں کررہا یہ جو بھی ظلم ہورہا ہے یا انسان جس بھی ظلم کا شکار ہیں یہ ان کے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا دھرا ہے اس لیے دخانٍ جو کہ ظلم عظیم ہوں گی وہ اللہ کا کام نہیں ہے۔

جب یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ کسی بھی صورت نہ تو اللہ دخانٍ کا ذمہ دار ہوگا اور نہ ہی اللہ کا کام ہوگا تو پھرانسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں نے ملاؤں نے آج تک ان سوالات کو واضح کیوں نہ کیا ان کے جوابات کیوں نہ دیئے؟ جواب دینا تو دور کی بات الٹا ان سب کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرایا جاتا رہا اور آج بھی اندھے کے اندھے ہیں آج بھی ان کا ذمہ دار اللہ کو ہی ٹھہرا رہے ہیں جو کہ اللہ پر بہتان عظیم ہے جو کہ مجرمین اللہ پر افتراء کر رہے ہیں۔

آج تک اس پہلو کو چھپایا گیا، ہمارا یہاں نہ صرف آپ لوگوں سے سوال ہے بلکہ اس طبقے سے بھی یہ سوال ہے جو دین کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے کہ آخر آج تک ان سوالات کے جوابات کیوں نہ دیئے گئے؟ کیا اس کی وجہ صرف اور صرف یہی نہیں ہے کہ دین کے ٹھیکیدار طبقے کے پاس ان سوالات کے جوابات ہی نہ تھے اور اپنی دکانداری کے بند ہونے کے خوف سے ان لوگوں نے اللہ پر افتراء کرتے ہوئے اللہ کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے ان تمام کے تمام سوالات کو سرے سے ہی غائب کردیا؟ اور پھراس اتنے اہم موضوع کو بھی باقی اہم اور حساس ترین موضوعات کی طرح دیومالائی کہانی بنا کراتنا پھیلایا گیا کہ حق کو مکمل طور پر چھپا کررکھ دیا۔

ہم ان سوالات سمیت باقی جتنے بھی سوالات پیدا ہوتے ہیں ہرسوال کو ہرلحاظ سے اور ہر پہلو سے اس طرح کھول کھول کرواضح کریں گے کہ کسی کے لیے بھی حق کو سمجھنا رائی برابر بھی مشکل نہ رہے اور ہرخاص وعام کے لیے حجت ثابت ہوجائے۔ اب آتے ہیں موضوع کی طرف اور سب سے پہلے یہ جان لیتے ہیں کہ دخانٍ کے معنی کیا ہیں دخانٍ کیا ہیں؟

دخان ''دخن'' سے ہے جس کے معنی ہیں گیس اور دخان گیسوں کے مرکب پر مشتمل گیس کو کہتے ہیں اور دخان کے ن کے نیچے دوزیریں آجائیں تو دخانٍ یعنی گیسوں کے مرکب کو توڑ دینے سے وجود میں آنے والی گیسیں بن جاتی ہیں۔

آسمانوں وزمین میں آپ کو جو کچھ بھی نظر آرہا ہے یہ سب کا سب گیسیں ہی ہیں یعنی آپ کو جو بھی مخلوقات نظر آرہی ہیں جیسے کہ درخت، چرند، پرند، پہاڑ، سمندر وغیرہ یہ سارے کا سارا مادہ گیسیں ہی ہیں جو کہ مادے کی صورت میں نظر آرہی ہیں خواہ وہ ٹھوس حالت میں یا پھر مائع حالت میں۔

آگے بڑھنے سے پہلے لازم ہے کہ آپ دخان کو ہرلحاظ سے اور ہر پہلو سے سمجھ لیں تاکہ آپ پرحق بالکل کھل کرواضح ہوجائے کہ الساعت کی علامات واشراط میں سے سب سے آخری شرط دخانٍ کیا ہیں اور آیا وہ آچکی ہیں یا پھرابھی نہیں۔ جب تک دخان کو صحیح سے سمجھ نہیں لیتے تب تک نہ صرف اس الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک دخانٍ کو نہیں پہچان سکیں گے بلکہ کسی کے لیے بھی آپ کو گمراہ کرنا یا پھرآپ کا گمراہ ہونا بہت آسان ہوگا۔

دخان کو سمجھنے کے لیے اللہ سے ہی سوال کرتے ہیں اور پھردیکھیں اللہ قرآن میں کس قدر صراحت کیساتھ کھول کرواضح کررہا ہے کہ دخان کیا ہیں جیسا کہ درج

ذیل آیت میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ . فصلت ۱۱

اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ سیارے کیسے وجود میں آتے ہیں اور وہ مکمل کیسے ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلے مکمل ہونا والا یہ سیارہ ہے جس پر آپ آباد ہیں اور اس آیت میں اللہ نے نہ صرف یہ بات بالکل کھول کر واضح کردی کہ آسمان جسے آپ خلا کہتے ہیں جو نہ صرف اس زمین کے گرد گیسوں کی سات تہیں ہیں ان سے باہر جو خلا ہے یہ سارا خلا گیسیں ہیں بلکہ یہ زمین جس پر آپ آباد ہیں یہ زمین بھی اپنی تخلیق سے قبل گیسیں ہی تھیں یہ زمین گیسوں سے خلق کی گئی۔ اور آپ خود بھی اگر غور وفکر کریں تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجائے گی کہ آسمان جو کہ خلا ہے یہ تو واقعتاً گیسیں ہی ہیں اور اسی طرح زمین بھی گیسوں سے ہی خلق ہوئی ہے یعنی آپ کو جو کچھ بھی نظر آرہا ہے جو کہ مادہ ہے خواہ وہ ٹھوس حالت میں ہے یا پھر مائع حالت میں ان میں غور وفکر کریں تو یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجائے گی کہ یہ سب بھی گیسوں کو مختلف کیمیائی عوامل سے گزار کر ہی وجود میں لایا گیا۔

یوں آپ پر نہ صرف یہ بات واضح ہوجائے گی بلکہ یہ اٹل حقیقت ہے یہ حق ہے کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ گیسوں سے ہی خلق کیا گیا بلکہ یہ قانون بھی واضح ہوجائے گا کہ جیسے جیسے درجہ حرارت کم ہوتا ہے تو گیسیں سکڑ کر منجمد ہوتی ہیں جو کہ مائع اور اسی سے ٹھوس حالت میں مادے کی صورت اختیار کرتی ہیں اور جیسے جیسے درجہ حرارت بڑھتا ہے تو وہ مادہ واپس مائع اور پھر گیسوں میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ درجہ حرارت کم ہونے پر گیسوں کے ذرات آپس میں جڑ کر مالیکیولز بانڈ کی شکل اختیار کرتے ہیں اور درجہ حرارت بڑھنے پر وہی مالیکیولز بانڈ ٹوٹ کر مادہ دوبارہ گیسوں میں تحلیل ہوجاتا ہے۔

یعنی درجہ حرارت جیسے جیسے کم ہوتا ہے تو گیسیں منجمد ہوکر مائع مادے کی حالت اختیار کرتی ہیں اور ان سے پھر ٹھوس مادہ وجود میں آتا ہے اور جیسے جیسے درجہ حرارت بڑھتا ہے تو وہی مادہ خواہ وہ ٹھوس حالت میں ہو یا مائع حالت میں اس کے مالیکیولز ٹوٹ کر دوبارہ ایٹمز میں بدل کر گیسوں کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ اور آپ خود اس کا مشاہدہ بھی کرسکتے ہیں۔ آپ ایک درخت کو کاٹیں تو درخت کی لکڑی مادہ ہے اب آپ اس لکڑی کو کیمیائی عمل سے گزاریں یعنی اسے آگ لگائیں تو کچھ ہی دیر میں وہ لکڑی غائب ہوجائے گی اور پیچھے محض تھوڑی سی راکھ بچ جائے گی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لکڑی کہاں گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لکڑی گیسوں سے وجود میں آئی تھی جو دوبارہ گیسوں میں تحلیل ہوکر فضا کا حصہ بن گئی تو اس سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ جسے آپ مادہ کہتے ہیں خواہ مائع حالت میں ہو یا ٹھوس وہ بنیادی طور پر گیسیں ہیں وہ گیسوں سے وجود میں آیا۔

اسی طرح آپ ایک اور مشاہدہ بھی کرسکتے ہیں آپ ایک برتن میں پانی لیں پھر اس برتن کو چولہے پر رکھ کر نیچے آگ جلادیں کچھ ہی دیر بعد برتن سے پانی غائب ہوجائے گا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پانی کہاں گیا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ پانی گیسوں سے وجود میں آیا تھا جو آگ پر رکھنے سے دوبارہ گیسوں میں تحلیل ہوکر فضا کا حصہ بن گیا۔

اسی طرح آپ اگر پانی کو مزید کم درجہ حرارت پر رکھیں تو وہ مائع سے ٹھوس حالت میں تبدیل ہوجائے گا جسے آپ برف کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ کسی برتن میں ٹھنڈا پانی بھریں اور اسے گرمی والی جگہ پر رکھ دیں تو دیکھتے ہی دیکھتے اس برتن کے بیرونی حصے میں پانی شبنم کے قطروں یا پسینے کی طرح نظر آنا شروع ہوجائے گا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ برتن کی بیرونی پرت پر پسینے کی طرح پانی کی تہہ کہاں سے وجود میں آگئی؟ جب غور کریں گے تو آپ پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ وہ پانی اسی فضا میں گیسوں کی صورت میں موجود تھا کم درجہ حرارت جو کہ ان گیسوں کا نقطہ انجماد تھا اس کی وجہ سے وہ گیسیں منجمد ہوکر پانی کی صورت اختیار کرگئیں۔

یہی مشاہدہ آپ کسی ایسی جگہ پر کرسکتے ہیں جہاں پانی بالکل بھی نہ ہو مثلاً آپ کسی ایسے صحرا میں موجود ہوں جہاں دور دور تک پانی کا نام ونشان بھی نہ ہو تو وہاں اگر آپ کے پاس ایک عدد پنکھا اور ایک عدد ایسا برتن ہو جس کے اندر ٹھنڈک ہو یعنی درجہ حرارت انتہائی کم ہو۔ اس پنکھے کو برتن کے اوپر اس طرح فٹ کریں کہ وہ باہر سے ہوا کو برتن کے اندر دھکیلتا رہے، اندر کم درجہ حرارت ہونے کی وجہ سے وہ ہوا منجمد ہوکر پانی کی صورت اختیار کرتی رہے گی یوں کچھ ہی وقت میں آپ پینے کے لیے بالکل صاف پانی حاصل کرسکتے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں پانی کا قطرہ تک تو دور پانی کا تصور تک بھی نہیں تھا وہاں وہ پانی آپ کے برتن میں کہاں سے آگیا؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے پانی گیسوں سے وجود میں آتا ہے اور جو خلا آپ کو نظر آرہا ہے یہ گیسیں ہی تو ہیں اور جب ان

گیسوں کو کیمیائی عوامل سے گزارا گیا تو وہ منجمد ہو کر پانی کی صورت اختیار کر گئیں۔
یوں آپ پر یہ بات اب تک بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہ سب گیسوں سے ہی وجود میں آیا یہ سب گیسوں سے خلق کیا گیا اسی کا اللہ نے قرآن کی اس آیت میں بھی ذکر کیا۔
ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ . فصلت ۱۱

کل کائنات میں بنیادی طور پر صرف اور صرف دو ہی گیسیں موجود ہیں ان میں سے ایک ایسی گیس ہے جو لاتعداد گیسوں کا مجموعہ ہے اور دوسری صرف ایک ہی گیس اور یہ دونوں گیسیں نظر نہ آنے والی ہیں۔ جب یہ دونوں گیسیں آپس میں ملتی ہیں تو ان میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوتے ہیں یعنی ان کے آپس میں اختلاط سے ان میں آگ بھڑکتی ہے جس سے ان میں سے مزید کئی اقسام کی گیسیں خارج ہوتی ہیں اس کے بعد خلا میں وہ خارج ہونے والی گیسیں آپس میں ملتی ہیں آپس میں ملنے سے وہ مائع کی شکل اختیار کرتے ہی آگ بن جاتی ہیں جسے ستارہ یا سورج کہا جاتا ہے وہ آگ کا گولہ اس وقت تک جلتا ہے جب تک کہ اس میں موجود تمام گیسیں الگ الگ ہو کر فضا میں بکھر نہیں جاتیں اس دوران ستارے پر جھاگ کی تہہ وجود میں آتی ہے جس سے کچھ ستارے سیاروں میں بدل جاتے ہیں اور کچھ اوپر جھاگ کی تہہ سخت ہونے پر گیسوں کا اخراج نہ ہونے کی وجہ سے دھماکے سے پھٹ کر بجھ جاتے ہیں ان کے پھٹنے سے ان میں وجود میں آنے والا مادہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پھٹنے سے جو رفتار پیدا ہوتی ہے اسی رفتار سے وہ ٹکڑے یعنی شہابیے خلا میں تیرنا شروع کر دیتے ہیں۔
جو ستارے یعنی سورج پھٹتے نہیں بلکہ جھاگ کی تہہ جم کر چٹانی تہہ وجود میں آجانے سے سیارے میں بدل جاتے ہیں وہ خلا میں موجود تیرنے والے سیارچوں کو وقتاً فوقتاً اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں یوں ان پر مختلف سیارچوں کی بارش ہوتی رہتی ہے ایک بار جب بارش ہوتی ہے تو اس کے بعد اس سیارے میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوتے ہیں یعنی جیسے خام مال لا کر جب تک اسے استعمال نہیں کر لیا جاتا مزید اگلا مال نہیں منگوایا جاتا بالکل اسی طرح جب تک سیارے پر ہونے والی شہابیوں کی بارش والا مواد اس سیارے پر آکر اپنے کیمیائی عوامل مکمل نہیں کر لیتا تب تک اگلے مرحلے کے لیے بارش نہیں ہوتی اس طرح مختلف مواد والے شہابیوں کی بارش ہوتی رہتی ہے اور کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک سیارہ بالکل مکمل ہو جاتا۔
جب مختلف شہابیوں کی بارشیں ہوتی ہیں تو ان میں سے آخری چار اقسام کے شہابیے اس مواد پر مشتمل ہوتے ہیں جس مواد سے اس سیارے پر حیات کو وجود میں لا کر نظام چلایا جاتا ہے یعنی آخری چار اقسام کے شہابیے زمین کے عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں۔
جب کئی اقسام کے شہابیوں کی بارشیں ہوتی ہیں اور خلا میں تیرنے والے شہابیے سیارے پر آ کر گرتے ہیں یعنی صرررر ہوتے ہیں تو سیارے پر صرررر ہونے کے بعد کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں جس کی وجہ سے گیسیں خارج ہوتی ہیں جو سیارے کے گرد جمع ہوتی رہتی ہیں یوں جب سیارہ مکمل ہو جاتا ہے تو سیارے کے گرد گیسوں کے مرکب کا ایک حصار وجود میں آ چکا ہوتا ہے اس کے بعد سورج کے وجود میں آنے سے سورج سے خارج ہونے والی توانائی جب ان گیسوں کے مرکب میں داخل ہوتی ہے تو ان گیسوں کیساتھ اختلاط سے ان میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں یوں نہ صرف گیسوں کا مرکب تہہ در تہہ سات تہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اس کے گرد گیسوں کے سات تہہ در تہہ آسمانوں کا پیچیدہ ترین ایسا حصار قائم ہو جاتا ہے جو زمین کے نہ صرف لباس کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ زمین کو لاتعداد آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے جو زمین پر حیات کی بقاء کی ضمانت ہوتا ہے۔
آخری چار مراحل میں آنے والے شہابیوں سے خارج ہونے والی گیسوں سے آکسیجن وہائیڈروجن کے سب اٹامک پارٹیکلز یعنی ذرے سے بھی چھوٹے ذرات مل کر آکسیجن وہائیڈروجن گیسوں کی شکل اختیار کرتے ہیں ان کے آپس میں اختلاط سے بارشیں ہوتی ہیں جو بہت لمبے عرصے تک جاری رہتی ہیں اور اس کے نتیجے میں پانی اونچی جگہوں سے گہری جگہوں کی طرف سفر کرتا ہے جس سے نہ صرف زمین کا کٹاؤ ہو کر نہریں ودریا وجود میں آجاتے ہیں بلکہ گہری جگہوں میں پانی کے جمع ہونے سے سمندر وجود میں آجاتے ہیں یوں یہ زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہیں نہ صرف وجود میں آئیں بلکہ یہ وجود میں آنے سے پہلے گیسیں تھیں۔

اور آخر میں پانی سے ہی زمین پر حیات یعنی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور پانی پر ہی نظام حیات چلتا ہے جو اس وقت زمین پر نظام حیات پانی پر چل رہا ہے۔
اب تک آپ پر یہ بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ آسمان یعنی زمین کے گرد جو سات تہیں ہیں وہ تو ہیں ہی گیسیں اور یہ زمین اور جو کچھ بھی آپ کو نظر آرہا ہے جسے

آپ مادہ کہتے ہیں خواہ ٹھوس حالت میں ہو یا مائع حالت میں یہ سب کا سب گیسوں سے ہی وجود میں آیا۔
اور آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں کہ جیسے جیسے درجہ حرارت کم ہوتا ہے گیسیں منجمد ہو کر مادے کی صورت اختیار کرتی ہیں اور جیسے جیسے درجہ حرارت بڑھتا ہے تو مادے کے مرکبات یعنی مالیکیولز ٹوٹ کر گیسوں میں بدلتا ہے۔
پیچھے ایک سے زائد بار یہ بھی آپ پر ہر پہلو سے ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان میں توازن قائم کیا ان میں میزان قائم کیا۔
آسمانوں وزمین میں جب بھی کوئی کیمیائی عمل وقوع پذیر ہوتا ہے تو لامحالہ گیسیں ضرور خارج ہوتی ہیں لیکن اللہ نے یہ سب ایسے خلق کیا کہ ان میں بہترین میزان یعنی توازن قائم کر دیا۔ زمین میں جو بھی کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوتے ہیں ان سے خارج ہونے والی گیسیں یعنی جسے آپ فضلہ کہہ سکتے ہیں وہ دوسری مخلوقات کی خوراک بنا دی اور پھر اتنی ہی گیسیں خارج ہوتی ہیں جو مخلوقات کی ضرورت ہوتی ہیں نہ ہی کم اور نہ ہی زیادہ یہاں تک کہ رائی برابر بھی کم یا زیادہ خارج نہیں ہوتیں جس سے اللہ کا قائم کردہ میزان برقرار رہتا ہے اور ہر مخلوق ہر لحاظ سے محفوظ اور سلامت رہتی ہے جس سے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ توازن قائم رہتا ہے اس میں خسارہ نہیں ہوتا۔
مثلاً آپ جانتے ہیں کہ درخت آکسیجن خارج کرتے ہیں اور درختوں کے برعکس بشر کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں اللہ نے ایسا بہترین توازن قائم کیا کہ جب تک آسمانوں وزمین فطرت پر رہیں تب تک درخت اتنی ہی آکسیجن خارج کریں گے جتنی بشر سمیت باقی مخلوقات کی ضرورت ہے وہ نہ ہی رائی برابر بھی کم اور نہ ہی رائی برابر زیادہ خارج کرتے ہیں اسی طرح بشر اتنی ہی کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں جتنی درختوں سمیت باقی مخلوقات کی ضرورت ہے نہ ہی رائی برابر کم اور نہ ہی رائی برابر زیادہ خارج کرتے ہیں۔
آپ آسمانوں وزمین میں غور وفکر کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تمام کی تمام مخلوقات نہ صرف فضلہ خارج کرتی ہیں بلکہ وہ اصل میں فضلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسری مخلوقات کی ضرورت ہوتی ہیں یوں اگر یہ کہیں کہ آسمانوں وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ ایک دوسرے کا رزق خلق کرنے کی مشینیں ہیں تو یہ بات غلط نہ ہوگی بلکہ یہی حق ہے۔
اب جب یہ سب حقائق آپ پر واضح ہو چکے ہیں تو پھر ذرا غور کریں اگر انسان آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے ان میں پنگے لیتا ہے ان میں تبدیلیاں کرتا ہے خود سے خالق بن بیٹھتا ہے مخلوقات کو کیمیائی عوامل سے گزارتا ہے جدیدیت اور ترقی کے نام پر ایجادات کرتا ہے تو کیا جن گیسیوں سے آسمانوں وزمین کو خلق کیا گیا وہ گیسیں خارج نہیں ہوں گی؟
ظاہر ہے جب خود سے خلق کیا جائے گا تو گیسیں تو خارج ہوں گی اور پھر ان گیسوں کو کہاں ٹھکانے لگایا جائے گا؟ ظاہر ہے ان گیسوں کا کوئی بندوبست انسان کے پاس نہیں ہے تو پھر یہ بات بھی اٹل حقیقت ہے ایسی صورت میں انسان کے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسیں فضا میں بھر جائیں گی جو کہ آسمانوں وزمین میں اللہ کا قائم کردہ توازن بگاڑ کر رکھ دیں گے یعنی آسمانوں وزمین میں فساد ہوگا جو طرح طرح کی تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔
یہ ہیں الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک دخانٍ یعنی گیسیں۔ یہ ایسا حق ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔
آپ پیچھے بار بار یہ بات جان چکے ہیں کہ یہی بات اللہ نے قرآن میں بھی بار بار کہی کہ اللہ نے آسمانوں وزمین میں المیزان وضع کیا اور جان لو اللہ کی ہدایات کے خلاف کوئی ایک بھی عمل میزان میں نہ کرو ورنہ میزان میں خسارہ ہو کر تباہیاں آئیں گی اور اگر اصلاح نہ کی گئی یعنی اپنے مفسد اعمال کو ترک نہ کیا گیا تو یہ تباہیاں بڑھتے بڑھتے بالآخر عظیم تباہی آئے گی جس میں کوئی ایک بھی انسان زندہ نہیں بچے گا سب کے سب صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے جسے الساعت کہا۔
پیچھے ہر پہلو سے اور ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے، فطرت میں تبدیلیاں کرنے سے بہت ہی سختی سے منع کیا تھا کیونکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو اللہ کا قائم کردہ توازن بگڑ جائے گا یوں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔ اللہ نے کہا تھا کہ ان میں چھیڑ چھاڑ نہ کرنا صرف اور صرف اللہ پر ہی توکل کرنا یعنی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خود کو فطرت کا ہی محتاج بنانا جو دائرے یعنی جو حدود لگا دیں ان حدود سے تجاوز مت کرنا ورنہ

آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا کیونکہ اگر تم خود سے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر کے اپنے ضروریات خلق کرنے کی کوشش کرو گے تو جان لو ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے تمہارے اعمال سے خارج ہونے والی گیسوں کا تم کیا کرو گے؟ کیونکہ تم یہ بات تو جان چکے ہو کہ یہ سب گیسوں سے خلق کیا گیا اور اگر ان میں چھیڑ چھاڑ کی گئی تو پھر طرح طرح کی گیسیں خارج ہوں گی اور تم پر یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ تمام کی تمام مخلوقات کی ضروریات، ان کی مقدار اور ان کا معیار الگ الگ ہے ایک شئے اگر کسی مخلوق کی خوراک ہے تو وہی شئے دوسری مخلوق کے لیے زہر قاتل ہے جب تم فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اس میں تبدیلیاں کرو گے تو پھر خارج ہونے والی گیسوں کا کیا کرو گے؟ کیا پھر توازن قائم رہے گا؟ ہرگز نہیں۔

کیا پھر ان گیسوں سے سب کچھ درہم برہم نہیں ہو جائے گا؟ بالکل سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

کیا پھر ان کی وجہ سے تمہیں لاتعداد طرح طرح کی بیماریوں اور اموات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا؟ بالکل ان سب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

کیا موسموں کا نظام درہم برہم نہیں ہو جائے گا؟ جس سے زمین کا اگانے کا نظام درہم برہم، پانی کا نظام درہم برہم تو کیا زمین میں ہر سطح پر خرابیاں اور بالآخر تباہیاں ظاہر نہیں ہوں گی؟ بالکل یہ سب ہوگا۔

جب تم اللہ کے اس قول کے خلاف وہی سب کرو گے جس سے منع کیا گیا تو پھر یہ آسمان یعنی یہ فضا جس میں تم سانس لیتے ہو یہ طرح طرح کی گیسوں سے بھر جائے گی اور پھر یہ دخانٍ تمہیں ڈھانپ لیں گی یعنی یہ گیسیں اس طرح فضا میں بھر جائیں گی جیسے رات کو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے اندھیرا تو نظر آتا ہے لیکن یہ گیسیں عام بشری آنکھ سے نظر نہیں آتیں سوائے چند ایک گیسوں کے اس لیے فضا ہر طرف سے گیسوں سے بھر جائے گی بالکل ایسے ہی جیسے اندھیرا چھا جاتا ہے لیکن تمہیں نظر نہیں آئیں گی جب ایسا ہوگا تو یہ عذاب الیم بن جائے گا یعنی تمہارے اپنے مفسد اعمال کے انتہائی نقصان دہ اور تباہ کن رد اعمال کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا ان دخانٍ کی وجہ سے جو کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے جرائم مفسد اعمال کے رد اعمال تمہارے لیے بطور سزا ہوں گے۔

اب آپ غور و فکر کریں آج دنیا کے حالات دیکھیں تو کیا آج دنیا فطرت پر ہے یا پھر فطرت کو بدل دیا گیا؟ تو حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ آج کچھ بھی فطرت پر نہیں چھوڑا گیا، آج انسان فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں، اللہ کے شریک بنے ہوئے ہیں خالق بنے ہوئے ہیں، ہر وہ عمل کر رہے ہیں جس سے اللہ نے منع کیا تھا۔ جب آج وہی سب کیا جا رہا ہے جس سے منع کیا گیا تو پھر ظاہر ہے انسانوں کے اعمال کے رد اعمال تو آئیں گے، انسان خود سے خالق بنے ہوئے ہیں تو پھر ظاہر ہے آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب گیسوں سے خلق کیا گیا تو پھر گیسیں تو خارج ہوں گی اور بالآخر پوری دنیا کی فضا ان گیسوں یعنی دخانٍ سے بھر جائے گی اور آج یہ سب ہو چکا۔ آج پوری دنیا کی فضا دخانٍ یعنی گیسوں سے بھر چکی جس کا دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی، آج آپ کو ہر طرف فضا گیسوں سے بھری ہوئی ہی نظر آئے گی جیسا کہ آپ درج ذیل تصاویر میں یہ سب حقائق اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

اب آپ سے سوال ہے کہ کیا اب بھی کوئی شک رہ جاتا ہے کہ الساعت کی سب سے آخری شرط دخانٍ آج پوری دنیا کی فضا میں بھر چکیں، الساعت کی یہ شرط بھی پوری ہو چکی؟ کیا آج آپ اپنی آنکھوں سے دخانٍ کو پوری دنیا کے فضا میں بھرا ہوا نہیں دیکھ رہے؟

آپ غور کریں آج پوری دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ اوروں کو الٰہ نہیں بنایا جا چکا؟

حقیقت آپ کے سامنے ہے۔ جب اوروں کو الٰہ بنایا جا چکا ہے تو پھر کیا گیسیں خارج نہیں ہو رہیں؟ یہ سب آپ کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ تو پھر کیا یہ گیسیں آسمانوں وزمین میں سب کچھ تباہ و برباد کر کے نہیں رکھ دیں گی؟ بالکل یہ سب بھی آج آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس اٹل حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو پھر اس سے انکار کس صورت کر سکیں گے؟

اور پھر دخانٍ یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسیں کیا آج پوری دنیا کے انسانوں کے لیے عذاب الیم نہیں بن چکیں؟ عذاب انعام کی ضد ہے انعام کہتے ہیں احسن عمل کے ردعمل کو جو کہ احسن ہوتا ہے اور بندے کے لیے اس کے ربّ کی طرف سے انعام کہلاتا ہے اور اس کے برعکس مفسد عمل کا ردعمل بھی برا ہی آتا ہے جو کہ اس کے ربّ کی طرف سے اس کے لیے سزا کہلاتا ہے جسے عربی میں عذاب کہتے ہیں۔

تو کیا آج یہ دخانٍ پوری دنیا کی فضا میں بھر کر لوگوں کے لیے عذاب الیم نہیں بن چکیں؟ یعنی یہ دخانٍ پوری دنیا کے انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کا ردعمل نہیں ہیں اور ان کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی بیماریوں، اموات، مصائب، تکالیف وتباہیوں کا سامنا نہیں ہے؟ بالکل نہ صرف آج یہ دخانٍ آسمان یعنی پوری دنیا کی فضا میں بھر چکیں بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے لیے عذاب الیم بن چکیں پوری دنیا کے انسانوں کو انہی دخانٍ کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریوں، ہلاکتوں اور تباہیوں کا سامنا ہے۔

حق بالکل واضح ہے جو آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اور دنیا کی کوئی طاقت حق کا رد نہیں کر سکتی۔ حق اس قدر کھل جانے کے باوجود بھی جو لوگ حق کا انکار کریں گے تو عنقریب وہ ذلت آمیز ہلاکت کا شکار ہوں گے تب ان کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا۔ تب چیخ چیخ کر حق کو تسلیم کرنے کا اعلان کریں گے مگر تب انہیں ماننا کوئی نفع نہ دے گا بلکہ وہ ماننا فرعون کے ماننے کی مثل ہو گا۔

اور پھر دیکھیں جو حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا اسی کی تاریخ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے قرآن میں بھی آیات کی صورت میں اتار دی تھی جس کا نہ صرف قرآن میں مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا بلکہ اس پر پوری ایک سورۃ بھی موجود ہے سورۃ الدخان۔

اب آتے ہیں اسی طرف اور قرآن میں سورت الدخان سے ہی الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک دخانٍ کو بالکل کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا قرآن ہماری بات کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ. الدخان ۷

رَبِّ ربّ یعنی ایسی ذات جو عدم سے وجود میں لاتی ہے جب عدم سے وجود میں لاتی ہے تو ظاہر ہے جو وجود میں لایا اسے ہی علم ہو گا کہ اس نے کیسے وجود دیا اس نے کیسے اور کس سے خلق کیا جس سے خلق کیا اس کی مقدار اور معیار کیا ہے اور ایسے ہی خالق کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہو سکتا کہ اس کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار اور مقدار کیا ہے اس لیے نہ صرف عدم سے وجود میں لانے والی ذات بلکہ صرف اور صرف اسے ہی علم کہ اس کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار ومقدار کیا ہے اس لیے صرف اور صرف وہی ہے جو اس کی ضروریات خلق کر کے مہیا کر سکے یوں اس کی ضروریات خلق کر کے مہیا کرنے والی ذات۔ اب جس نے وجود دیا صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ اس نے کیوں وجود میں لایا وہ مقصد کیا ہے جسے پورا کرنے کے لیے وجود میں لایا اور وہ مقصد پورا کیسے ہو گا یوں وجود میں لا کر نہ صرف اس کی ضروریات اسے فراہم کرے بلکہ جس مقصد کے لیے وجود میں لایا اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل بنا کر اس کو اسکے مقام پر قائم کر دے تا کہ وہ اس مقصد کو پورا کرے جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لایا اور پھر اگر مخلوق نافرمانی کرتی ہے تو اسے سزا اور اگر فرمانبرداری کرتی ہے تو اسے کسی بھی قسم کے نقصان کا شکار نہ ہونے دے یعنی اس کی ہر طرف سے اور ہر طرح سے حفاظت کرنے والی ذات۔ یہ ہیں ربّ کے مختصر اور جامع ترین معنی۔ یعنی آپ سمیت آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے ان سب کا ربّ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب کا ربّ کون ہے؟ تو آگے اسی سوال کا جواب

موجود ہے السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے یہی ربّ ہے یعنی یہی ذات ہے جس نے تمہیں عدم سے وجود میں لایا اور پھر تمہاری ضروریات کیا ہیں آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے اسی ذات کو علم ہیں اور یہی ذات ہے جو تمہیں تمہاری ضروریات فراہم کر رہی ہے اور پھر یہی ذات ہے جو اس لائن کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے جس لائن پر قائم ہونے سے ہی وہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تمہیں وجود میں لایا اسی ذات نے۔

یعنی آیت میں یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے یہی تمہارا ربّ ہے اور پھر یہ بات کرتے ہوئے آگے کہا گیا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ اگر تم ہو یقین کرنے والے یعنی ذرا غور و فکر کرو کہ تمہارا ربّ کون ہے؟ کون ہے وہ ذات جس نے تمہیں وجود میں لایا؟ تو کیا یہی آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے یہی سب تمہارے سامنے نہیں آئے گا؟ پھر تمہاری ضروریات کون خلق کر کے تمہیں فراہم کر رہا ہے؟ کیا یہی ذات سامنے نہیں آئے گی یہی آسمان اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے؟ یعنی تم کسی بھی پہلو سے کسی بھی لحاظ سے غور کرو تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے یہی ربّ ہے نہ کہ کوئی ایسا خیالی و تصوراتی ربّ جو تم نے محض اپنے دماغ میں عقائد و نظریات کے نام پر گھڑ رکھا ہے اب تم چاہو تو یقین کرو اور چاہو تو یقین نہ کرو۔

اور اگر اس بات کا یقین نہیں کرتے جو کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ یہی ذات ہی تمہارا ربّ ہے تو پھر جان لو جو یہ ذات تم پر کھول کھول کر واضح کر رہی ہے اگر تم وہ نہیں مانتے اور اس کے خلاف ہی کرتے ہو تو پھر دیکھو کون ربّ ثابت ہوتا ہے؟

آپ پیچھے بھی تفصیل کیساتھ یہ سب جان چکے ہیں کہ ھُوَ اللہ ہے ھُوَ ربّ ہے اور پھر ھُوَ کیا ہے؟ یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے گا تو جو وجود سامنے آئے گا ایک ہی وجود ہے اس کے علاوہ کوئی اور ہے ہی نہیں اور وہی ذات اللہ ہے وہی ذات ربّ ہے جو کہ واضح ہو چکا کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہی ربّ ہے یہ اللہ ہی کا وجود ہے یہ اللہ ہی کی آیات ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں کہا گیا رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ تو اس کا جواب تو پورے قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے جیسا کہ پیچھے بھی کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ جب ربّ یہی ذات ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو پھر اللہ نے کیا کہا؟

وَمَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ۔ آل عمران ۶۲

اور نہیں ہے جتنے بھی الٰہ ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی الٰہ مگر اللہ

وَمَا مِنۡ اِلٰہٍ اور جتنے بھی الٰہ ہیں یعنی جتنے بھی ایسے ہیں جو یہ فیصلہ کرتے ہیں تمہیں بتاتے ہیں کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں ہوں، سننے دیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی عہدہ، مرتبہ یا کوئی مقام ہو یہ سب کیوں دیا گیا ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے ایسے جتنے بھی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی بات مانی جائے، جس کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی فیصلہ کرے کہ کیوں دیا گیا اور اس کا استعمال کیا ہے کب کہاں کیوں کتنا کیسے اور کس کے پیچھے استعمال کرنا ہے اِلَّا اللّٰہُ مگر اللہ یعنی صرف اور صرف اللہ ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے، کس کے پیچھے استعمال کرنا ہے اور کس کے پیچھے استعمال نہیں کرنا اس لیے اللہ کے علاوہ کسی کی بات نہیں ماننا کسی ایک کے بھی کہے کے مطابق ان میں سے کسی کا بھی استعمال نہیں کرنا جو کچھ بھی تمہیں اللہ نے دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اللہ نے ایسا کہا وَمَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ تو اس کا جواب بھی اللہ نے بالکل کھول کر واضح کر دیا۔

وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ۔ الرحمٰن ۷

اور وضع کر دیا المیزان

یعنی آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں المیزان یعنی بہترین توازن قائم کر دیا بالکل ایسے ہی جیسے تمہارے جسم کی مثال ہے اور پھر

ساتھ ہی یہ بھی حکم دے دیا

اَلَّا تَطۡغَوۡا فِی الۡمِیۡزَانِ ۔ الرحمٰن ۸

جان لو یہ جو تم کر رہے ہو نہ ہدایات کے خلاف عمل کرو المیز ان میں یعنی یہ جو اللہ نے ہر شئے میں توازن قائم کیا ہوا ہے یہ جو اعمال تم کر رہے ہو تم ہدایات کے خلاف کر رہے ہو جس سے ہر شئے میں قائم توازن بگڑ رہا ہے لہذا ایسا مت کرو ہدایات کے خلاف اعمال مت کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے ایسا کیوں کہا یعنی المیز ان میں اللہ جو کہ ربّ ہے اس کی ہدایات کے خلاف عمل کرنے سے کیوں روکا تو اس کا جواب بھی اللہ نے دے دیا

لَوۡ کَانَ فِیۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. الانبیاء ۲۲

اللہ نے یہ قانون میں کر دیا یہ قدر میں کر دیا کہ اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کو الٰہ بنانے کی بجائے یعنی جو مخصوص الٰہ ثابت ہوتا ہے اس کو الٰہ بنانے کی بجائے اور وں کو الٰہ بنایا جائے گا تو پھر آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب درہم برہم ہو جانا ان میں خرابیاں ہو کر تباہ و برباد ہو جانا طے ہے۔ اگر تم نے کوئی ایک بھی ایسی حرکت کی کوئی ایسا عمل کیا جس سے میں نے تمہیں روک دیا یا جس کی اجازت نہیں دی یا پھر جس کا حکم نہیں دیا تو اس سے یہ توازن یعنی میزان بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں نکلے گا یعنی ایسا ہر گز نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں جو کہ سات آسمان ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کی جائے اللہ کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا جائے انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے جس کی اللہ نے سرے سے اجازت ہی نہیں دی بلکہ الٹا سختی سے منع کیا ہے اور فطرت پر ہی قائم ہونے کا حکم دیا تو فطرت پر قائم ہونے کی بجائے اللہ کی بات ماننے کی بجائے اس کے برعکس کیا جائے تو آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب سلامت رہے نہیں بلکہ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو آسمانوں وزمین میں سب کے سب کا درہم برہم ہو جانا تباہ و برباد ہو جانا طے شدہ ہے۔ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر انسان اپنی حدود سے باہر نکلتا ہے یعنی فطرت کی ضد بنتا ہے فطرت میں تبدیلیاں کرتا ہے تو لامحالہ حادثاتی طور پر اس کے سامنے وہ قوانین کھلتے جائیں گے وہ مخلوقات اس پر ظاہر ہوتی جائیں گی جو انسان سے چھپا دیئے گئے اور انسان ان متشابہات کے پیچھے پڑتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے واپسی ناممکن ہو گی جیسے کہ ماضی میں چھ قومیں اس کا شکار ہو چکیں اور موجودہ قوم دنیا میں آباد موجودہ انسان بھی اس مقام پر پہنچ چکے۔

یہ سب اللہ نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ اگر اللہ کے قول کے خلاف ہی کرو گے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اللہ کی خلق کو بدلو گے اس میں تبدیلیاں کرو گے تو پھر جان لو تباہیاں آئیں گی، زلزلے آئیں گے، طوفان آئیں گے، سمندروں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا مخلوقات عیب دار ہو جائیں گی، بیماریاں ہی بیماریاں ہوں گی، نسلیں مفلوج ہو جائیں گی حتیٰ کہ بچے پیدا ہی عیب دار ہوں گے، موسم تبدیل ہو جائیں گے یعنی ہر سطح پر فساد ہی فساد ہو جائے گا اور بالآخر یہ زمین جہنم بن جائے گی یہی اللہ کا قانون ہے۔

یہ کہا اللہ نے سورۃ الدخان کی آیت نمبرے میں رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ. الدخان ۷

اور پھر اللہ نے قرآن میں یہ بات بھی ہر پہلو سے واضح کر دی کہ وہ تمہیں خلق کر کے بھول نہیں گیا تھا نہ ہی اس نے خلق کرنے کے دوران کوئی غلطی، کمی، کجی یا کوتاہی کر دی تھی بلکہ اس نے سب کا سب ہر لحاظ سے مکمل خلق کیا، اس نے تمہیں خلق کیا تو اسے علم تھا کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں اور اس نے تمہاری تمام تر ضروریات بھی خلق کیں جو کہ احسن خلق کیں جیسا کہ درج ذیل آیت میں یہ بات صراحت کیساتھ موجود ہے۔

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ . الانعام ۳۸

نہیں فرط کیا ہم نے الکتاب میں کسی ایک بھی شئے سے یعنی ہم نے آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کو خلق کرتے وقت کہیں کچھ بھول نہیں گئے تھے کہیں کوئی رائی برابر بھی ہم سے بھول چوک نہیں ہوئی ہم نے کہیں کوئی غلطی نہیں کی کہیں کچھ نامکمل خلق نہیں کیا کہ جو بعد میں دوبارہ پھر سے خلق کرنا پڑے جو بعد میں غلطی سدھارنی پڑے بلکہ ہم نے آسمانوں وزمین میں سب کا سب بالکل مکمل اور پرفیکٹ خلق کیا جو کچھ بھی خلق کیا ان کو خلق کر کے انہیں بھول نہیں گئے تھے

یعنی تمہیں خلق کیا تو تمہیں خلق کر کے تمہاری ضروریات کو خلق کرنا بھول نہیں گئے تھے اور نہ ہی ایسا ہوا کہ ہمیں علم نہیں تھا کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں جس وجہ سے ہم سے تمہاری ضروریات خلق کرنے میں کوئی غلطی، کوتاہی یا کمی ہوگئی جو تمہیں بعد میں اپنی ضروریات خود سے خلق کرنا پڑیں جو آج اپنے ربّ اللہ کی خلق کردہ تمہاری ضروریات کو ترک کر کے خود سے خالق بن بیٹھے ہو۔

پھر یہی اللہ نے کہا تھا کہ اگر تم ایسا کرتے ہو یعنی خود سے خالق بن بیٹھتے ہو تو پھر اس کا نتیجہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے نہ صرف آسمانوں وزمین میں بہترین اور پیچیدہ ترین المیز ان یعنی توازن قائم کیا ہوا ہے بلکہ آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب گیسوں سے خلق کیا اور جب تم خود سے خالق بن بیٹھو گے بجائے اس کے کہ اپنے ربّ اللہ پر یقین کرو تو پھر گیسیں خارج ہوں گی کیونکہ یہ تو قانون ہے کہ جب بھی مادے کو کیمیائی پراسس سے گزارا جائے گا تو گیسوں میں تحلیل ہو کر فضا میں اڑے گا تو پھر تم ان گیسوں کا کیا کرو گے؟

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ. الدخان ۸

یہی بات سورۃ الدخان کی اس اگلی آیت میں کی گئی لَآ اِلٰـهَ نہیں الہٰ یعنی ایسی ذات جس کی بات مانی جائے جس کے کہے کے مطابق ان میں سے کسی کا بھی استعمال کیا جائے جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، کچھ کرنے کی صلاحیتیں ہو، جو تمہیں جسم دیا، سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں، کوئی عہدہ ومرتبہ دیا یا جو کچھ بھی دیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کب کہاں کیوں کتنا اور کیسے کرنا ہے کسی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی کسی کے بھی کہے کے مطابق استعمال نہیں کیا جائے گا اِلَّا هُوَ مگر هُوَ یعنی جو کچھ بھی موجود ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم نہیں ہو جاتا جب اور ختم ہو جائے تو جو وجود سامنے آئے ایک ہی وجود ہے اسی کی بات مانی جائے گی اسی کے کہے کے مطابق اور اسی کے لیے سب کے سب کا استعمال کیا جائے گا يُحْيٖ وَيُمِيْتُ یہی وجود حیا کر رہا ہے یعنی مواد کو مادے کو مختلف مراحل سے گزار کر مخلوقات کو وجود میں لا رہا ہے خلق کر رہا ہے اور یہی وجود ہے جو موت کر رہا ہے یعنی مخلوقات کو مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے دوبارہ واپس مادے میں تحلیل کر رہا ہے اور تم نے یہ موت وحیات کے نظام میں اس کے ساتھ شرک نہیں کرنا تم نے یہ سب کسی بھی صورت نہیں کرنا یہ صرف اور صرف اسی وجود کا حق ہے یعنی اللہ کا ورنہ پھر جان لو رَبُّـكُمْ وَرَبُّ اٰبَـآئِـكُمُ الْاَوَّلِيْـن یہ صرف تمہارا ہی ربّ نہیں بلکہ جو تمہارے آباؤاجداد تھے وہ قومیں جو تم سے پہلے یہ سب کر چکیں ان کا بھی ربّ ہے تو دیکھو جب تمہارے آباؤاجداد نے یہی سب کیا جس سے منع کیا تو ان کا انجام کیا ہوا؟ بالکل وہی انجام تمہارا ہوگا۔

تمہارا ربّ بھی وہی ذات ہے اور تمہارے آباء جو تم سے پہلے تھے ان کا ربّ بھی یعنی جو تم سے پہلے تھے انہوں نے کیا کیا؟ اور ان کا انجام کیا ہوا؟ تمہارے سامنے ہے اگر تم بھی وہی کچھ کرو گے جیسے انہوں نے فساد کیا اس ذات کی غلامی کرنے کی بجائے اوروں کی غلامی کی کائنات میں فساد کیا تو پھر تمہارا انجام بھی وہی ہوگا۔

جو اللہ کی غلامی کریں گے ان کے آباء انبیاء، شہداء، صلحا وصدیقین ہوں گے اور جو اللہ کی غلامی کی بجائے اللہ کے ساتھ شرک کریں گے اللہ کو ترک کر کے اوروں کو الٰہ بنایا تو ایسوں کے آباء آل فرعون، نمرود، ہامان، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ ہیں اور پھر بالکل عین انہی کی طرح ایسوں کا انجام ہوگا۔ اب اس قدر حق واضح کر دیئے جانے کے باوجود آج پوری دنیا کے انسان، ہر خطے، رنگ، نسل اور مذہب کے انسان وہی سب کر رہے ہیں جس سے اللہ نے حق کو کھول کھول کر واضح کرتے ہوئے سختی کیساتھ منع کر دیا تھا۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ. الدخان ۹

بلکہ یہ جو اس وقت دنیا میں انسان موجود ہیں یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین کی بجائے شکوک میں پڑے لعب کر رہے ہیں۔

بَـلْ هُـمْ بلکہ یہ جو اس وقت دنیا میں انسان موجود ہیں اپنی آنکھوں سے وہی سب دیکھ لینے کے بعد بھی یقین کرنے کی بجائے یعنی ہم نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے باوجود وہی کر رہے ہیں جس سے سختی کیساتھ منع کیا اور پھر جب وہی کیا آسمانوں وزمین میں مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا، فطرت میں چھیڑ چھاڑ کی، آسمانوں وزمین میں فساد کیا تو پھر وہ فساد طرح طرح کی تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوا، زلزلے آنے لگے، طوفان، آندھیاں، سیلاب، سونامی، موسم بگڑ گئے، زمین کی پیدا کرنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوگئی، بیماریوں کا سیلاب اُمڈ آیا، طرح طرح کی ہلاکتیں آنا شروع ہوگئیں تو اب

انہیں چاہیے تھا کہ اب تو یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اب ہی مان جاتے اب ہی یقین کر لیتے کیونکہ چلو مان لیا پہلے تمہیں زبان سے یہ سب کہا گیا تو تم نے نہیں مانا تمہارے لیے اس حق پر یقین کرنا مشکل تھا لیکن اب تو تم اپنی آنکھوں سے وہی سب ہوتا دیکھ رہے ہو اب تو تمہیں یقین کر لینا چاہیے تھا اور اپنے ان مفسد اعمال کو ترک کر دینا چاہیے تھا لیکن تم کیا کر رہے ہو؟ تم اپنی آنکھوں سے وہی سب دیکھ کر یقین کرنے کی بجائے یعنی اپنے مفسد اعمال کو ترک کر کے فطرت کی طرف پلٹنے کی بجائے فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ شکوک میں لعب کر رہے ہیں یعنی ان کو کہا تھا کہ غیب کیساتھ مومن بنا کسی بھی شئے کو اس کے مقام سے نہ ہٹانا اس کا غلط استعمال نہ کرنا اور آج جب انہوں نے وہی سب کیا تو پھر ایسا کرنے کے نتائج جو ہم نے واضح کیے تھے وہ آج ان کے سامنے آ گئے اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لینے کے باوجود یقین کرنے کی بجائے شکوک میں پڑے وہی کے وہی ہر شئے کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

ہم نے کہا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہر طرف سے کٹ کر ہر لحاظ سے مکمل طور پر فطرت پر قائم ہو جاؤ کیونکہ اللہ کی خلق کے لیے تبدیلی ہے ہی نہیں اور اگر فطرت پر قائم نہ ہوئے اللہ کی خلق میں تبدیلیاں کیں تو پھر خرابیاں ہو کر طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی تم نے ہماری بات کا یقین نہ کیا اور وہی کیا کہ فطرت میں تبدیلیاں کیں پھر جو ہم نے کہا تھا وہ سچ ثابت ہوا تم پر تباہیاں آ رہی ہیں آج تم ان تباہیوں و ہلاکتوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنے کی بجائے شکوک میں پڑے وہی کا وہی فطرت میں تبدیلیاں ہی کر رہے ہو۔

ہم نے تم پر واضح کر دیا تھا کہ فطرت پر قائم ہونا ہی صراط مستقیم ہے دین القیم ہے اس کے علاوہ جتنے بھی رستے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو تمہیں تمہاری منزل تک لے جائے بلکہ اس کا انجام آگ ہے یہ زمین جہنم بن جائے گی اور تم نے نہ مانا اور وہی کیا کہ تم نے فطرت پر قائم ہونے کی بجائے اس لائن پر چلنے کی بجائے اور لائنوں کا انتخاب کیا اور رستوں پر چلنا شروع کر دیا اور اندھوں کی طرح جدھر رخ ہوا ادھر ہی چل پڑے تو آج تم اسی آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو آج وہ آگ زمین کا جہنم بننا تمہارے سامنے آ گیا آج تم خود اپنے مفسد اعمال کے سبب آنے والی تباہیوں کی وجہ سے زمین کو جہنم بنتا دیکھ رہے ہو تو آج اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ لینے کے باوجود یقین کرنے کی بجائے شکوک میں پڑے وہی کے وہی صراط مستقیم فطرت پر چلنے کی بجائے اور رستوں پر ہی چل رہے ہو اندھوں کی طرح ان رستوں پر آگے ہی آگے بھاگے جا رہے ہو اس کے باوجود کہ انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

ہم نے تم پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا کہ یہ ہے حق ہر لمحے اس پر ڈٹنا ہے فضول کاموں میں وقت ضائع نہیں کرنا ورنہ ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے اور تم نے ہماری بات کا یقین کرنے کی بجائے الٹا وہی کیا جس سے ہم نے منع کیا تم ایسے کاموں میں لگ گئے جو محض وقت کا ضیاع ہیں تو کیا ہوا؟ وہی نتیجہ نکلا جو ہم نے پہلے ہی کھول کھول کر واضح کیا تھا کہ ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے اور آج اس ذلت و رسوائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اس کا شکار ہو جانے کے بعد تمہیں چاہیے تھا کہ یقین کر لیتے اور واپس پلٹ آتے جو مقصد ہے جو حق ہے اس پر قائم ہو کر ذلت و رسوائی سے نکل آتے لیکن تم شکوک میں پڑے وہی کر رہے ہو فضول اور بے کار کاموں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔

ہم نے تم پر ہر پہلو اور ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے یہ سب کا سب انتہائی پیچیدہ اور حساس ہے اس لیے ان میں کوئی رائی برابر عمل بھی بغیر مکمل علم کے جب تک کہ مطمئن نہ ہو جاؤ نہ کرنا ورنہ آسمانوں و زمین میں سب کچھ خراب ہو کر تباہیاں و ہلاکتیں آئیں گی لیکن تم نے ہماری بات پر یقین کرنے کی بجائے وہی کیا کہ بغیر علم کے ہر کام کرنا شروع کر دیا اور پھر جو کہا تھا وہ تمہارے سامنے آ گیا اب تو تمہیں چاہیے تھا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد یقین کر لیتے لیکن تم ہو کہ آنکھوں سے سب دیکھ کر یقین کی بجائے شکوک میں پڑے وہی سب کر رہے ہو۔

تم نے ہم سے الکتاب یعنی آسمانوں و زمین کی ذمہ داری مانگی کہ ہم اس کے اہل ہیں یہ امانت ہمارے حوالے کی جائے ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے اس میں کسی کو بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنے دیں گے اس کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کریں اور اور نہ ہی اس میں خیانت کریں گے تو ہم نے نہ صرف تمہیں اپنی امانت دی تمہارا بطور امت انتخاب کیا بلکہ تم پر واضح کر دیا کہ دیکھنا کہیں فضول و بے کار کاموں میں نہ لگ جانا، کہیں کھیل کود میں نہ ڈوب جانا، کہیں غیر سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کرنا، بے مقصد کاموں کے پیچھے مت لگ جانا ورنہ تم امانت سے غافل ہو جاؤ گے اور شیاطین اللہ کی امانت آسمانوں و زمین کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے وہ تمہیں بھی امانت میں خیانت کرنے پر لگا دیں گے یہاں تک کہ تمہیں امانت کا شعور ہی نہیں ہو گا تمہیں اپنی ذمہ داری کا ہی احساس تک نہ رہے گا لیکن تم نے ہماری بات کا یقین نہ کیا اور وہی کیا جس سے منع کیا تھا کھیل کود میں مصروف ہو گئے، بے کار اور فضول کاموں میں مگن ہو گئے، غیر سنجیدہ ہو گئے تو پھر وہی ہوا جو ہم

نے کہا تھا جو کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ اللہ کی امانت آسمانوں وزمین کو شیاطین تباہ و برباد کر دیں گے سب کچھ فساد زدہ کر دیں گے اور تم بذات خود ذمہ داری کو بھول کر امانت میں خیانت کرو گے تو آج یہ سب اپنے آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ اب تو یقین کر لیتے لیکن نہیں بلکہ وہی کر رہے ہیں انتہائی غیر سنجیدہ، امانت کا علم ہی نہیں، بے کار اور فضول کاموں میں مگن ہیں، کھیل کود میں ڈوبے ہوئے ہیں گویا کہ ان کا دنیا میں آنے کا مقصد ہی کھیل کود ہے اور خود اللہ کی امانت آسمانوں وزمین میں خیانت کر رہے ہیں اللہ کے غیب سے نکال رہے ہیں آسمانوں وزمین کو فساد زدہ کر رہے ہیں۔

ایسے ہی ہم نے جو حق واضح کر کے جس جس سے بھی منع کیا تھا روکا تھا اور اگر وہی کیا تو انجام بھی کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ پھر زلزلے آئیں گے، طوفان آئیں گے، تباہیاں آئیں گی، سیلاب آئیں گے، سونامی آئیں گے، جنگ وجدل ہوگا، فرقہ در فرقہ تقسیم ہو جائیں گے، پیار و محبت ختم ہو جائے گا اور ان کی جگہ حسد بغض ضد اور دشمنی لے لے گی، قتل وغارت ہوگی، بیماریوں کا سیلاب امڈ آئے گا، ہر طرف نفرت دھوکہ بازی مکاری و فراڈ راج کرے گا، خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جائے گا، اولادیں نافرمان ہو جائیں گی، طرح طرح کی ہلاکتیں وتباہیاں آئیں گی اور اگر یہ سب دیکھنے اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھ لینے کے باوجود بھی وہی سب کرتے ہو بجائے یہ کہ دیکھ لینے کے بعد تو یقین کر لیتے تو پھر دخانٍ یعنی گیسوں سے پوری دنیا کی فضا بھر جائے گی اور پھر بالآخر الساعت آئے گی یعنی ایسی عظیم تباہی کہ جس میں کوئی ایک بھی انسان زندہ نہیں بچے گا۔

لیکن تم نے وہی سب کیا اور پھر وہی سب ظاہر ہو گیا جس سے ہم نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور پھر جب تم نے اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لیا تو تمہیں چاہیے تھا کہ اب تو تم یقین کر لیتے لیکن تم یقین کرنے کی بجائے شکوک میں پڑے وہی کر رہے ہو تو پھر جان لو تمہارا انجام کیا ہے؟

فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ. الدخان ۱۰

پس پھر تمہارا انجام یہ ہے کہ آج تم ہو اور دوسرا جو ایک مدت پہلے سے ہی طے شدہ تھی کہ اگر ایسا کرو گے تو آ کر رہے گی وہ آ گئی جس میں یہ جو آسمان یعنی فضا ہے جس میں تم سانس لے رہے ہو یہ ہر طرف ہر لحاظ سے گیسیں ہی گیسیں ہیں ایسے کہ جیسے یہ آسمان جس میں تم سانس لے رہے ہو یہ ان گیسوں سے بنایا گیا جو کہ تمہارے انہی مفسد اعمال کے رد اعمال کے سبب بھر چکی ہیں جن سے تمہیں روکا تھا

يَّغۡشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ. الدخان ۱۱

يَّغۡشَى النَّاسَ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسیں اس قدر فضا میں بھر چکی ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو ڈھانپ لیا ہے جیسے اندھیرا ڈھانپ لیتا ہے کہ ہر طرف اندھیرا ہی ہوتا ہے هٰـذَا عَـذَابٌ اَلِيۡمٌ یہ کیا ہے؟ یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال ہیں جو تمہارے لیے تمہاری سزا ہیں۔

آج تک تمام کا تمام مذہبی طبقہ اللہ پر بہتان عظیم باندھتا آیا کہ یہ سیلاب اللہ لا رہا ہے، بیماریاں اللہ لا رہا ہے، طوفان اللہ لا رہا ہے، آندھیاں اللہ لا رہا ہے، سونامی اللہ لا رہا ہے، بچے جو مفلوج پیدا ہو رہے ہیں یہ سب اللہ کر رہا ہے، کسی کے ہاں اولاد نہیں تو اللہ نے نہیں دی یہ سب اللہ کر رہا ہے یعنی آج ہر وہ شئے جو انسان ناپسند کرتا ہے جو اسے تکلیف دہ نظر آتی ہے جو اس کے لیے اذیت کا سبب ہے ان سب کے سب کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرایا جاتا رہا لیکن کیا حق یہی ہے؟ اگر یہ حق ہے اگر ان سب کا ذمہ دار اللہ ہے تو پھر اللہ تو ظالم ٹھہرا، اللہ کے لیے تو حمد ہے ہی نہیں اللہ عیب دار خلق کرتا ہے، اللہ احسن خالق نہیں ہے، اللہ عالمین کے لیے نہ صرف ظلم چاہتا ہے بلکہ اللہ عالمین کے لیے ظلم کر رہا ہے۔

لیکن یہ حق نہیں ہے اور یہی آج اللہ انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جیسے کہ اس کا قانون ہے اللہ انہی میں سے ان میں ایک بشر اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے ان پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ اے عقل کے اندھو، اے دل کے اندھو یہ سب اللہ نہیں کر رہا، ان سب کا ذمہ دار اللہ نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے کرتوتوں کے نتائج ہیں جو تمہاری سزا ہے کس نے کہا تھا کہ ترقی وخوشحالی کے نام پر الدجال کو اپنا ربّ بناؤ اور آسمانوں وزمین میں فساد کرو؟

لہٰذا یہ تمہاری سزا ہے جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے تیار کی ہے۔ جب تم نے یہ سب خود اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے خلق کیا ہے تو پھر اس کو چکھو بھی۔

آپ نے جان لیا کہ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج کی تاریخ اتارتے ہوئے دخانٍ کن کو قرار دیا؟ اور غور وفکر کریں کیا آج یہ سب نہیں ہو رہا اور گیسیں

خارج نہیں ہو رہیں؟ یہ گیسیں عذاب الیم کی صورت اختیار نہیں کر چکیں اور آج حق آپ پر کھول کھول کر واضح نہیں کر دیا گیا؟ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا الساعت کی سب سے آخری شرط دخانٍ یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسیں آج نہ صرف موجود ہیں بلکہ آج پوری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ چکیں اور اس طرح ڈھانپ چکیں کہ جیسے یہ آسمان جو کہ یہ فضا ہے جس میں آپ سانس لیتے ہیں گویا کہ یہ انہی گیسوں سے خلق ہوا اور پھر یہ گیسیں آج انسانوں کے لیے عذاب الیم بن چکیں ان کی وجہ سے انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں و تباہیوں کا سامنا ہے۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ کی روشنی میں الدخانٍ

الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات میں سے آخر سے دوسری علامت اور الساعت کی سب سے بڑی اور سب سے آخری شرط دخانٍ کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کیا کہا تھا اس بارے میں روایات میں موجود محمد علیہ السلام کے الفاظ کو بھی آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح جائے کہ دخانٍ یعنی آج جو ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب پوری دنیا کی فضا میں گیسیں بھر چکی ہیں انہی کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے آگاہ کر دیا تھا اور محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل کہے ہوئے الفاظ کیساتھ محمد علیہ السلام کی تصدیق ہو جائے کہ محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل سچ کہا تھا۔ یوں ہر کسی پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جائے کہ آج جسے ہر کوئی محمد علیہ السلام سے منسوب کرتے ہوئے دین کا نام دیکر اندھوں کی طرح اعمال کر رہا ہے محمد علیہ السلام نے اسے کبھی بھی دین حق نہیں کہا بلکہ انہیں ضلالٍ مبینٍ قرار دیا۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة فتسم الناس علی خراطیمهم. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جن عوامل سے مخصوص دابہ نکلے گا پس ان عوامل اور مخصوص دابہ اپنے کاربن کے اخراج والے سوراخوں سے انسانوں پر ان کی کاربن کے اخراج کی جگہیں یعنی ناکیں زہر آلود کر دے گا فضا کو زہر آلود کر دے گا جس میں سانس لینے سے انسانوں سمیت مختلف مخلوقات کو طرح طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا انہیں اموات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کہا کہ آج جو ایسی مخلوقات موجود نہیں ہیں اور بعد میں قرب قیام الساعت وجود میں آئیں گی جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی ہوں گی اور وہ تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات اللہ کی ایسی حرکت کرنے والی مخلوقات کی طرح پانی سے خلق نہیں ہوں گی بلکہ اس کے برعکس ارض یعنی زمین سے وجود میں آئیں گی زمین کے عناصر سے خلق ہوں گی اور وہ مخلوقات جب خلق کی جائیں گی تو جن جگہوں میں وہ خلق ہوں گی ان کی چمنیوں سے ایسا زہر خارج ہوگا جو فضا کو زہر آلود کر دے گا اور وہ مخلوقات بھی لوگوں کی ناکیں ان پر زہر آلود کر دیں گی جس سے اس وقت کے لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف، ہلاکتوں و بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا وہ تمام کی تمام مخلوقات قرب قیام الساعت نکلنے والا الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات و اشراط میں سے ایک دابۃ الارض ہوگا۔

رسول الله ﷺ قال: معه مثل الجنة ومثل النار، وجنتة غبراء ذات دخان. ابن عساکر، ابو یعلی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس کے ساتھ ہوگی جنت کی مثل اور آگ کی مثل اور اس کی جنت غبار والی ہوگی جو غبار طرح طرح کی گیسیں ہوں گی۔

جیسے محمد علیہ السلام نے الدجّال کے بارے میں کہا کہ وہ چالیس یوم رہے گا بالکل وہی الفاظ دخانٍ کے لیے بھی استعمال کیے کہ دخانٍ چالیس یوم تک رہیں گی۔

یہ وہی دخانٍ ہیں جو دابۃ الارض اور دابۃ الارض سے منسلک عوامل سے نکلنا تھیں جو آج آپ کی آنکھوں کے سامنے نکل رہی ہیں۔ یہی وہ غبار ہے جو اپنی ذات میں دخانٍ یعنی طرح طرح کی گیسوں سے الدجّال کی جنت کو بھرا ہونا تھا اور آج انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ آسائشوں، سہولتوں، آسانیوں و ترقی کے نام پر خلق کردہ طرح طرح کی اشیاء جو کہ جدید مصنوعی ایجادات ہیں مشینیں ہیں ان سے پوری دنیا بھر چکی ہے دنیا الدجّال جنت بنی ہوئی ہے اور آج انہی دخانٍ یعنی طرح طرح کی گیسوں سے یہ الدجّال جنت بھری ہوئی ہے۔

یہ دخانٍ یعنی طرح طرح کی خارج ہونے والی گیسیں نہ صرف دابۃ الارض خارج کر رہا ہے بلکہ الدجّال یعنی ٹیکنالوجی موجودہ جدید مصنوعی ایجادات، صنعتی انقلاب کا ہی دوسرا پہلو ہے جو آج تک انسانوں سے چھپا رہا اور وہ الدجّال کو اپنا ربّ بنائے رہے یعنی ان ایجادات کے دجل کا شکار ہو کر ان سے اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

قلت یا نبی الله ﷺ وما الدخان؟ قال هذه الآیة: فارتقب یوم یاتی السماء بدخان مبین یملأ ما بین المشرق والمغرب یمکث أربعین یوما و لیلة. تفسیر قرطبی

مـــلأ۔ انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی ایک بہت بڑی تعداد کا غیر منظّم طریقے سے ایسا کام کرنا جس سے روکا گیا ہو جس کی اجازت نہ دی گئی ہو یعنی حرام ہو جس کی وجہ سے ان کے عمل کا ردِ عمل بہت بڑی مقدار میں ظاہر ہو جائے۔

پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ اور کیا ہے وہ مخصوص دخان یعنی الساعت کی علامات و اشراط میں سے جو دخان ہیں وہ کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا یہ آیت ہے **فارتقب يوم ياتي السماء بدخان مبين** یعنی پس پھر تمہارا انجام یہ ہے کہ آج تم ہو اور دوسرا جو ایک مدت پہلے سے ہی طے شدہ تھی کہ اگر ایسا کرو گے تو آ کر رہے گی وہ آ گئی جس میں یہ جو آسمان یعنی فضا ہے جس میں تم سانس لے رہے ہو یہ ہر طرف ہر لحاظ سے گیسیں ہی گیسیں ہیں ایسے کہ جیسے یہ آسمان جس میں تم سانس لے رہے ہو یہ ان گیسوں سے بنایا گیا جو کہ تمہارے انہی مفسد اعمال کے ردِ اعمال کے سبب بھر چکی ہیں جن سے تمہیں روکا تھا **يـمـلأ ما بيـن المشرق والمغرب** انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردِ عمل ہو گا کہ جن سے اللہ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے درمیان گیسیں بھر جائیں گی **يـمـكـث أربعين يوما و ليلة** جو رہیں گی چالیس یوم اور لیل۔

رسـول الـلـه ﷺ قـال: أنـه مـن اشـراط الساعة لم يجي بعد، وأنه يمكث في الأرض اربعين يوما يملأ ما بين السماء والأرض.
تفسير قرطبي

رسول اللہ ﷺ نے دخانٍ کے بارے میں کہا کہ دخانٍ یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسیں الساعت کی اشراط میں سے ہیں یعنی آسمانوں و زمین میں انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کی وجہ سے آنے والی تباہیوں میں عظیم تباہی جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا اس تباہی کی وجوہات میں سے ایک وجہ گیسیں ہوں گی جب گیسیں ظاہر ہوں گی یعنی الساعت کی یہ شرط آ جائے گی تو اس کے بعد کچھ نہیں رہے گا دخانٍ یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی گیسوں سے جب پوری دنیا کی فضا بھر جائے گی تو اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہے گا یہ الساعت کی سب سے آخری شرط ہو گی اور اس میں کچھ شک نہیں دخانٍ زمین میں چالیس یوم رہیں گی جو کہ انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردِ عمل ہوں گی کہ جن سے اللہ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے آسمان اور زمین کے درمیان گیسیں بھر جائیں گی۔

محمد علیہ السلام نے جب یہ کہا کہ دخانٍ چالیس یوم زمین میں ٹھہریں گی تو اس سے مراد یہ لے لیا جاتا ہے کہ دخانٍ زمین پر چالیس دن رہیں گے یعنی جو چوبیس گھنٹے کا ایک رات دن ہے ایسے چوبیس گھنٹے کے چالیس دن رہیں گی اور یہی وہ بنیادی وجہ بنی جس وجہ سے آج تک کوئی دخانٍ کو سمجھ نہ پایا۔ یوم عربی میں دن کو نہیں کہتے بلکہ یوم عربی میں ایک طے شدہ مدت کو کہتے ہیں جسے انگلش میں پیریڈ کہتے ہیں۔ جیسے کوئی شئے ایک نقطے سے سفر شروع کرے جب تک کہ وہ واپس اسی نقطے پر نہ پہنچ جائے اس کو یوم کہا جائے گا۔ لیکن یہ یوم اس شئے کا یوم کہلائے گا نہ کہ ان اشیاء کا جو اس کے علاوہ ہوں۔ مختصراً یہ کہ یوم کا معنی چوبیس گھنٹے کا دن نہیں بلکہ وہ جس شئے کا یوم ہو گا اس شئے کو جان کر ہی اس کے یوم کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ اس شئے کا ایک یوم زمین پر انسانوں کی کتنی مدت کا ہو گا۔ اس لیے سب سے پہلے عربی کے ان اصولوں کو سامنے رکھنا لازم ہو گا اس کے بعد ہی آپ کسی بھی ایسے مسئلے کو سمجھ سکتے ہیں۔

محمد علیہ السلام نے الدجّال کی زمین پر ٹھہرنے کی مدت چالیس یوم بتائی اور الساعت کے علامات و اشراط میں سے ایک جو کہ الساعت کی سب سے آخری شرط ہے اس کی مدت بھی چالیس یوم بتائی کہ دخانٍ زمین میں چالیس یوم ٹھہریں گی۔ الدجّال اور دخانٍ میں چالیس یوم مشترک ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے الدجّال اور دخانٍ کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور جب اس تعلق کو جاننے کے لیے غور کیا جائے تو بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ الساعت کی سب سے آخری شرط دخانٍ وہی دخانٍ ہیں جن سے الدجّال جنت بھری ہوئی ہو گی جیسا کہ درج ذیل روایت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ومعه مثل الجنة ومثل النار، وجنتة غبراء ذات دخانٍ. ابن عساكر، ابو يعلى

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس کے ساتھ ہو گی جنت کی مثل اور آگ کی مثل اور اس کی جنت غبار والی ہو گی جو غبار طرح طرح کی گیسیں ہوں گی۔

یوں محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل کہے گئے دخانٍ کے بارے میں الفاظ سے بھی حق بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ دخانٍ انسانوں کے مفسد اعمال کے

سبب خارج ہونے والی یہی طرح طرح کی گیسیں ہیں جو نہ صرف آج پوری دنیا کی فضا میں یعنی آسمانوں وزمین کے درمیان بھر چکی ہیں بلکہ یہ عذاب الیم بن چکی ہیں انہی گیسوں کی وجہ سے آج انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے لاتعداد بیماریوں کا سامنا ہے جو دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ انہی گیسوں کی وجہ سے آج آسمان یعنی فضا دھندلا چکی ہے، انہیں گیسوں کی وجہ سے آج آسمان پھٹ چکا اور زمین پر درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے جس سے نہ صرف موسموں کا نظام درہم برہم ہو چکا بلکہ بے وقت بارشوں، سیلابوں، طوفانوں، آندھیوں سمیت طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کا سامنا ہے۔

35,000 ft
34,000 ft
32,000 ft

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ دخانٍ انسانوں اور انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی وانسانیت کی خدمت کے نام پر خلق کردہ مخلوقات کے غیر منظم طریقے سے کیے جانے والے اعمال کے سبب ظاہر ہونے والی طرح طرح کی گیسیں ہوں گی یوں دخانٍ جو کہ نہ صرف انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال میں سے ایک ہیں بلکہ قرآن میں اللہ نے بھی انہیں الساعت کی سب سے آخری شرط قرار دیا اور محمد علیہ السلام نے بھی بالکل دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ جب دخانٍ آئیں گی اور پوری دنیا کی فضاء میں بھر جائیں گی تو ان کے بعد کچھ نہیں بچے گا یعنی دخانٍ جو کہ انسانوں کے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہوگا الساعت کی سب سے آخری شرط ہیں۔

قرآن میں اللہ نے الساعت کی جن اشراط کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے آخری شرط یہ دخانٍ تھی جو کہ آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دخانٍ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی وہ گیسیں ہیں جو آج پوری دنیا کی فضا میں بھر چکی ہیں اور پھر محمد علیہ السلام نے بھی اشراط الساعت میں سب سے آخری شرط انہی دخانٍ یعنی گیسوں کو قرار دیا جنہیں آج آپ اپنی آنکھوں سے پوری دنیا کی فضا میں بھرا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

حق اس قدر ہر پہلو سے اور ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس حق کو غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب الساعت کی سب سے آخری شرط دخانٍ بھی آ چکیں اور نہ صرف آ چکیں بلکہ پوری دنیا کی فضا میں بھر چکیں تو پھر آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟

کیا آپ اب بھی الساعت کی ان علامات واشراط کے انتظار میں ہیں جنہوں نے دخانٍ سے پہلے آنا تھا؟ تو ذرا غور کریں جب سب سے آخری شرط دخانٍ آ چکیں تو پھر باقی کیا رہ گیا؟ آپ رات دن محمد محمد کا دم بھرتے ہیں کہ ہم محمد علیہ السلام کے وفادار ہیں ان پر جان بھی قربان ہے تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ محمد علیہ السلام نے انہی دخانٍ کے بارے میں کیا کہا تھا انہ من اشراط الساعۃ لم یجی بعد اس میں کچھ شک نہیں کہ دخانٍ الساعت کی اشراط میں سے ہیں جب دخانٍ آ جائیں گی تو ان کے بعد کچھ بھی باقی نہیں بچے گا یعنی جان لو دخانٍ جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال جو کہ فطرت میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی اللہ کی مخلوقات میں پنگے لیے جائیں گے ان کو ان کے مقامات سے بدلا جائے گا ان میں تبدیلیاں کی جائیں گی اللہ کا شریک بنتے ہوئے خود سے خلق کیا جائے گا تو اس کی وجہ سے خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسیں ہوں گی جب وہ گیسیں آ جائیں آسمان وزمین کے درمیان یعنی فضا میں بھر جائیں تو اس کے بعد کچھ نہیں بچے گا۔

اب آپ سے سوال ہے کہ جب محمد علیہ السلام نے بھی دوٹوک الفاظ میں یہی کہا کہ یہ گیسیں الساعت کی سب سے آخری شرط ہیں تو اس کے باوجود بھی اگر آپ حق کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ جو دن رات محمد سے محبت کے دعوے کر رہے ہیں کیا وہ محض جھوٹ نہیں ہے؟ کیا یہ منافقت نہیں ہے؟ حق اس قدر کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی آپ حق کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر کیا شئے ہے کیا وجہ ہے جو آپ کو حق کو تسلیم کرنے سے منع کر رہی ہے؟ جان لیں حق کو حق حاصل ہے کہ اسے تسلیم کیا جائے اور باطل کا کفر کیا جائے اور آج جب حق سامنے آ چکا ہے تو پھر آپ کو ہر صورت اسے ماننا ہوگا۔

یہ بات جان لیں کہ آپ کو اس حق کو ماننا ہوگا خواہ آپ اپنی چاہت سے مان کر دنیا وآخرت میں فلاح کا سودا کریں یا پھر خواہ آپ آل فرعون اور ان سے پہلے ہلاک ہونے والے اپنے آباؤ اجداد کی مثل حق کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ تسلیم کرنے کے باوجود دنیا وآخرت میں ہلاکت کا سودا کریں۔

اب یہ فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے کہ آیا آپ دنیا والوں کی تہمتوں وملامتوں کی پرواہ کرتے ہوئے حق سے کفر کرتے ہیں، اکثریت کو معیار بناتے ہوئے اکثریت کی مانتے ہوئے حق سے کفر کرتے ہیں، اپنے ملاؤں اور اپنے بڑوں کے پیچھے اندھوں کی طرف چلتے ہوئے حق سے کفر کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں انتہائی ذلت آمیز ہلاکت کا سودا کرتے ہیں یا پھر حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں فلاح کا سودا کرتے ہیں۔

حق کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا اور جان لیں کہ جس جس کا بھی آپ انتظار کر رہے ہیں وہ سب کا سب آ چکا۔ اب جبکہ الساعت کی سب سے آخری شرط دخانٍ بھی آ چکیں تو اب بھی آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ جان لیں جس جس کا بھی انتظار کر رہے ہیں نہ صرف وہ سب کا سب آ چکا بلکہ آپ پر ہر لحاظ

سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے غلط ثابت نہیں کر سکتی۔

اب اس کے باوجود بھی آپ انتظار ہی کرتے ہیں تو پھر جان لیں اب سوائے الساعت کے اور اس سے پہلے میری موجودگی میں عذاب عظیم القارعہ جو کہ عالمی ایٹمی و ہائیڈروجن جنگ ہے جس میں دنیا کی اسی فیصد آبادی ماری جائے گی جسے صیحۃً واحدۃً اور صاعقہ بھی کہا گیا ان کے علاوہ کچھ نہیں رہ گیا۔ میری موجودگی میں عنقریب القارعہ آئے گی جو کہ بالکل سر پر آ کھڑی ہے اور میرے بعد سوائے الساعت کے کچھ نہیں رہا۔ اور اب بھی اگر آپ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں ابھی سب کچھ آنا ہے تو پھر ٹھیک ہے تم لوگ تو انتظار کر ہی رہے ہو سو انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں دیکھتے ہیں کس کا انتظار سچا ثابت ہوتا ہے۔

وہ سب آتا ہے یا ان میں سے کچھ آتا ہے جن کا تم انتظار کر رہے ہو یا پھر وہ آتا ہے جس کا میں انتظار کر رہا ہوں القارعہ عالمی ایٹمی جنگ اور میرے بعد صرف اور صرف الساعت جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا۔

سو تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں پس بہت جلد ہی تم جان لو گے کہ کون الصادقین میں سے ہے اور کون الکاذبین میں سے۔

غزوۃ الھند

الدجّال پر مختلف پہلوؤں سے اس قدر کھول کھول کر بات کی جا چکی کہ ہر خاص و عام پر ہر لحاظ اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو چکا کہ الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات و اشراط میں سے ایک علامت و شرط الدجّال انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ فطرت کے مقابلے پر وہ تمام کی تمام اشیاء ہیں مخلوقات ہیں جنہیں انسان اپنے لیے ترقی و خوشحالی سمجھتا ہے جنہیں اپنے لیے آسانیوں، سہولتوں و آسائشوں کا نام دیتا ہے یعنی الدجّال ایک عظیم فتنہ ہے اور فتنہ کہتے ہیں اصل کے مقابلے پر نقل کو جس کی وجہ سے اصل اور نقل کی پہچان مٹ جائے اور کوئی بھی نقل کا شکار ہو جائے، الدّ جال ربّ ہونے کا دعویٰ کرے گا یعنی الدجّال اصل ربّ کے مقابلے پر نقل ربّ ہوگا اور نقل کو اس وقت تک پہچاننا ناممکن ہے جب تک کہ اصل کا علم نہ ہو اور اصل ربّ فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نقل ربّ الدجّال فطرت کے مقابلے پر اس کی ضد مصنوعی مخلوقات ہوں گی جن کا خالق بذات خود انسان ہوگا۔

حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود جو لوگ نہیں مان رہے اور اپنے مشرک آباؤ اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات پر ہی ڈٹے ہوئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ نہیں ابھی تک الدجّال نہیں آیا اس لیے ہم الدجّال کا انتظار کر رہے ہیں تو ایسے لوگوں پر ایک اور پہلو سے بھی کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ نہ صرف الدجّال آ چکا پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے بلکہ آج اکثریت الدجّال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے اور خود کو مسلمان کہلوانے

والوں کی اکثریت بھی الدجّال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے۔

اس کے علاوہ ان لوگوں پر بھی واضح ہو جائے گا کہ الدجّال نہ صرف آ چکا اور پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے بلکہ وہ اسے اپنا ربّ تسلیم کر چکے ہیں جو لوگ ابھی تک علماء کے نام پر امام الدجّال طبقے کے دجل کا شکار ہیں اور اس کے بعد ان میں سے بھی کسی کے پاس کل کو کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے کہ ان پر حق کھول کر واضح نہیں کیا گیا تھا اور ہر ایک پر حجت ہو جائے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے کہا تھا کہ تم ہند پر چڑھائی کرو گے اور ہند فتح کر لو گے اس کے بعد تم اس وقت تک ہند میں رہو گے اس وقت تک ہند تمہارے قبضے میں رہے گا جب تک کہ الدجّال نہیں نکل آتا اور جب الدجّال نکل آئے گا تو الدجّال کے خروج کے بعد ہند تمہارے قبضے سے نکل جائے گا جیسا کہ اسے آپ درج ذیل روایت میں دیکھ سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: یبعث ملک فی بیت المقدس جیشاً الی الھند، فیفتحھا فیطئوا أرض الھند، ویأخذوا کنوزھا، فیصیرہ ذلک الملک حلیةً لبیت المقدس، ویقدم علیه ذلک الجیش بملوک الھند مغللین، ویفتح له مابین المشرق والمغرب، ویکون مقامھم فی الھند الی خروج الدجّال. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: بیت المقدس میں بادشاہ ہوگا بھیجے گا ایک فوج ہند کی طرف، پس وہ اسے فتح کر لیں گے پس روندیں گے ہند کی زمین کو اور پائیں گے اس کے خزانے، پس وہ بادشاہ ان خزانوں کو بیت المقدس کی زیبائش پر استعمال کرے گا اور اس فوج کے آگے ہوں گے ہند کے بادشاہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے، اور وہ فتح کر لیں گے جو درمیان ہے مشرق و مغرب کے اور رہیں گے ہند میں الدجّال کے خروج تک۔ یعنی ہند کو فتح کرنے کے بعد الدجّال کے خروج تک ہند ان کے قبضے میں رہے گا لیکن جب الدجّال نکل آئے گا تب ہند ان کے قبضے سے نکل جائے گا۔

آپ نے دیکھا اس روایت میں بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا گیا کہ نہ صرف تم ہند پر چڑھائی کرو گے بلکہ اسے فتح کرو گے اور اس وقت تک ہند تمہارے ہی قبضے میں رہے گا اس وقت تک تم یعنی خود کو امت محمد کہلوانے والے ہند پر قابض رہو گے جب تک کہ الدجّال کا خروج نہیں ہو جاتا جب الدجّال کا خروج ہو جائے گا تو اس کے بعد ہند تمہارے قبضے سے نکل جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہند پر چڑھائی کی جا چکی یا نہیں؟ اگر ہند پر چڑھائی کی جا چکی تو کیا ہند فتح ہوا؟ اگر ہند فتح ہوا تو کیا آج تک ہند مسلمانوں کے ہی قبضے میں ہے یا پھر ان کے قبضے سے نکل چکا اگر تو ایسا ہو چکا تو پھر یہ اٹل حقیقت ہے کہ الدجّال کب کا نکل چکا کیونکہ الدجّال نے پہلے نکلنا تھا اور اس کے بعد ہند نے قبضے سے نکلنا تھا اور اگر یہ سب نہیں ہوا یعنی محمد کی بعثت سے لیکر آج تک اگر ہند پر چڑھائی نہیں کی گئی، ہند فتح نہیں کیا گیا تو پھر نہ ہی الدجّال نکلا اور نہ ہی اس کے نکلنے کے قریب قریب کوئی آثار ہیں کیونکہ پہلے ہند پر چڑھائی ہوگی ہند فتح ہوگا اس کے بعد قرب قیام الساعت تک ہند مسلمانوں کے قبضے میں رہے گا اور پھر قرب قیام الساعت کے قریب الدجّال نکلے گا تو اس کے بعد ہند قبضے سے نکلے گا۔

اب آتے ہیں غزوہ ہند کی طرف کہ غزوہ ہند کیا ہے اور کیا وہ ہو چکا یا پھر ابھی تک نہیں ہوا اور مستقبل میں ہوگا ان تمام سوالات کے جواب کے لیے آپ پر لازم ہے کہ آپ نہ صرف غزوہ کو جان لیں کہ غزوہ کے معنی کیا ہیں غزوہ کسے کہتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ ہند کو بھی جان لیں کہ ہند کیا ہے کیونکہ جب تک غزوہ کے معنی آپ پر کھل کر واضح نہیں ہو جاتے اور آپ یہ نہیں جان لیتے کہ ہند کیا ہے تب تک آپ غزوۃ الہند کے بارے حقائق کو نہیں سمجھ سکتے اور یوں شیاطین مجرمین امام الدجّال میں سے کوئی بھی مذہب کا ٹھیکیدار آپ کو گمراہ کر سکتا ہے آپ کی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

غزوۃ: جس کے معنی یہ بیان کیے جاتے ہیں کہ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں محمد علیہ السلام نے بذات خود بنفس نفیس شرکت کی ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جس کا حقیقت کیساتھ رائی برابر بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ صرف اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے یہ جھوٹ بولا گیا بلکہ اس کی اتنی تشہیر کی کہ زبان زد عام ہو گیا جب بھی کسی نے غزوہ ہند یا کسی ایسی لڑائی کے بارے میں بات کرنے کا سوچا جس میں لفظ غزوہ کا استعمال ہوا ہے تو وہ اس جملے کی اصل حقیقت کو جاننے کی بجائے اس کے بارے میں پھیلائی گئی خرافات کا شکار ہو گیا۔

''غزوۃ'' جملہ ہے جو کہ تین الفاظ '' غز، زو اور ۃ یا ہ '' کا مجموعہ ہے۔

غز: کے معنی ہیں آغاز کرنا، پہل کرنا، شروع یا ابتداء کرنا۔

زو: کے معنی ہیں چڑھنا، چڑھائی کرنا وغیرہ

اور '' ہ '' اس مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے بارے میں بات کی جارہی ہوتی ہے اگر جس کے بارے میں بات کی جارہی ہو اس کا نام آگے موجود ہو تو '' ہ '' نہیں بلکہ '' ۃ '' کا استعمال کیا جائے گا کیوں کہ عربی میں '' ۃ '' براہ راست اس شئے یا عوامل کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا ذکر کرنا مقصود ہو اور اگر نام یا براہ راست اس شئے کا ذکر نہ ہو تو محض اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''ۃ '' کی بجائے '' ہ '' کا استعمال ہوگا یعنی '' ۃ '' ساکت ہو جائے گی۔

اب ان تینوں الفاظ کو جوڑا جائے تو جملہ بنے گا '' غزوۃ یا غزوہ '' جس کے معنی ہیں کسی پر چڑھائی کی ابتداء کرنا چڑھائی کا آغاز کرنا، چڑھائی میں پہل کرنا۔

اور پھر ایک اور بات بھی یاد رکھیں کہ یہ جملہ تو عربوں کی زبان کا ہے جو محمد کی بعثت سے قبل بھی استعمال ہوتا تھا نہ کہ یہ لفظ محمد کی بعثت کے بعد وجود میں آیا۔ جب یہ لفظ عربی کا ہے اور محمد کی بعثت سے قبل بھی استعمال ہوتا تھا تو پھر ان لوگوں سے سوال ہے جو یہ کہتے ہیں اور اسے اپنا عقیدہ بنا چکے ہیں کہ غزوہ اسے کہتے ہیں جس میں محمد رسول اللہ نے خود شرکت کی ہو یا جس جنگ کی کمانڈ خود محمد رسول اللہ نے کی ہو، اگر غزوہ کے یہی معنی ہیں تو پھر اس سوال کا جواب دیجئے کہ محمد کی بعثت سے قبل جب یہ لفظ استعمال ہوتا تھا تو وہاں اس کے معنی کیا لیے جائیں گے؟ یا کیا معنی لیے جاتے تھے؟ اور پھر کیا یہ جملہ صرف خود کو مسلمان کہلوانے والے ہی استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں یا پھر اس کا تعلق کسی دین یا مذہب سے نہیں بلکہ یہ تو ایک خطے کی زبان کا ایک جملہ ہے؟

اب جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ نہ صرف عربوں کی زبان میں محمد کی بعثت سے قبل سے ہی پایا جاتا ہے بلکہ محمد کی بعثت تو بعد کی بات ہے محمد کی پیدائش سے قبل بھی یہ جملہ عربوں کے ہاں استعمال ہوتا تھا تو اس جملے کی بنیاد پر دیا جانے والا دجل ودھوکہ بالکل کھل کر چاک ہو چکا۔

پھر اس کے علاوہ دوسرا لفظ ہے ''ہند''۔ ہند کیا ہے؟ کیا ہند موجودہ بھارت یعنی انڈیا ہے؟ کیونکہ آج جب بھی غزوہ ہند کا ذکر آتا ہے تو اکثریت ہند سے مراد آج کے بھارت یعنی انڈیا کو قرار دیتی ہے اور پھر یوں غزوہ ہند سے مراد لیا جاتا ہے کہ قیام الساعت سے پہلے مسلمان نامی قوم انڈیا پر چڑھائی کرے گی اور انڈیا کو فتح کر لے گی۔

اب حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بہت بڑا دجل وفریب ہے اور ایک عظیم دھوکہ ہے جو آج لوگوں کو دیا جا رہا ہے اور نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد اس دجل وفریب کا شکار ہو کر مجرمین شیاطین کا آلہ کار بن جاتی ہے اور مجرمین شیاطین انہیں دین کے نام پر ان کے جذبات سے کھلواڑ کرتے ہوئے اپنے بے بنیاد و باطل مقاصد کی تکمیل کی خاطر مہروں کی طرح استعمال کر رہے ہیں۔

ہند موجودہ بھارت یا انڈیا کو نہیں کہا جاتا تھا بلکہ محمد کی بعثت کے وقت ہند موجودہ پاکستان کے کچھ علاقوں، انڈیا، نیپال، سری لنکا، بنگلہ دیش اور ان کے آس پاس کے علاقوں پر مشتمل وسیع خطے کو کہا جاتا تھا اور آج تو ہند کا وجود کب کا ختم ہو چکا اب دنیا کے نقشے پر آپ کو ہند نہیں ملے گا بلکہ اس کی جگہ کئی ممالک نظر آئیں گے۔

اب آئیں ان روایات کی طرف جن روایات میں نہ صرف غزوہ ہند کا ذکر ہے جو کہ غزوہ ہند کے موضوع کی بنیاد ہیں بلکہ انہی روایات کی بنیاد پر آج کچھ لوگ اور گروہ ایسے ہیں جو غزوہ ہند کے نام پر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کی خاطر دین کے نام پر جذباتی ذہنوں سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ وذكر الهند فقال: ليغزون الهند لكم جيش، يفتح الله عليهم حتى ياتوا بملوكهم مغللين بالسلاسل، يغفر الله ذنوبهم، فينصرفون حين ينصرفون فيجدون ابن مريم بالشام، قال: ابو هريرةؓ: ان انا ادركت تلك الغزوة بعت كل طارف لی وتالد وغزونها، فاذا فتح الله علينا وانصرفنا فأنا ابو هريرة المحرر، يقدم الشام فيجد فيها عيسىٰ ابن مريم، فلأ حرصن أن أدنو منه فأخبره أني قد صحبتک يا رسول الله ، قال: فتبسم رسول الله ﷺ وضحک، ثم قال: هيهات هيهات. نعیم بن حماد

ابو ہریرہ نے کہا کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے اور یاد کیا ہند کو پس کہا تمہاری فوج ہند پر چڑھائی کرے گی اللہ ان پر کھول دے گا یعنی ہند فتح ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ

فوج آئے گی ان کے یعنی ہند کے بادشاہوں کیساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے گی، اللہ ان کے ذنوب غفر کردے گا، پس وہاں سے نکلنے کے وقت وہاں سے نکلیں گے تو شام میں ابن مریم کو پائیں گے۔ کہا ابو ہریرۃ نے اگر میں نے اس غزوہ کو پالیا تو میں اپنا سب کچھ بیچ دوں گا اور اس غزوہ میں شامل ہو جاؤں گا پس جب اللہ نے ہم پر کھول دیا یعنی ہمیں فتح دے دی اور میں واپس پلٹا تو پس میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا آگے بڑھوں گا شام پس پاؤں گا شام میں ابن مریم علیہ السلام کو، پس مجھے حرص ہے کہ انہیں خبر دوں کہ میں آپ کا ساتھی تھا اے اللہ کے رسول ﷺ۔ پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ہنسے پھر کہا بہت دور بہت دور یعنی اے ابو ہریرہ تم اس غزوہ کو ہی نہیں پاسکو گے عیسیٰ رسول اللہ سے ملاقات تو بہت دور کی بات ہے۔

اس روایت کی بنیاد پر آج آپ کو یہ بات اکثر سننے کو ملے گی جو کہ آج ایک عقیدے و نظریے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے کہ جو گروہ یا فوج غزوہ ہند کرے گی یعنی ہند پر چڑھائی کرے گی وہی گروہ، لوگ یا فوج یہاں سے فتوحات کرتے ہوئے شام جائیں گے اور جب شام پہنچیں گے تو وہاں عیسیٰ رسول اللہ کو پائیں گے اور پھر اسی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ چونکہ زمانے کے آخر پر قرب قیام الساعت آئیں گے اس لیے غزوہ ہند بھی ابھی مستقبل میں جا کر ہونا ہے۔

یہ ایک بہت ہی خطرناک عقیدہ ہے جس کی نہ تو کوئی بنیاد ہے اور نہ ہی اس میں ایک رائی برابر بھی حقیقت ہے اس کے باوجود غزوہ ہند کے نام پر آج تک نہ صرف دھوکا دیا جاتا رہا بلکہ آج بھی دھوکا دیا جا رہا ہے۔ بلا شک وشبہ اس روایت میں ایسا تاثر ملتا ہے کہ جو لوگ غزوہ ہند کریں گے وہی شام میں عیسیٰ رسول اللہ کو پائیں گے یعنی یہ ایک ہی گروہ ہو گا لیکن حقیقت کیا ہے جیسے ہی ہم آگے بڑھیں گے تو حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔

سب سے پہلی بات کہ غزوہ ہند کرنے والے کون ہوں گے؟ کیا کوئی تنظیم، جماعت، کچھ لوگوں کا غزوہ ہند کے نام پر گروہ وغیرہ ہو گا؟ یا پھر فوج ہو گی؟ تو اس سوال کا جواب صراحت کیساتھ اسی روایت میں موجود ہے کہ وہ ایک جیش ہو گی اور جیش عربی میں کہتے ہیں ریاستی فوج کو۔ مثلاً جیسے ریاست پاکستان کی فوج، ریاست سعودی عرب کی فوج، ریاست ایران کی فوج، ریاست انڈیا کی فوج یا دنیا میں جتنے ممالک یعنی ریاستوں کی افواج ہیں۔ ریاستی فوج کو عربی میں جیش کہتے ہیں۔

روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ صراحت کیساتھ موجود ہیں کہ غزوہ ہند کرنے والے لوگ ریاستی فوج ہو گی جس سے ان تمام لوگوں کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے جو کسی بھی ریاست کی فوج نہیں بلکہ مختلف گروہ، تنظیمیں یا جماعتیں وغیرہ ہیں جو اگر وہ غزوہ ہند کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں یا وہ غزوہ ہند کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں تو وہ نہ صرف اپنے دعوے، اپنی بات میں اعلیٰ درجے کے جھوٹے ہیں بلکہ وہ غزوہ ہند کے نام پر اپنے ذاتی مفاد یا عزائم کی تکمیل کے لیے عام ذہنوں سے کھلواڑ کرتے ہیں اور انہیں اپنے باطل عزائم کے لیے گمراہ کرتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس ریاست کی فوج ہو گی؟ اور یہ سوال اس لیے بھی اہم ہے کہ آج دنیا میں ایک ریاست ایسی ہے جس کی فوج غزوہ ہند کے نام پر ایک عرصے سے سازشوں میں مصروف ہے اور نوجوانوں کو غزوہ ہند کے نام پر اشتعال دلا کر ان کا اپنے بے بنیاد و باطل مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔

آج یہ بات آپ کو کثرت کیساتھ سننے کو ملے گی کہ غزوہ ہند ریاست پاکستان کی فوج لڑے گی، یہ پاکستان کی ہی فوج ہے جس کے بارے میں احادیث کے نام پر روایات میں بشارت دی گئی ہے۔ اب اس میں کس قدر صداقت ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ آخر وہ کس ریاست کی فوج کا ذکر کیا گیا تھا جس نے غزوہ ہند کرنا تھا۔

رسول اللہ ﷺ قال: یبعث ملک فی بیت المقدس جیشاً الی الھند، فیفتحھا فیطئوا أرض الھند، ویأخذوا کنوزھا، فیصیرہ ذلک الملک حلیۃ لبیت المقدس، ویقدم علیہ ذلک الجیش بملوک الھند مغللین، ویفتح لہ مابین المشرق والمغرب، ویکون مقامھم فی الھند الی خروج الدجّال. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: بیت المقدس میں بادشاہ ہو گا بھیجے گا ایک فوج ہند کی طرف، پس وہ اسے فتح کر لیں گے پس روندیں گے ہند کی زمین کو اور پائیں گے اس کے خزانے، پس وہ بادشاہ ان خزانوں کو بیت المقدس کی زیبائش پر استعمال کرے گا اور اس فوج کے آگے ہوں گے ہند کے بادشاہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے، اور وہ فتح کر لیں گے جو درمیان ہے مشرق و مغرب کے اور رہیں گے ہند میں الدجّال کے خروج تک۔ یعنی ہند کو فتح کرنے کے بعد الدجّال کے خروج تک ہند ان کے قبضے میں رہے گا لیکن جب الدجّال نکل آئے گا تب ہند ان کے قبضے سے نکل جائے گا۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام نے اس سوال کا جواب بھی بہت ہی صراحت کیساتھ دے دیا جس کا انکار دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد علیہ السلام نے غزوہ ہند کا ذکر کیا تھا تو یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ کون سی فوج ہوگی جو ہند پر چڑھائی کرے گی یعنی غزوہ ہند کرے گی۔ محمد علیہ السلام نے کہا کہ بیت المقدس میں بادشاہ ہوگا جو ہند کی طرف فوج بھیجے گا۔

بیت المقدس جو کہ شام میں واقع ہے شام میں کوئی بادشاہ ہوگا جو ہند کی طرف یعنی ہند پر چڑھائی کے لیے فوج بھیجے گا اور وہ فوج ہند کو فتح کرلے گی۔ اس سے کئی باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں ان میں ایک یہ کہ اگر ریاست پاکستان کی فوج غزوہ ہند کرے گی تو کیا پاکستان شام میں واقع ہے؟ کیا بیت المقدس شام کی بجائے پاکستان میں ہے؟ اور پھر کیا پاکستان میں بادشاہت قائم ہے؟ کیونکہ جس ریاست کی فوج نے غزوہ ہند کرنا تھا اس ریاست کے بارے میں تو روایت میں صراحت کیساتھ یہ بات موجود ہے کہ اس ریاست میں بادشاہت قائم ہوگی بادشاہ فوج کو ہند کی طرف بھیجے گا ہند پر چڑھائی کرنے کے لیے۔ اور وہ بادشاہ بیت المقدس یعنی کہ اس ریاست کا دارالخلافہ شام میں ہوگا اور وہیں یعنی شام بیت المقدس میں بادشاہ ہوگا۔

حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ غزوہ ہند کرنے والی فوج کو شام میں موجود بادشاہ نے بھیجنا تھا جس سے ایک اور بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب غزوہ ہند نے ہونا تھا تب نہ صرف شام اس ریاست میں موجود ہونا تھا بلکہ وہ ریاست اس قدر وسیع ہوچکی ہونا تھی کہ جب ہند پر چڑھائی کرنا تھی تب یا تو اس کی سرحد ہند کیساتھ منسلک ہونا تھی یا پھر شام کی طرف ہند کیساتھ لگنے والے خطے تک اس ریاست کو پھیل چکا ہونا تھا۔

محمد کی بعثت کے وقت ایک طرف شام تھا اس کیساتھ عراق عراق کیساتھ فارس اور فارس کیساتھ سندھ اور سندھ کے ساتھ ہند تھا یعنی جب غزوہ ہند ہونا تھا تب نہ صرف شام ریاست اسلامیہ کا حصہ ہونا تھا بلکہ عراق اور فارس بھی ریاست اسلامیہ میں شامل ہو چکا ہونا تھا اس کے علاوہ پیچھے رہ جاتا ہے سندھ، یا تو ہند پر چڑھائی کرنے کے لیے سندھ بھی فتح ہو چکا ہونا تھا سندھ کو بھی ریاست اسلامیہ میں شامل ہو چکا ہونا تھا یا پھر اگر نہیں تو پھر ہند پر چڑھائی کے لیے پہلے سندھ پر چڑھائی کرنا لازم تھی یوں ہند پر چڑھائی کرنے کے لیے پہلے سندھ کو فتح کیا جانا تھا اس کے بعد ہند پر چڑھائی کر کے اسے فتح کرنا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو جو بھی غزوہ ہند کا دعویدار ہے خواہ وہ کوئی گروہ ہو، کوئی تنظیم ہو یا پھر کوئی ریاست اور اس کی فوج کیا وہ ان تمام شرائط پر پورا اترتے ہیں؟ اگر غزوہ ہند پاکستانی فوج نے کرنا ہے تو کیا پاکستان نامی ریاست جہاں واقع ہے اس میں شام بھی آتا ہے؟ کیا پاکستان کا دارالخلافہ بیت المقدس میں ہے؟ کیا پاکستان میں بادشاہت قائم ہے اور بادشاہ کا دفتر شام بیت المقدس میں ہے؟ کیا ہند قرار دیا جانے والا انڈیا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہے؟ اور ان تمام ریاستوں میں بادشاہتیں قائم ہیں؟ اگر ان میں سے ہر سوال کا جواب نہیں ہے یا یہاں تک کہ کسی ایک بھی سوال کا جواب نہیں ہے تو پھر پاکستان کو اسلامی ریاست قرار دینا اور اسکی فوج کی طرف سے غزوہ ہند کے دعوے کرنا ایک بہت بڑا دھوکا ہے جو ریاست اور اس کا ادارہ لوگوں کو دے رہا ہے اور بھولے بھالے نوجوانوں کو اپنا شکار بنا رہا ہے۔

پھر یہاں ایک اور سوال ان لوگوں سے بھی ہے جو یہ عقیدہ و نظریہ رکھتے ہیں کہ ہند کو فتح کرنے والا گروہ فتوحات کرتے ہوئے شام پہنچے گا تو وہاں عیسیٰ رسول اللہ کو پائے گا۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ گروہ شام کو کس سے فتح کرے گا کیا اسی بادشاہ سے؟ کیونکہ آپ لوگوں کے بقول تو ہند کو فتح کیا جائے گا اس کے بعد علاقوں کو فتح کرتے ہوئے شام کو فتح کیا جائے گا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذرا غور کریں روایات میں تو کہا گیا ہے کہ شام میں موجود بادشاہ فوج کو غزوہ ہند کے لیے بھیجے گا تو پھر وہ فوج شام کو کس سے فتح کرے گی؟ کیا اسی بادشاہ سے؟ اور پھر آپ کا دعویٰ یوں بھی بے بنیاد و باطل ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ کہہ رہے ہیں ہند کو فتح کرنے کے بعد فتوحات کرتے ہوئے شام پہنچیں گے لیکن روایات میں اس کے بالکل متضاد بات کی گئی ہے روایات میں تو کہا گیا ہے کہ شام کی طرف سے فتوحات کرتے ہوئے ہند پر چڑھائی کی جائے گی ہند کو فتح کیا جائے گا۔

روایت میں تو صراحت کیساتھ یہ مذکور ہے کہ شام سے فوج آئے گی ہند پر چڑھائی کرنے کے لیے یعنی شام پہلے سے ہی قبضے میں ہوگا نہ صرف قبضے میں ہوگا بلکہ وہ ریاست کا دارالخلافہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ہند سے شام کی طرف فوج جائے گی اس لیے ایسے لوگوں کو بھی اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جو ایسے عقائد ونظریات کے ساتھ جی رہے ہیں کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو پہلے ہند فتح کرے گا پھر فتوحات کرتے ہوئے شام پہنچے گا تو وہاں عیسیٰ اللہ کے رسول کو پائے گا۔

جو جو لوگ غزوہ ہند پاکستان سے کروانے کے دعویدار ہیں وہ جان بوجھ کر یہ بات چھپا دیتے ہیں کہ غزوہ ہند کرنے والی فوج نے ہند پر چڑھائی کرنے سے پہلے

سندھ پر چڑھائی کرنا تھی اس فوج نے سندھ اور ہند کے باہر عرب سے آنا تھا اور پاکستان تو بذات خود ماضی کے سندھ اور ہند کے علاقوں پر مشتمل ریاست ہے۔

آج تک یہ عام عوام کو اتنے عظیم دھوکے میں مبتلا کر کے اپنے ذاتی مفاد اور اپنے خود ساختہ عزائم پورے کرنے کی غرض سے محمد رسول اللہ کی ذات پر جھوٹ باندھتے رہے، بہتان عظیم باندھتے رہے لیکن انہیں بالکل بھی شرم نہ آئی انہیں بالکل بھی احساس نہ ہوا کہ یہ کتنا بڑا جرم کر رہے ہیں اور پھر ان لوگوں کو احساس ہوگا بھی کیوں کیونکہ یہ تو امام الدجّال ہیں وہ لوگ جنہوں نے آج تک الدجّال پر پردہ ڈالے رکھا یہ لوگ الدجّال کے لیے ڈھال بنے رہے اور الدجّال کو انسانوں کے لیے مسیحا بنا کر پیش کرتے رہے۔

ان تمام لوگوں کو سوچنا چاہیے اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے وقت ہاتھ سے نکل جائے جو غزوہ ہند کے نام پر مختلف دھوکے بازوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں جوان کے دجل کا شکار ہو کر ان کے مذموم مقاصد کو پروان چڑھانے میں آلہ کار بن رہے ہیں۔ جان لو ہر لحاظ سے حق تم پر واضح ہو چکا آج تم حق سے اعراض تو کر سکتے ہو لیکن کل کو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا آج وقت ہے فیصلہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے اپنی آنکھیں کھولو اس سے پہلے کہ وہ وقت آجائے جب سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے۔

پھر اس کے علاوہ یہ عقیدہ و نظریہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو نہ صرف ہند کو فتح کرے گا بلکہ عیسیٰ رسول اللہ کی بعثت کے وقت انہیں پائے گا حالانکہ وہ ایک ہی گروہ نہیں بلکہ دو الگ الگ گروہ ہوں گے اس کے باوجود اس عقیدے و نظریے کی بنیاد بھی یہی درج ذیل روایت ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ وذكر الهند فقال: ليغزون الهند لكم جيش، يفتح الله عليهم حتى ياتوا بملوكهم مغللين بالسلاسل، يغفر الله ذنوبهم، فينصرفون حين ينصرفون فيجدون ابن مريم بالشام، قال: ابو هريرةؓ: ان انا ادركت تلك الغزوة بعت كل طارف لی وتالد وغزونها، فاذا فتح الله علينا وانصرفنا فأنا ابو هريرة المحرر، يقدم الشام فيجد فيها عيسىٰ ابن مريم، فلأ حرصن أن أدنو منه فأخبره أنی قد صحبتک يا رسول الله ، قال: فتبسم رسول الله ﷺ وضحک، ثم قال: هيهات هيهات. نعیم بن حماد

ابو ہریرہ نے کہا کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے اور یاد کیا ہند کو پس کہا تمہاری فوج ہند پر چڑھائی کرے گی اللہ ان پر کھول دے گا یعنی ہند فتح ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ فوج آئے گی ان کے یعنی ہند کے بادشاہوں کیساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے گی، اللہ ان کے ذنوب غفر کر دے گا، پس وہاں سے نکلنے کے وقت وہاں سے نکلیں گے تو شام میں ابن مریم کو پائیں گے۔ کہا ابو ہریرۃ نے اگر میں نے اس غزوہ کو پالیا تو میں اپنا سب کچھ بیچ دوں گا اور اس غزوہ میں شامل ہو جاؤں گا پس جب اللہ نے ہم پر کھول دیا یعنی ہمیں فتح دے دی اور میں واپس پلٹا تو پس میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا آگے بڑھوں گا شام پس پاؤں گا شام میں عیسیٰ ابن مریم کو، پس مجھے حرص ہے کہ انہیں خبر دوں کہ میں آپ کا ساتھی تھا اے اللہ کے رسول ﷺ۔ پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ہنسے پھر کہا بہت دور بہت دور یعنی اے ابو ہریرہ تم اس غزوہ کو ہی نہیں پاسکو گے عیسیٰ رسول اللہ سے ملاقات تو بہت دور کی بات ہے۔

اس روایت سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا اسی وجہ سے ابو ہریرہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو ہند پر چڑھائی کرے گا اور وہی گروہ شام میں عیسیٰ رسول اللہ کو پائے گا لیکن جب ابو ہریرہ نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو محمد علیہ السلام نے جو جواب دیا اس سے حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

ابو ہریرہ کے الفاظ کو دیکھئے اور پھر محمد علیہ السلام کا جواب کیا تھا اسے بھی دیکھیں۔

کہا ابو ہریرۃ نے اگر میں نے اس غزوہ کو پالیا تو میں اپنا سب کچھ بیچ دوں گا اور اس غزوہ میں شامل ہو جاؤں گا پس جب اللہ نے ہم پر کھول دیا یعنی ہمیں فتح دے دی اور میں واپس پلٹا تو پس میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا آگے بڑھوں گا شام پس پاؤں گا شام میں عیسیٰ علیہ السلام کو، پس مجھے حرص ہے کہ انہیں خبر دوں کہ میں آپ کا ساتھی تھا اے اللہ کے رسول ﷺ۔ پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور ہنسے پھر کہا بہت دور بہت دور یعنی اے ابو ہریرہ آپ اس غزوہ کو ہی نہیں پا سکیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات تو بہت دور کی بات ہے۔

یعنی یہ کہ غزوہ ہند جو کہ عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہے اور آپ کے قریب ترین آپ اس کو نہیں پاسکیں گے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات تو بہت دور کی بات

ہے کیونکہ انہوں نے تو زمانے کے بالکل آخر میں قرب قیام الساعت آنا ہے جب وقت بالکل ختم ہو چکا ہوگا۔

جب محمد علیہ السلام کو ادراک ہوا کہ ابو ہریرہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہوئے یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا تو محمد علیہ السلام نے دوٹوک الفاظ میں بالکل کھول کر بتا دیا کہ وہ ایک نہیں بلکہ دو الگ الگ گروہ ہوں گے جیسا کہ درج ذیل روایت میں یہی بات دوٹوک الفاظ میں کھول کر سامنے رکھ دی گئی۔

قال رسول الله ﷺ: عصابتان من أمتي حررهما الله من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام. سنن النسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری اُمت سے دو گروہوں کو اللہ نے آگ سے آزاد کر دیا، ایک جسے آگ سے آزاد کیا وہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ وہ جو ہوگا عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ۔

جب ابو ہریرۃ پر یہ بات واضح ہوگئی تو اس کے بعد ابو ہریرۃ کے ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ اس کے بعد بھی ابو ہریرۃ نے اپنی اسی خواہش کا ذکر کیا ہو۔ اس خواہش کا اظہار ابو ہریرۃ نے صرف محمد علیہ السلام کے سامنے اس وقت کیا جب محمد علیہ السلام نے غزوہ ہند اور عیسیٰ رسول اللہ کو پانے والی بات کی اور محمد علیہ السلام کو اسی وقت ادراک ہوگیا کہ ابو ہریرۃ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ایک ہی گروہ ہوگا جو غزوہ ہند میں شریک ہوگا اور اس کے بعد شام میں عیسیٰ رسول اللہ سے ملے گا۔ اسی وجہ سے محمد علیہ السلام نے اس کی وضاحت کردی کہ وہ ایک گروہ نہیں بلکہ دو الگ الگ گروہ ہوں گے۔

اور اس کے بعد ابو ہریرۃ کے جو بھی الفاظ ملتے ہیں ان میں یہی ملتا ہے کہ ابو ہریرۃ نے اس کے بعد کبھی بھی عیسیٰ رسول اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی خواہش کا اظہار نہیں کیا بلکہ صرف غزوہ ہند میں شمولیت کی خواہش کا شدت سے اظہار کرتے تھے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ابو ہریرۃ کو یقین تھا اور علم تھا کہ غزوہ ہند اتنا قریب ہے کہ ہوسکتا ہے وہ اتنی زندگی پالیں کہ اس میں شریک ہوسکیں۔ اور جب غور کریں تو یہ بات ثابت بھی ہو جاتی ہے کہ ابو ہریرۃ اپنی خواہش کا جو اظہار کرتے تھے وہ حقیقت میں اسی لیے کرتے تھے کہ غزوہ ہند بہت قریب تھا اور ان کو لگتا تھا کہ ہوسکتا ہے وہ تب تک حیات ہوں اور اسے پالیں۔ جیسا کہ ابو ہریرۃ کی وفات ۵۷ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی اور غزوہ ہند ان کی وفات کے محض ۳۳ سال بعد ۹۰ ہجری میں ہوا۔ یعنی ابو ہریرہ کی موت کے محض ۳۳ سال بعد اسلامی ریاست کی طرف سے سندھ کی جانب سے ہند پر چڑھائی کی گئی اور اگر ابو ہریرۃ مزید ۳۳ سال زندہ رہتے تو وہ غزوہ ہند کو پا سکتے تھے اسی وجہ سے ابو ہریرۃ اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے تھے۔

ابی هريره رضی الله عنه قال: حدثني خليلي الصادق رسول الله ﷺ انه قال يكون في هذه الامة بعث الى السند والهند فان أنا أدركته فاستشهدت فذلك وان أنا فذكر كلمة رجعت وأنا أبو هريرة المحرر قد أعتقني من النار. البدايه والنهايه، مسند احمد، الاخبار

ابو ہریرہ نے کہا مجھے بتایا ایک واقعہ میرے دوست نے جس کی ہر بات سچ ہوتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے۔ کہ انہوں نے کہا ہوگا اس امت میں بعث کیا جائے گا سندھ اور ہند کی طرف پس اگر میں نے پالیا اسے پس میں جس کا اظہار کرتا رہتا ہوں میں نے اپنے عمل سے اس پر گواہی دے دی پس وہی ہوا اور اگر میں واپس پلٹا پس میں یہ الفاظ ذکر کروں گا اور میں آزاد ابو ہریرہ تحقیق مجھے آزاد کر دیا گیا النار سے۔

ابی هريرة رضی الله عنه قال: وعدنا رسول الله ﷺ غزوة الهند فان ادركتها أنفق فيها نفسي ومالي فان أقتل كنت من افضل الشهداء وان أرجع فأنا أبو هريرة المحرر. سنن نسائی

ابو ہریرۃ نے کہا ہم سے وعدہ کیا رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ ہند کا پس اگر میں نے اسے پالیا خرچ کر دوں گا اس میں اپنی جان اور اپنے مال کو پس اگر قتل ہو گیا تو ہوں گا افضل الشہداء سے اور اگر واپس پلٹا پس میں ہوں گا آزاد کر دیا گیا ابو ہریرہ۔

قال رسول الله ﷺ: عصابتان من أمتي حررهما الله من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام. سنن النسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا میری اُمت سے دو گروہوں کو اللہ نے آگ سے آزاد کر دیا، ایک جسے آگ سے آزاد کیا وہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو ہوگا

عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ۔

اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ ایک گروہ نہیں ہوگا بلکہ دو مختلف الگ الگ گروہوں کا ذکر ہے ان میں ایک اسلامی ریاست کی فوج ہے جس نے سندھ اور ہند پر چڑھائی کرنا تھی اور دوسرا ان لوگوں کا گروہ ہے جو عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعث کے وقت انہیں پہچان کر ان کا ساتھ دیں گے ان کیساتھ ہوں گے۔ جب وضاحت ہوئی تو ابو ہرہ پر بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی اسی وجہ سے اس کے بعد ابو ہریرہ نے عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی خواہش کا اظہار نہیں کیا بلکہ صرف غزوہ ہند میں شرکت کی خواہش کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ جس سے یہ بات بالکل صراحت کیساتھ واضح ہو جاتی ہے کہ غزوہ ہند بہت ہی قریب ہونے والے معرکوں میں سے تھا یعنی ابو ہریرہ کو امید تھی کہ ہوسکتا ہے کہ میں غزوہ ہند کو پالوں لیکن محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق وہ اسے نہ پاسکے اور محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق ابو ہریرہ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصے بعد بالکل اسی طرح غزوہ ہند ہوا جیسے محمد علیہ السلام نے کہا تھا۔

محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ یعنی نبوت کی طرز پر خلافت رہے گی تیس سال یعنی میرے بعد نبوت کی طرز پر تیس سال گزریں گے اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت آجائے گی مطلب یہ کہ جیسا نظام حکومت اللہ کے نبی محمد نے قائم کیا ایسا ہی نظام حکومت محمد کی وفات کے بعد تیس سال تک رہے گا اس کے بعد خلافت یعنی نبوی نظام حکومت بادشاہت میں بدل جائے گا۔

خلافت علی منہاج النبوۃ میں ریاست کے سربراہ کے لیے مشاورت کا حکم ہے کہ خلیفہ ان لوگوں کی مشاورت سے آنا چاہیے جو علم میں راسخ ہیں اور اس کے برعکس بادشاہت کہتے ہیں نسل در نسل اقتدار کے منتقل ہونے کو۔ اور بالکل یہی ہوا تیس سال تک خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہی اور اس کے بعد معاویہ بن سفیان نے اسے بادشاہت میں بدل دیا یوں خلافت بنوامیہ کے خاندان میں بادشاہت کی صورت اختیار کرگئی۔ معاویہ بن سفیان نے اپنے آخری ایام میں اپنے بیٹے یزید کو اقتدار منتقل کر دیا، یزید بن معاویہ کے بعد اس کے بیٹے کو اقتدار منتقل ہوا اور اسی طرح یہ بادشاہت چلتی رہی اسی دوران نہ صرف ریاست کا دارالخلافہ شام میں تھا بلکہ ایک ایسا بادشاہ آیا جس کا نام عبدالملک بن مروان تھا۔ شام بیت المقدس میں موجود بادشاہ عبدالملک بن مروان نے ریاستی فوج کو سندھ اور ہند پر چڑھائی کے لیے بھیجا۔ اور حیران کن طور پر اس وقت سندھ اور ہند میں بھی بادشاہتیں قائم تھیں اس فوج نے نہ صرف سندھ اور ہند کو فتح کیا بلکہ اس کے بادشاہوں کو امراء کو بیڑیوں میں جکڑ کر شام میں موجود بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ یعنی بالکل وہی سب ہوا جس کا ذکر محمد علیہ السلام نے کیا تھا اور پھر کئی صدیاں تک ہند خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے ہی قبضے میں رہا یہاں تک کہ الدجّال کا خروج نہیں ہو گیا اور پھر جب الدجّال کا خروج ہوا تو اس کے بعد ہند مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔

آپ یہ جان کر چونک جائیں گے کہ جسے صنعتی انقلاب کا نام دیا جاتا ہے صنعتی انقلاب جو کہ الدجّال ہے ہم پیچھے ہر لحاظ سے ہر پہلو سے واضح کر چکے ہیں اس کی ابتداء برطانیہ سے ہوئی۔ الدجّال کے خروج کے بعد برطانیہ ہی وہ ملک تھا جس نے ہند کو مسلمانوں سے ان کے ہند پر کئی صدیوں کے قبضے کے بعد چھین لیا یوں ہند مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔

اب جب محمد علیہ السلام نے بالکل صراحت کیساتھ یہ کہا تھا کہ ہند اس وقت تک تمہارے قبضے میں رہے گا جب تک کہ الدجّال نہیں نکل آتا اور جب الدجّال نکل آئے گا تو ہند تمہارے قبضے سے نکل جائے گا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہند کو قبضے سے نکلے ہوئے بھی صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا یہاں تک کہ اب ہند کا تو وجود تک بھی مٹ چکا ہند کی جگہ کئی ممالک وجود میں آچکے اور الدجّال ابھی تک نکلا ہی نہ ہو؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا محمد اللہ کے رسول جھوٹے تھے؟ کیا انہوں نے جھوٹ کہا تھا کہ ان کی بات پوری ہی نہ ہوئی؟ کیونکہ جب ہند کو قبضے سے نکلے ہوئے بھی صدی سے زائد کا عرصہ ہو چکا اور اگر اب تک بھی الدجّال نہیں نکلا تو پھر الدجّال کیوں نہ نکلا؟ محمد علیہ السلام کے الفاظ کے مطابق تو الدجّال ہند قبضے سے نکلنے سے پہلے نکلنا تھا۔ ہند قبضے سے نکلے صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا لیکن سب کے سب خود کو مومن و مسلم کہلوانے والے آج بھی الدجّال کے انتظار میں ہیں آخر ایسا کیوں؟

نہ صرف غزوہ ہند کی حقیقت کھل کر واضح ہو چکی، غزوہ ہند کے بارے میں حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکا بلکہ اس پہلو سے بھی کھل کر واضح ہو چکا کہ الدجّال نہ صرف کب کا آچکا، پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے بلکہ آج ہر کوئی فتنہ الدجّال کا شکار ہو چکا ہے ہر کوئی اپنے عمل سے اللہ کے ربّ ہونے کا کفر کر رہا ہے اور

الدجّال کو اپنا ربّ تسلیم کر چکا ہوا ہے خواہ کوئی زبان سے جو جی چاہے کہے۔ بے شک آپ زبان سے اللہ کے ربّ ہونے کے دعوے کرتے رہیں لیکن آپ کی زبان کے الفاظ کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ آپ کے عمل کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا زبان سے تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لیکن عمل سے نہیں کیونکہ عمل تو اپنے آپ میں اٹل حقیقت ہوتا ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اب آپ لوگوں سے سوال ہے کہ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کس کا انتظار کر رہے ہو؟ کس الدجال کا انتظار کر رہے ہو؟ ایسا کوئی الدجّال نہیں آنے والا نہ صرف حقیقی الدجّال کا قتل ہو چکا بلکہ جس الدجّال کا تم انتظار کر رہے ہو جو کہ محض تصوراتی ہے اس کا بھی قتل ہو چکا ایسا کوئی الدجال نہیں آنے والا جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔

یہاں خود کو جماعت احمدیہ، قادیانی یا احمدی کہلوانے والے لوگوں کو بھی غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الدجّال کے خاتمے کے وقت آنا تھا نہ کہ الدجّال کے اوائل میں۔ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں الدجّال کا خاتمہ ہونا تھا نہ کہ عیسیٰ رسول اللہ کے گزر جانے کے بعد بھی الدجّال دنیا میں دندناتا رہنا تھا۔ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف الساعت کا قیام ہونا تھا یعنی دنیا میں ایک عظیم زلزلے سے تمام انسانوں کا خاتمہ اور اگر آپ لوگ اپنے قول میں سچے ہو کہ مرزا غلام قادیانی ہی عیسیٰ اللہ کا رسول تھا تو پھر غلام قادیانی کی موجودگی میں الدجّال کا خاتمہ کیوں نہ ہوا؟ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الساعت کی تمام تر اشراط آ چکنے کے بعد سب سے آخر میں بعث کیا جانا تھا اور اگر مرزا غلام قادیانی سچا تھا اللہ کا رسول تھا تو کیا وہ سب سے آخر پر آیا؟ کیا اس کے بعد الساعت کی کوئی شرط نہیں آئی؟ جب کہ اس کے بعد الدجّال پوری دنیا میں پھیلا، اس کے بعد دابۃ الارض دنیا میں پھیلا، اس کے بعد دخانٍ پوری دنیا کی فضا میں بھریں اور اس کی موجودگی میں الدجّال کا خاتمہ ہی نہیں ہوا تو پھر وہ کس بنیاد پر اللہ کا رسول ٹھہرا؟ بلکہ وہ تو کذاب ثابت ہو جاتا ہے۔

مرزا غلام قادیانی اللہ کا رسول عیسیٰ نہیں تھا بلکہ اس نے اللہ پر افتراء عظیم کیا تھا وہ شیطان تھا جس نے لوگوں کو حق سے روک دیا اس کے علاوہ حقیقت کیا ہے جیسے جیسے آگے بڑھیں گے تو حق ہر لحاظ سے کھل کر سامنے آ جائے گا لیکن یہ جان لیں کہ مرزا غلام قادیانی نہ عیسیٰ تھا، نہ مہدی تھا، اور نہ ہی دنیا کی کوئی طاقت اسے سچا ثابت کر سکتی ہے کیونکہ وہ ایک جھوٹا اور اللہ کا مجرم تھا۔ قادیانی لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے غور و فکر کیجئے اس سے پہلے کہ آپ لوگ بھی دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جائیں خود اپنے لیے ہلاکت کا سودا کریں، عنقریب وہ حقائق سامنے آئیں گے کہ نہ تو کوئی ایک بھی قادیانی مرزا غلام قادیانی کا دفاع کر سکے گا اور نہ ہی کوئی چاہ کر بھی حق کا انکار کر سکے گا بلکہ باقیوں کی طرح ہر ایک کو حق کا اقرار کرنا ہی پڑے گا ہاں البتہ اس طرح حق کو تسلیم کرنا کوئی نفع نہیں دے گا بلکہ تب ماننا آپ کی مجبوری بن جائے گی آپ چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکیں گے اور الٹا آپ ماننے کی ضد کریں گے۔

تاریخ گواہ ہے جتنے بھی رسول آئے ان کو ان کی زندگی میں تکذیب و تحقیر کا نشانہ بنایا گیا اور انہی کی زندگی میں انہیں اللہ نے سچا ثابت کر۔ جیسے اللہ نے ہر شیئے کا اسی سے جوڑا خلق کیا جس طرح انسانوں کے نزدیک زمین پر یوم کا جوڑا لیل اور نہار خلق کیا گیا یوم کی ابتداء لیل یعنی اندھیرے سے ہوتی ہے پھر بالآخر اندھیرے کو روشنی کے سامنے پسپا ہونا پڑتا ہے بالکل اسی طرح اللہ نے ہر رسول کی بعثت سے لیکر اس کی وفات تک کی مدت جو کہ یوم کہلائے گی اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا یعنی اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اس لیے ہر رسول کی زندگی میں دو مرحلے آتے ہیں اور آئے اور عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی دو مراحل کا آنا ناگزیر ہے پہلا مرحلہ جو صرف خالص دعوت پر مبنی ہوتا جس میں ہر رسول کو جن کی طرف بھیجا گیا ان کی طرف سے تکذیب و تحقیر کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سے پہلے ہر رسول کو پہلے مرحلے میں اس کا سامنا کرنا پڑا لیکن دوسرے مرحلے میں دشمنوں کو بھی یا تو رسول کو تسلیم کرنا پڑا یا پھر اللہ نے اپنے عذاب کا فیصلہ سنا کر رسول اور اس کے ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا کر رسول کی صداقت کی گواہی دے دی اور پھر مجبوراً سب کو رسول کو تسلیم کرنا پڑا اور پھر ہر رسول کے بعد ان کی دعوت لفظ بہ لفظ سچی ثابت ہوئی جس وجہ سے بعد والے بھی رسول کے حق ہونے کی گواہی دینے پر مجبور ہو گئے کوئی چاہ کر بھی کسی بھی رسول کی وفات کے بعد اس کی کردار کشی نہ کر سکا جب تک کہ ضلالٍ مبینٍ نہ آ گئیں۔

کوئی ایک بھی ایسا رسول نہیں ہے جو واقعتاً اللہ کا رسول تھا لیکن بعد میں کسی نے اسے غلط ثابت کیا ہو کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر مرزا غلام

قادیانی سچا تھا تو کیا اس کیساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو گزشتہ رسولوں کیساتھ ہو چکا جو کہ اللہ کی سنت ہے جس کے بارے میں اللہ نے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ کی سنت میں تم رائی برابر بھی تبدیلی یا ہیر پھیر نہیں پاؤ گے؟ کیا وہ لوگ جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کا کفر کیا وہ مرزا غلام قادیانی کی موت سے پہلے اس پر ایمان لانے پر مجبور ہو گئے اس کے اللہ کا رسول ہونے کی گواہی دینے پر مجبور ہو گئے؟ تو ان سوالات کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں ایسا قطعاً نہیں ہوا، جب ایسا ہوا ہی نہیں تو پھر مرزا غلام قادیانی اللہ کا رسول کیسے ہوا؟ وہ اللہ کا رسول نہیں تھا بلکہ اس نے اللہ پر افتراء کیا وہ حقیقتاً من الکاذبین تھا یعنی جھوٹوں میں سے تھا۔

جیسے جیسے آگے بڑھیں گے تو الکتاب سے ایسے ایسے حقائق سامنے لائیں گے کہ دنیا کا کوئی ایک بھی قادیانی ان حقائق کو جھٹلا نہیں سکے گا خواہ کچھ بھی ہو جائے اور پھر اگر مرزا غلام قادیانی اللہ کا رسول تھا تو پھر اسے بھی کوئی جھوٹا ثابت نہیں کر سکتا لیکن اگر ایسا ہو جاتا ہے تو مرزا غلام قادیانی اللہ کا رسول نہیں بلکہ کذاب ثابت ہو گا جو کہ وہ تھا۔ عنقریب حقیقت آپ خود جان لیں گے جسے دنیا کا کوئی ایک بھی قادیانی غلط ثابت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اس حقیقت کا رد کر سکے گا کیونکہ جس کا رد ہو سکے وہ حق ہی کہاں ہوا، حق تو ہوتا ہی وہ ہے جس کا کوئی رد ہی نہ ہو۔

ملحمة الأعماق اور دابق

آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے مستقبل میں رونما ہونے والے جن جن واقعات کے بارے میں آگاہ کیا تھا ان میں سے غزوہ ہند کے علاوہ اعماق اور دابق میں اہل روم کیساتھ جنگ اور فتح قسطنطینیہ بھی شامل ہیں جن کا آج تک انتظار کیا جا رہا ہے کہ یہ واقعات بھی ابھی مستقبل میں پیش آئیں گے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جیسے غزوہ ہند کا آج تک انتظار کیا جا رہا ہے مگر آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ غزوہ ہند ہو چکا ایسے ہی نہ صرف اعماق اور دابق میں اہل روم کے ساتھ جنگ ہو چکی بلکہ فتح قسطنطینیہ بھی ماضی کا قصہ بن چکا۔

محمد علیہ السلام نے ان واقعات کے بارے میں جو بتایا تھا اس کیمطابق ان تینوں میں سب سے پہلے غزوہ ہند ہونا تھا اس کے بعد اعماق اور دابق میں رومیوں کیساتھ جنگ اور پھر آخر میں قسطنطینیہ فتح ہونا تھا۔ غزوہ ہند کو تو کھول کر واضح کر دیا گیا پیچھے رہ جاتا ہے اعماق اور دابق میں اہل روم کے ساتھ جنگ اور فتح قسطنطینیہ تو روایات میں بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان میں ترتیب کے لحاظ سے اعماق اور دابق میں رومیوں کیساتھ جنگ پہلے اور اس کے بعد قسطنطینیہ نے فتح ہونا تھا جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم بالأعماق اؤ بدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلى بينكم و بين اخواننا فيقاتلونهم فيهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله و يفتتح الثلث لا يفتنون ابدا فيفتتحون قسطنطينية فبينما هم يقتسمون الغنائم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم فى اهليكم فيخرجون وذلک باطل فاذا جاء وا الشام خرج فبينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف اذ اقيمت الصلاة فينزل عيسىٰ ابن مريم صلى الله عليه وسلم فأمهم فاذا راه عدو الله ذاب كما يذوب الملح فى الماء فلو تركه لانذاب حتى يهلک ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه فى حربته. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ الروم اتریں گے اعماق اور دابق سے، اس یوم زمین والوں میں جو سب سے خیر ہوں گے ان پر مشتمل

فوج مدینہ سے ان کی طرف نکلے گی، پس جب صفیں باندھیں گے تب الروم کہیں گے ہمارے اوران کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے لوگوں کو لونڈیاں، غلام بنایا ہم ان سے قتال کریں گے پس کہیں گے جنہوں نے خود کو اللہ کے آگے سرخم تسلیم کر دیا ہوگا کہیں گے نہیں اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے پس لڑائی ہوگی ایک تہائی حصہ بھاگ جائے گا نہیں پلٹے گا اللہ ان پر کبھی بھی یعنی مغضوب، لعنت زدہ قرار دیئے جائیں گے، ایک تہائی قتل ہو جائیں گے وہ اللہ کے ہاں سب سے افضل شہداء ہوں گے اور ایک تہائی فاتح ہوں گے نہیں ان کو فتنے میں ڈالا جائے گا کبھی بھی۔ پس وہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے پس اس کے درمیان تقسیم کریں گے مال غنیمت کو اور تحقیق وہ اپنی تلواریں زیتون سے لٹکائیں گے تب شیطان کی آواز ہوگی کہ بے شک مسیح تمہارے پیچھے تمہارے اہل وعیال میں نکل چکا پس وہ نکلیں گے تو وہ باطل ہوگا پس جب شام پہنچیں گے یعنی ملحمہ قسطنطنیہ کے بعد شام میں ملحمہ ہوگا تب ان کے درمیان نکلے گا وہ قتال کی تیاری کر کے صف باندھ رہے ہوں گے جب الصلاۃ قائم کریں گے پس اتریں گے عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس جڑ یعنی بنیاد ہوں گے ان کی پس جب اللہ کا دشمن دیکھے گا تو پگھلے گا ایسے جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے پس اگر اسے چھوڑ بھی دیتے تو پگھل جاتا یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا اور لیکن قتل کرے گا اسے اللہ اپنی قوت سے پس انہیں دکھا دے گا اس کا خون عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حربت پر یعنی جس شئے سے اللہ کے رسول عیسیٰ نے الدجّال کا مقابلہ کیا جسے بعض روایات میں باب لد سے کہا گیا لد کہتے ہیں خالص اللہ کے عطا کردہ علم کو اور یہی وہ خالص اللہ کا عطا کردہ علم ہی عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حربت ہوگی جس سے اس شئے پر پڑے دجل کے پردے کو چاک کرنے کے لیے اس علم کے رستے اس میں داخل ہو سکیں گے اور اس دجل کو چاک کر دیں گے اور اس شئے کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے لائیں گے اس سے پہلے لوگ جس کے دجل کا شکار تھے اور اسے فطرت کے مقابلے پر اپنا ربّ بنائے ہوئے تھے جو کہ الدجّال کا قتل ہوگا یعنی جب الدجّال ایک عظیم فتنہ ہے تو پھر ظاہر ہے فتنہ کا قتل علم کیساتھ ہوتا ہے نہ کہ کسی تیر وتلوار یا اسلحے کیساتھ، علم کی روشنی میں فتنہ کو اس قدر چاک کر دینا کہ اس کی اصل حقیقت ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے یہ اس فتنہ کا قتل کہلاتا ہے یوں فتنہ الدجّال کا عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں باب لد سے قتل ہو جائے گا۔

اس روایت میں جہاں اور بہت کچھ واضح ہو جاتا ہے تو وہیں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ اعماق اور دابق میں رومیوں کیساتھ جنگ پہلے ہوگی اس کے بعد قسطنطنیہ فتح ہوگا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قسطنطنیہ فتح ہو چکا تو پھر بلا شک وشبہ ملحمۃ الاعماق اور دابق بھی ہو چکا کیونکہ اسے فتح قسطنطنیہ سے قبل ہونا تھا۔

آگے فتح قسطنطنیہ پر بھی بات ہوگی لیکن یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اسی ملحمۃ الاعماق اور دابق کے بارے میں ہی محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ اہل الروم ۸۰ جھنڈوں تلے آئیں گے اور ہر جھنڈے تلے ۱۲ ہزار سپاہی ہوں گے یعنی اہل الروم ۹۶۰۰۰۰ کی تعداد کیساتھ حملہ آور ہوں گے جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تكون بينكم و بين بني الأصفر هدنة، فيغذرون بكم، فيسيرون اليكم في ثمانين غاية، تحت كل غايةٍ اثنا عشر الفًا. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: تمہارے درمیان اور بنی اصفر یعنی رومیوں کے درمیان جنگ بندی ہوگی پس وہ تمہارے ساتھ دھوکہ کریں گے پس وہ آئیں گے تمہاری طرف اسی جھنڈوں تلے ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہوں گے۔

جب تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جب مومنوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں بیت المقدس کو فتح کیا تو اس وقت پورا اہل الروم لرز اُٹھا تھا اور تمام کے تمام اہل الروم مشترکہ فوج کیساتھ حملہ آور ہوئے تھے جن کی تعداد تاریخ میں مختلف ملتی ہے بعض مغربی مورخین کے مطابق اہل روم تقریباً ۱۰ لاکھ فوج کیساتھ حملہ آور ہوئے تھے اور دو سال تک بیت المقدس کا محاصرہ جاری رہا تھا شہر میں کھانے پینے سمیت سب کچھ ختم ہو چکا تھا اور یہ تاریخ کا عظیم معرکہ تھا جس میں اہل الروم کو محض چند ہزار مومنوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی جس میں تقریباً چار لاکھ صلیبی مارے گئے اور محض چند ہزار مومن قتل ہوئے۔ یوں یہ کھل کر واضح ہو جانا چاہیے کہ ملحمۃ الأعماق اور دابق گزر چکا اب کوئی ملحمۃ الأعماق اور دابق نہیں ہے۔

پھراس کے علاوہ ملحمۃ الاعماق اور دابق کے بارے میں محمد علیہ السلام کے بیان کردہ الفاظ میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ملحمۃ الأعماق اور دابق گھوڑوں پر تیروں،تلواروں اور نیزوں وغیرہ سے ہونا تھا جس میں شدید خون بہنا تھا اور آج کے دور کے تقاضوں کو سامنے رکھیں تو گھوڑوں پر تیروں،تلواروں،اور نیزوں کیساتھ ایسے کسی ملحمہ کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ ملحمۃ فتح قسطنطینیہ سے ہی قبل ہے تو پیچھے کسی بھی سوال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی یعنی اگر قسطنطینیہ فتح ہو چکا تو پھر بلا شک وشبہ ملحمۃ الأعماق اور دابق بھی ہو چکا کیونکہ اسے پہلے ہونا تھا۔

فتح قسطنطینیہ

اب آتے ہیں فتح قسطنطینیہ کی طرف۔ غزوہ ہند ہو،ملحمۃ الأعماق اور دابق یا فتح قسطنطینیہ،جب محمد علیہ السلام نے اس بارے میں بات کی تو ایسا ہرگز نہیں کہ ان واقعات نے یکے بعد دیگرے کچھ دنوں،مہینوں یا سالوں میں وقوع پذیر ہونا تھا بلکہ یہ صدیوں کی تاریخ پر محیط عرصے میں ہونے والے بڑے بڑے واقعات کا ذکر کیا تھا اس لیے اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ یہ واقعات انتہائی مختصر عرصے میں دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہوں گے تو یہ بات بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔

رسول الله ﷺ قال: تغزون القسطنطينية ثلاث غزوات، الأولى: يصيبكم فيها بلاء. والثانية: تكون بينكم وبينهم صلحاً، حتى تبنوا في مدينتهم مسجداً، وتغزون أنتم وهم عدواً من وراء القسطنطينية، ثم ترجعون. ثم تغزونها الثالثة، فيفتحها الله عليكم.

نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: تم چڑھائی کروگے قسطنطینیہ پر تین حملے کروگے یعنی تم قسطنطنیہ پر تین بار چڑھائی کروگے، ان میں پہلی بار جب تم چڑھائی کروگے حملہ کروگے تو پیش آئے گی اس میں تمہیں آزمائش یعنی تمہیں سخت آزمائش،جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اور جب دوسری بار چڑھائی کروگے یعنی دوسری بار قسطنطینیہ پر حملہ آور ہوگے تو ہوگی تمہارے درمیان اور ان کے درمیان صلح یہاں تک کہ تم ان کے شہروں جو اس وقت فطرت پر ہوں گے میں مسجد بناؤ گے، اور تم چڑھائی کروگے اور وہ دشمنی کریں گے قسطنطینیہ سے پیچھے پھر پلٹ جاؤ گے پھر تم تیسری بار چڑھائی کروگے پس اللہ اسے فتح کردے گا تم پر۔

اس روایت میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام کے کہے ہوئے الفاظ سے بالکل واضح ہے کہ قسطنطینیہ کے لیے تین غزوات ہوں گے یعنی تین بار چڑھائی کی جائے گی پہلی بار مکمل ناکامی ہوگی اور شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا پھر دوسری بار چڑھائی کی جائے گی جس میں صلح ہو جائے گی اور قسطنطینیہ کے آس پاس کے جو علاقے فتح ہو چکے ہوں گے ان میں مسجد بنائی جائے گی اور آخر میں تیسری بار چڑھائی کی جائے گی جس میں اللہ فتح دے گا یہی قسطنطینیہ کی وہ فتح ہوگی جس کے بعد ہی الدجّال آئے گا نہ کہ اس سے پہلے جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی یہ بات واضح کردی گئی۔

رسول الله ﷺ قال: لا يخرج الدجال حتى تفتح القسطنطينية. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں نکلے گا الدجّال یہاں تک کہ فتح ہو جائے قسطنطینیہ۔

آج تک اکثریت نہ صرف قسطنطنیہ کی فتح کا انتظار کر رہی ہے بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ قسطنطنیہ فتح ہوگا تو جیسے ہی قسطنطنیہ فتح ہوگا دیکھتے ہی دیکھتے اچانک سے الدجّال نکل آئے گا جو کہ کہیں چھپا بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یہ بات ذہن میں ہونا بہت ضروری ہے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے اپنی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک کی مدت کے بارے میں آگاہی دی تھی اپنی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جب تک قسطنطینیہ فتح نہیں ہو جاتا تب تک الدجّال نہیں نکلے گا یعنی اس وقت کے لوگوں کو کہا تھا کہ یہ جو تم الدجّال کی آس لگائے بیٹھے ہو کہ کہیں وہ نکل ہی نہ آئے تو قرب قیام الساعت نکلنے والے الدجّال کے بارے میں تم لوگ بے فکر ہو جاؤ کیونکہ وہ اس وقت

تک نہیں نکلے گا جب تک کہ قسطنطینیہ فتح نہیں ہو جاتا اور جب قسطنطینیہ فتح ہوگا تو اس کے بعد جا کر ہی الدجّال نکلے گا۔

قرب قیام الساعت نکلنے والے الدجّال نے اس وقت تک نہیں نکلنا تھا جب تک کہ قسطنطینیہ فتح نہیں ہو جاتا اور قسطنطینیہ کی فتح کے بارے میں محمد علیہ السلام نے جو کہا وہ آپ پیچھے روایت میں دیکھ چکے ہیں۔ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ تم قسطنطینیہ پر تین بار چڑھائی کرو گے اور تیسری چڑھائی میں قسطنطینیہ فتح ہوگا اور یہ تین چڑھائیاں یکے بعد دیگرے دنوں، مہینوں یا سالوں میں نہیں ہوگی بلکہ یہ صدیوں پر محیط تاریخ کا ذکر کیا گیا تھا۔ ماضی میں اگر کسی ریاست یا کسی خطے پر چڑھائی کی جاتی تو اس کی تیاری میں سالوں کا عرصہ لگ جاتا اور جنگ سالوں دہائیوں پر محیط ہو جاتی اور اگر شکست کا سامنا کرنا پڑتا تو دہائیوں یا صدیوں تک دوبارہ چڑھائی کے قابل نہیں رہا جاتا تھا اس لیے یہ تین چڑھائیاں صدیوں پر محیط عرصے میں ہونا تھیں۔

جب تاریخ کو دیکھا جائے تو نہ صرف یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ قسطنطینیہ پر کب کب اور کتنی بار چڑھائی کی گئی بلکہ محمد علیہ السلام کے الفاظ کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔ محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق قسطنطینیہ پر تین چڑھائیاں کی گئیں اور تیسری میں کامیابی ملی یعنی تیسرے غزوے میں قسطنطینیہ فتح ہوا۔

پہلا غزوہ ۶۷۴ عیسوی میں ہوا جس میں ناکامی کیساتھ ساتھ شدید جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد ۷۱۷ عیسوی میں دوسرا غزوہ ہوا اس میں بھی ناکامی ہوئی اور بالآخر ۱۴۵۳ عیسوی میں تیسرے غزوہ میں سلطان محمد فاتح کی قیادت میں اللہ کی طرف سے فتح ملی اور اس کا نام قسطنطینیہ سے تبدیل کر کے اسلامبول رکھ دیا گیا یوں قسطنطینیہ کا الساعت کے قیام تک کے لیے خاتمہ ہو گیا یعنی اس کے بعد الساعت کے قیام تک دنیا میں اس کا نام قسطنطینیہ نہیں ہوگا، اب قسطنطینیہ ماضی کا قصہ و حصہ بن گیا۔

۱۴۵۳ سے ۱۹۲۴ عیسوی تک قسطنطینیہ نہ صرف اسلامبول کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا رہا بلکہ سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا اور ۴۷۰ سال تک سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت رہا۔ پھر ۱۹۲۴ میں سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اس کا نام اسلامبول سے تبدیل کر کے استنبول رکھ دیا گیا جو آج تک اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق قسطنطینیہ فتح ہو چکا اور اس کے بعد الدجّال بھی آ چکا اس لیے اب اگر کوئی قسطنطینیہ کی فتح کے انتظار میں رہے گا تو وہ محض انتظار ہی کرتا رہے گا کہ اچانک الساعت بھی آ جائے گی۔ محمد علیہ السلام نے قسطنطینیہ کے فتح ہونے کا کہا تھا نہ کہ استنبول کے فتح ہونے کا۔ اور پھر قسطنطینیہ اہل روم سے فتح ہونا تھا نہ کہ ان سے جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں اور پھر جب اسے فتح کیا جانا تھا تب تاریخ میں پہلی بار اس میں مسجد بنائی جانا تھی اور ایسا مستقبل میں ناممکن ہے اس لیے کہ آج وہ قسطنطینیہ جو استنبول کے نام سے جانا جاتا ہے اس میں پوری دنیا کے کسی بھی شہر سے زیادہ اور عالی شان مساجد کے نام پر پوجا خانے موجود ہیں اور آج یہ شہر خود کو امت محمد کہلوانے والوں کے پاس ہے نہ کہ اہل روم کے پاس۔ اور اگر اس کے باوجود کوئی یہ سوچ رہا ہو کہ قسطنطینیہ مستقبل میں فتح ہوگا تو اسے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کیا قسطنطینیہ الدجّال کے خروج سے پہلے فتح ہونا تھا یا اس کے خروج کے بعد؟ جب قسطنطینیہ کی فتح الدجّال کے خروج سے پہلے تھی تو پھر الدجّال تو کب کا نکل چکا۔ اب جب الدجّال بھی کب کا نکل چکا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اب بھی قسطنطینیہ کی فتح کی اُمید لگائے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کیا جائے۔

قسطنطینیہ کی فتح کے بعد ہی الدجّال نے نکلنا تھا نہ کہ اس سے پہلے اور الدجّال کے نکلنے کے بعد صرف ایک ہی ملحمہ کی خبر محمد علیہ السلام نے دی تھی اس کے علاوہ کوئی اور ملحمہ نہیں ہوگا اور وہ ہے ملحمۃ الدجّال جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی یہ بات بالکل واضح ہے۔

رسول الله ﷺ قال: الملالحم خمسٌ، مضى منها ثنتان، وبقي ثلاث، فأولهن ملحمة الترک بالجزيرة، وملحمة الأعماق، وملحمة الدجّال، ليس بعدها ملحمة. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: پانچ ملاحم ہوں گی، ہو چکیں ان میں سے دو، اور تین باقی ہیں، پس ان میں پہلی ملحمۃ الترک جزیرہ سے اور ملحمۃ الاعماق اور ملحمۃ الدجّال ہے اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں۔

اس روایت میں بالکل دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیا گیا کہ سب سے آخر میں ملحمۃ الدجّال ہے اور ملحمۃ الدجّال کے بعد کوئی ملحمہ نہیں اور یہی وجہ ہے جس وجہ

سے محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ قتال اس وقت تک کیا جاتا رہے گا جب تک کہ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نہیں ہو جاتی اور عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کیا جائے گے سب سے آخر پر الساعت کے بالکل قریب۔ جب عیسیٰ رسول اللہ کی بعثت ہو گی تو عیسیٰ اللہ کے رسول ہی ہوں گے جو قتال کے خاتمے کا اعلان کریں گے کہ اب قتال کا وقت ختم ہو چکا۔

جب آپ پر الدجّال بالکل کھل کر واضح ہو چکا تو ملحمۃ الدجّال کو سمجھنا بھی کوئی مشکل نہیں رہتا بلکہ ملحمۃ الدجّال کیا ہے بالکل کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔ ملحمۃ الدجّال: الدجّال جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی وخوشحالی کے نام پر فطرت کے مقابلے پر اس کی ضد خلق کی جانے والے طرح طرح کی اشیاء ہیں جنہیں وہ اپنے لیے قوت، سہولتوں، آسائشوں اور آسانیوں کا نام دیتا ہے جس سے آج پوری دنیا بھر چکی ہے یہ صنعتی انقلاب یہ ٹیکنالوجی اس ٹیکنالوجی کے حامل انسانوں سے ایک لمبی مدت پر محیط جنگ کو ملحمۃ الدجّال کہا گیا۔

ملحمۃ الدجّال کا آغاز برطانیہ کی طرف سے ہند پر قبضے کے بعد ہوا تھا جو آج تک جاری ہے اور آج اپنے اختتام کو پہنچنے ہی والا ہے جس کا اختتام القارعہ یعنی عالمی ایٹمی جنگ سے ہوگا۔ ملحمۃ الدجّال دہائیوں پر محیط مومنوں کی ٹیکنالوجی کیخلاف ہونے والی جنگ کو کہا گیا جس میں ایک طرف جدید ترین مشینیں ٹیکنالوجی اور دوسری طرف نہتے مومن تھے۔ یہ ملحمۃ الدجّال جو کہ آخری ملحمہ ہے اس کے بعد کوئی ملحمہ نہیں یہ دو ہزار انیس میں مکمل طور پر ختم ہو جائے گی۔
حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود جو لوگ اب بھی غزوہ ہند کا انتظار کر رہے ہیں، ملحمۃ الاعماق اور دابق کا انتظار کر رہے ہیں یا فتح قسطنطنیہ کا انتظار کر رہے ہیں تو ان سے سوال ہے کہ اے اندھو کیا یہ سب الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط سورج کے اس کے مغرب سے طلوع ہو رہے ہونے، یاجوج اور ماجوج کے کھلنے، الدجّال کے نکلنے، دابۃ الارض، دخانٍ وغیرہ کے بعد ہونا تھا؟

جب یہ سب تو ان سب کے بہت بعد ہونا تھا تو پھر جب سورج اپنے مغرب سے طلوع ہو رہا ہے یہ آیت کب کی آ چکی اب تک غزوہ ہند، ملحمۃ الأعماق اور دابق اور قسطنطنیہ ہی فتح نہیں ہوا؟ جب یاجوج اور ماجوج بھی کب کے کھل چکے انہوں نے جو کرنا تھا وہ کر چکے اب تو ان کا خاتمہ بھی بالکل سر پر آ چکا ہے، جب الدجّال نہ صرف نکل چکا بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے پوری دنیا میں ہر شئے میں تباہیاں پھیلا رہا ہے، زمین سے النار نکل رہی ہے لوگ اس کی خرید و فروخت کر رہے ہیں، دابۃ الارض نہ صرف نکل چکا بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے، دخانٍ سے پوری دنیا کی فضا بھر چکی تو جو ان سے سے پہلے ہونا تھا تم لوگ اب بھی اس کا انتظار کر رہے ہو؟

اے اندھو جان لو سب کا سب آ چکا اب سوائے الساعت کے کچھ نہیں رہ گیا اگر اب بھی تم حق کو تسلیم نہیں کرتے اور انہی کا انتظار کرتے ہو تو پھر جان لو ان میں سے کچھ بھی نہیں آنے والا اب الساعت ہی آئے گی اور تمہیں اس کا شعور ہی نہیں ہوگا کہ وہ اچانک تمہیں آ دبوچے گی اور اس سے بھی پہلے میری موجودگی میں ابھی عنقریب القارعہ یعنی عالمی ایٹمی وہائیڈروجن جنگ ہوگی ایسے دھماکے ہوں گے کہ دنیا کی اسی فیصد آبادی اس میں ہلاک ہوگی اور تمہاری صدیوں کی منصوبہ بندیاں خاک میں مل جائیں گی الدجّال پگھل جائے گا یوں الدجّال کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اور اگر اب بھی تم حق کو تسلیم نہیں کرتے اور انتظار ہی کرتے ہو تو پھر جان لو ایسا کرو کہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں دیکھتے ہیں کون سچا ثابت ہوتا ہے اس میں سے کچھ آتا ہے جس جس کا تم انتظار کر رہے ہو یا پھر صرف اور صرف وہ آتا ہے جس سے میں تمہیں ہر لحاظ سے کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں دیکھتے ہیں کون سچا ثابت ہوتا ہے عنقریب اللہ اپنا فیصلہ سنا دے گا جس کا تم چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکو گے۔

علامات الساعت

آج پوری دنیا میں لفظ الساعت کو القیامت کہا جاتا ہے لیکن یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ الساعت بالکل ایک الگ شئے ہے اور القیامت اس کے برعکس

بلکہ ایک الگ دوسری شئے۔ قرآن میں دونوں الفاظ الگ الگ آئے ہیں قرآن میں کسی ایک مقام پر بھی القیامت الساعت کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی الساعت کا لفظ القیامت کے معنوں میں استعمال ہوا۔ قرآن میں القیامت کا لفظ صرف اور صرف اس یوم یعنی ایک طے شدہ مدت کے لیے استعمال ہوا جب دوبارہ اٹھا کھڑا کیا جائے گا اور حساب کتاب لیا جائے گا اور جنت دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔

اور الساعت کا لفظ اللہ نے انسان کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے ردعمل سے آنے والے اس عظیم عذاب کو کہا جس نے مفسد قوم کی جڑ کاٹ دی۔

قرآن میں مجموعی طور پر سات الساعتوں کا ذکر ہے جس میں سے چھ پہلے گزر چکیں۔ سب سے پہلی وہ الساعت تھی جس نے قوم نوح کی جڑ کاٹی جو کہ قوم نوح کے آسمانوں وزمین میں کیے ہوئے فساد کے ردعمل میں آنے والا عظیم طوفان تھا اس کے بعد دوسری الساعت قوم عاد پر آئی جو کہ القارعہ کی صورت میں ایک عظیم ایٹمی جنگ تھی اسی طرح قوم ثمود پر بھی جو الساعت آئی وہ بھی القارعہ یعنی ایک عظیم ایٹمی جنگ تھی اس طرح باقی ہلاک شدہ اقوام پر بھی جو الساعتیں آئیں یوں چھ الساعتیں گزر چکیں اور اب آخری الساعت جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا اس موجودہ قوم پر آئے گی جو موجودہ قوم کے بحر و بر میں کیے ہوئے فساد کا ردعمل ہوگا جس کی علامات کب کی ظاہر ہونا شروع ہو چکیں۔

جیسے اگر کسی شئے میں خرابی ہو جائے تو اگر اس خرابی کا ادراک کر کے اس کی اصلاح نہ کی جائے تو وہ خرابی بڑھتی بڑھتی ایک وقت ایسا آتا ہے جب اس شئے کو ہی ناکارہ بنا دیتی ہے بالکل اسی طرح انسان نے آج جو کچھ ترقی و ٹیکنالوجی، ایجادات کے نام پر فساد کر دیا اس کا ردعمل ظاہر ہونا شروع ہو چکا جو آج آپ زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں، زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنے وغیرہ سمیت طرح طرح کی تباہیوں و ہلاکتوں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اب اصلاح کا وقت بھی ہاتھ سے نکل چکا یوں اب زمین اس آخری تباہی کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے جو آخری اور ساتویں الساعت ہوگی جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔

الساعت اور القیامت ان دونوں الفاظ میں فرق کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ آج ہر کوئی الساعت کا ترجمہ القیامت کرتا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ القیامت ایک ہی ہے لیکن الساعت ایک نہیں بلکہ الساعتیں تو پہلی قوموں پر بھی آ چکیں۔

قرآن میں الساعت کے بارے میں مذکور ہے کہ تجھ سے سوال کرتے ہیں الساعت کب آئے گی نہ کہ القیامت کے بارے میں ہے لیکن جب بھی ترجمہ کیا جاتا ہے تو یہ کر دیا جاتا ہے کہ تجھ سے القیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

اب آتے ہیں الساعت کی علامات و اشراط پر ہم چند کا ذکر کریں گے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ . فصلت ۵۳

آج سے چودہ صدیاں قبل جب اللہ نے اپنے رسول محمد کے ذریعے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا تب کسی نے بھی حق کو تسلیم نہ کیا بلکہ انہوں نے آگے سے یہی کہا کہ ہم تو اسی پر رہیں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک نہ کیا تو تب اللہ نے مستقبل یعنی آج کے دور کی بات کرتے ہوئے کہا تھا یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل آج کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا تھا سَنُرِيهِمْ جب حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے باوجود نہیں مان رہے ہے تو جب آگے آنے والے حق کے خلاف ہی کریں گے یعنی جس سے منع کیا گیا وہی کریں گے فطرت میں چھیڑ چھاڑ کریں گے تو جلد ہی ہم انہیں دکھائیں گے آيَاتِنَا آیات ہماری فِي الْآفَاقِ ان مقامات میں جو آج تمہارے لیے ناقابل رسائی مقامات ہیں وَفِي أَنفُسِهِمْ اور ان کی اپنی ہی ذات میں حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ یہاں تک کہ خود ہی ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گی ان کی اپنی حقیقت یعنی جسے یہ حق کہہ رہے ہیں جو انہیں نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آیا أَنَّهُ الْحَقُّ اس میں کچھ شک نہیں کہ مخصوص حق ہے یعنی یہی حق ہے جو اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل کھول کھول کر واضح کیا تھا جسے تسلیم کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا گیا کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک نہیں کریں گے ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے پہلی بات یہ کہ حق کیا ہے؟ کیا ہے وہ الحق جسے تسلیم نہ کیا گیا اور اس کا کذب کرنے پر انہیں الآفاق میں اور خود ان کی اپنی ہی ذات میں آیات دکھانا تھیں؟ اور دوسری بات کہ وہ وقت کب آئے گا یا وہ کون سا وقت ہے جب انہیں الآفاق میں اور خود ان کی ذات میں بھی آیات دکھانا تھیں اور خود ہی حق کھل کر واضح ہو جانا تھا؟ ویسے تو ہر پہلو سے اس پر بات کی جا چکی لیکن یہاں پھر مختصراً واضح کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا . الانبياء ٢٢

اگر تھے ان میں یعنی آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ الہٰ یعنی ایسی ذاتیں جن کی غلامی کی گئی بات مانی گئی تو ہر شئے درہم برہم ہوگئی ہر طرف فساد ہوگیا۔ یعنی آپ کو سننے کے لیے کان دیئے تو آخر کیوں دیئے گئے؟ دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں تو کیوں دی گئیں؟ پھر جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو کیوں دی گئی؟ اور پھر عمل کرنے کی یعنی آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں دی گئیں تو آخر کیوں دی گئیں؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اگر سننے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کیونکہ آپ کو جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس صلاحیت کا دیا جانا ناگزیر تھا آپ کے لیے سننا لازم تھا بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں تاکہ تم انہیں سن سکو تمہیں سننے کے لیے کان دیئے اسی طرح جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اسے دیکھنا تمہارے لیے لازم تھا اس لیے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی اور جس مقصد کے لیے تمہیں وجود میں لایا گیا اسے پورا کرنے کے لیے تمہارے لیے جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کی صلاحیت لازم تھی اور عمل کرنے کی اس لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دیں۔ اور پھر جو کانوں سے سنا نہیں جا سکتا جو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا اسے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے تمہیں دل دیئے تاکہ تم سنو دیکھو جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور سمجھنے کے بعد ہی کوئی بھی عمل کرو۔

جب آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دی گئیں یعنی جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں گے تو آپ پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ نہ صرف آسمانوں وزمین ایک وجود ہے ان میں انتہائی پیچیدہ ترین نظم قائم ہے بلکہ ان میں المیز ان یعنی توازن وضع کیا گیا۔ اگر ان میں ایک رائی برابر بھی عمل اسی وجود یعنی فطرت کے خلاف کیا جاتا ہے تو آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا یہ ہے حق کہ یہ جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں یہ ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے اس میں ایک رائی برابر بھی عمل اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب میں خرابیاں ہو جائیں گی اور پھر بالآخر تباہیاں آئیں گے یہاں تک کہ یہ زمین جہنم بن جائے گی وہی جہنم جس کا وعدہ کیا گیا اور یہی پیچھے آیت میں کہا گیا۔

یہ ہے الحق جو ہر رسول نے آ کر کھول کھول کر واضح کیا اس کے باوجود ہر رسول کا کذب کیا گیا اس کی دعوت کو تسلیم کرنے کی بجائے اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا تو آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ جب تم آسمانوں وزمین میں اوروں کو الہٰ بناؤ گے تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔ تب تم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے اس مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ آج جو مقامات تمہارے لیے ناقابل رسائی ہیں وہاں تمہاری رسائی ہو جائے گی اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی تم آیات دیکھ لوگے یوں تم پر حق کھل جائے گا اور تم خود کہو گے کہ ہاں یہی الحق ہے جو ہم کہہ رہے ہیں جو اللہ کے ہر رسول نے کہا جو آج اللہ کا رسول کھول کھول کر واضح کر رہا ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ کیا آج وہ وقت آ چکا کہ ناقابل رسائی مقامات اور ان کی اپنی ہی ذات میں رسائی حاصل ہوگئی؟ تو حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے کہ ہاں آج بالکل وہی وقت موجود ہے آج ہر طرف فساد ہو گیا اسی وجہ سے اور یہ سب فساد ہونے سے پہلے اسی لیے اللہ نے کہا تھا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ . الذاریات ٥٦

اور نہیں خلق کیا جن وانس یعنی انسانوں کو مگر ہماری غلامی کے لیے۔

جب اللہ کی غلامی کی بجائے آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ الہٰ ٹھہرائے تو انجام کیا ہوگا؟ ظاہر ہے انجام وہی ہوگا جس سے اللہ نے آگاہ کر دیا اور آج وہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

انسانوں نے وہی کیا اللہ کے ساتھ شرک کیا یعنی فطرت میں مداخلت کی اللہ کی آیات میں چھیڑ چھاڑ کی تو فساد ہوا یہی وہ وقت تھا جب اللہ کا وعدہ تھا کہ تمہیں عنقریب الآفاق میں اور تمہاری اپنی ہی ذاتوں میں آیات دکھائیں گے تاکہ تم پر واضح ہو جائے کہ الحق ہے جو تمہیں بار بار کہا جاتا رہا ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: من سره أن ينظر الى يوم القيامة كأنه رأى عين فليقرأ اذا الشمس كورت و اذا السماء انفطرت و اذا

السماء انشقت۔ مسند احمد، ترمذی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جوکوئی یہ چاہتا ہے کہ دیکھ لے یوم القیامت کی طرف جیسے کہ وہ دیکھ لے آنکھ سے پس اس کے لیے ہے کہ قرا کرلے جب سورج ایسا ہوجائے گا کہ دن بہ دن گرم سے گرم ہوتا چلا جائے گا جیسے کہ کسی شئے کو دھاگے سے باندھ کر دھاگے کو لپیٹا جائے تو شئے قریب سے قریب آتی چلی جاتی ہے ایسے ہی گویا کہ سورج قریب سے قریب لایا جارہا ہے اور دوسری بات کہ یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوجائے گی کہ سورج زمین کے گرد نہیں گھوم رہا بلکہ زمین اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس سے سورج ایسا نظر آرہا ہے جیسے کہ دھاگے کے گولے کو گھمانے سے گولے پر دھاگہ اس کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے حالانکہ دھاگہ نہیں بلکہ دھاگے کا گولہ گھوم رہا ہوتا ہے اور جب آسمان یعنی فضا اگر شق ہوجائے گی یعنی انسانوں کے کرتوں کی ضد میں آجائے گی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے فساد کی وجہ سے اس میں طرح طرح کی گیسیں بھر جائیں گی اس میں لہروں کے جال بچھا دیئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ یعنی اور جب آسمان شق کیا جائے گا جب انسان آسمانوں وزمین میں پنگے لیں گے مشقت کریں گے انہیں چھیڑ چھاڑ کریں گے تو آسمان یعنی یہ فضا جس میں تم سانس لیتے ہو یہ اپنی اصل حالت میں نہیں رہے گا بلکہ اسے بگاڑ دیا جائے گا اس میں گیسوں کو بھر دیا جائے گا۔

اس روایت میں قرآن کی تین آیات کو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے بیان کیا آج آپ یہ تینوں آیات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ قرآن میں اللہ نے اوراس کے رسول محمد نے آج سے چودہ صدیاں پہلے وہ عظیم نبادے دیں تھیں جو آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج گرمی کی شدت دن بہ دن بڑھ رہی ہے اور جس کی وجہ سورج کا کورت ہونا ہے یعنی کچھ وجوہات کی بنا پر سورج پہلے سے زیادہ گرم ہو چکا ہے اور ہوتا جائے گا اور دوسرا آج سے پہلے اکثریت کا یہی کہنا اور ماننا تھا کہ سورج زمین کے گرد گھوم رہا ہے لیکن آج یہ آیت کھل کر واضح ہوگئی کہ سورج نہیں بلکہ زمین اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس سے سورج زمین کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ آج آسمان شق کیا جا چکا جسے آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آج آسمان کو شق کیا جا چکا یعنی انسانوں نے آسمان وزمین میں پنگے لے کر انہیں بگاڑ دیا آسمان کو بگاڑ دیا اسے طرح طرح کی تباہ کن گیسوں سے بھر دیا گیا اور آج جب انسان کی رسائی الآفاق تک ہوئی تو اللہ نے اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد سے آیات دکھادیں آج وہ سب کا سب انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو انہوں نے نہیں مانا تھا آج اللہ کی آیات آرہی ہیں زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، بیماریوں سمیت طرح طرح کی ہلاکتوں وتباہیوں کی صورت میں اس کے علاوہ الآفاق میں اور اپنی ہی ذات میں بھی حق کھل کھل کر واضح ہوگیا آج واضح ہوگیا انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہیں کیسے خلق کیا گیا، انہیں نفسٍ واحدۃٍ سے یعنی ایک تو ارتقاء سے وجود میں لایا گیا اور دوسرا ان کے اجسام کو خلیوں کی تقسیم کے نظام سے خلق کیا جارہا ہے نہ کہ آدم وحوا نامی فرضی وتصوراتی مائی بابے سے وجود میں لایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ قال: اذا ولدت الأمة ربتها۔ ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الساعت اس وقت قائم ہوگی جب امت اپنے ربّ کو وجود میں لائے گی۔

یہ وہی روایت ہے جو بہت زیادہ عام اور معروف ہے جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی۔ لفظ الامۃ کا ترجمہ لونڈی کر دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ بنتی ہے کہ آگے لفظ ولدت یعنی جنم دینے، وجود میں لانے کا آتا ہے تو اس کو جب امت پر منطبق نہیں کر سکتے تو الامۃ کا ترجمہ لونڈی کر دیا جاتا ہے حالانکہ لونڈی کو عربی میں سبی کہا جاتا ہے اور امۃ کے دو معنی ہیں ایک امت قوم اور دوسرا خادمہ کے یعنی خدمت گار عورت کے۔ آگے آنے والا لفظ ربّ یہ واضح کر دیتا ہے کہ اس روایت میں لفظ امۃ کے معنی خادمہ نہیں بلکہ کثیر تعداد میں لوگوں کے منظّم گروہ کے ہیں۔ اس کے باوجود آپ دونوں معنی آج پورے ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نہ صرف آج کرائے کی کوکھیں دستیاب ہیں بلکہ آج امت یعنی انسانوں نے ایک منظّم ترین گروہ کی صورت اختیار کرتے ہوئے خود اپنے ربّ کو جنم دیا یعنی وجود میں لائے۔

آج پوری دنیا کے انسان ایک امت کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور خود ہی اپنے ربّ کو جنم دیا۔ سب سے پہلے لفظ ربّ کے معنی ذہن میں ہونا لازم ہیں جو کہ کتاب میں پیچھے کئی مقامات پر گزر چکے ہیں یہاں مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔ ربّ کہتے ہیں اس ذات کو جو نہ صرف عدم سے وجود میں لائے بلکہ ضروریات خلق

کر کے دے یعنی جس کی خلق کردہ ضروریات کو استعمال کر کے زندگی گزاری جائے، اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جس پر انحصار کیا جائے وہ ذات ربّ کہلاتی ہے۔

اس روایت کو کھول کر واضح کرنے کے لیے ایک مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں مثلاً ایک شخص زمین پر کئی لاکھ مربع کلومیٹر کے ایک دائرے کا نشان لگاتا ہے اور اس کے بعد وہ اشتہار دیتا ہے کہ اسے کام کروانے کے لیے کچھ لوگ درکار ہیں جو اس کے پاس کام کرے گا وہ اسے کئی گنا زیادہ اجرت دے گا ساتھ آسائشیں و سہولتیں بھی دے گا۔ لوگوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ رابطہ کرتی ہے وہ بتاتا ہے کہ لوہے کی بڑی بڑی سلاخوں کو اس لائن پر ایسے گاڑنا ہے کہ نہ ہی کوئی اندر آسکے اور نہ ہی باہر جاسکے۔ آپ بھی ان محنت کرنے والوں میں سے ایک ہیں لوگ اس نشان زدہ دائرے پر وہ سلاخیں گاڑنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا ہے یوں جب اس دائرے میں آخری سلاخ گاڑھتے ہیں تو سب کے سب خود کو اس اپنے ہاتھوں سے تعمیر کردہ جنگلے میں قید پاتے ہیں بالکل اسی کی مثل آج دنیا کے انسانوں نے دنیاوی مال ومتاع کی خاطر فتنہ الدجّال کو اپنے ہاتھوں سے خلق کیا جسے آج پوری انسانیت اپنا ربّ بنا چکی ہوئی ہے یعنی آج پوری دنیا کے لوگوں نے ایک امت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک مشن ومقصد کو پورا کرنے کے لیے جو کہ اپنے ربّ الدجّال کو عدم سے وجود میں لانا تھا میں منظّم ترین گروہ کی صورت اختیار کرتے ہوئے اپنے ربّ الدجّال کو خود جنم دیا اور آج انسان اس دجل کے ہاتھوں بے بس ، مجبور و لاچار ہو چکے ہیں۔

آپ خود غور کریں کہ آپ کا ربّ کون ہے؟ یعنی جب اس بشر کو دنیا میں لایا گیا تو کون ہے وہ ذات جو نہ صرف آپ کو عدم سے وجود میں لائی بلکہ آپ کی تمام تر ضروریات خلق کر کے فراہم کر رہی ہے تو آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ فطرت ہی ہے جو آپ کو عدم سے وجود میں لائی اور آپ کی تمام تر ضروریات خلق کر کے فراہم کر رہی ہے اور پھر آج اس کے مقابلے پر نقل ربّ بھی اپنا وجود رکھتا ہے جو کہ الدجّال ہے یعنی فطرت کے مقابلے پر مصنوعی مخلوقات کا مجموعہ جو کہ اصل ربّ فطرت کے مقابلے پر اس کی نقل ہے جسے عدم سے وجود میں لانے والے بذات خود انسان ہیں جنہوں نے اس مثال کی مثل اپنے ربّ الدجّال کو خود جنم دیا جو آپ پوری دنیا میں دندناتا پھر رہا ہے اور انسان اس کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں یوں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی پوری ہو چکی۔

رسول الله ﷺ قال: اذا كانت الحفاة العراة رؤس الناس. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الساعت اس وقت قائم ہوگی جب ننگے پاؤں ننگے بدن لوگ رئیس بن جائیں گے یعنی امیر بن جائیں گے۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل عربوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا تھا جن کا کام اونٹوں و بھیڑوں کا چرواکر اپنا پیٹ پالنا تھا جو نہ صرف ننگے پاؤں رہنے پر مجبور تھے بلکہ ننگے بدن رہتے یعنی اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس ان کی بنیادی ضروریات بھی نہیں تھیں کہ یہ لوگ الساعت کے قریب انتہائی مالدار بن جائیں گے اور آج آپ اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں عرب کی صحراؤں میں بھوک اور پیاس میں زندگی گزارنے والے جن کو جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور پاؤں میں پہننے کے لیے جوتے میسر نہ تھے آج وہی عرب پوری دنیا میں سب سے زیادہ مال دار، رئیس اور امیر بن چکے ہیں یوں الساعت کی یہ علامت بھی آج پوری ہو چکی۔

رسول الله ﷺ قال: اذا تطاول رعاء الغنم فی البنیان. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الساعت اس وقت قائم ہوگی جب جانوروں یعنی بھیڑ، بکریاں اور اونٹوں وغیرہ کو چروانے والے چرواہے ایک دوسرے سے لمبی عمارتیں بنانے لگیں۔

محمد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے سے لیکر آج سے چند سال قبل تک عربوں کے جو لوگ اونٹ، گدھے، بھیڑ اور بکریاں چرواتے تھے وہ چرواہے آج ایک دوسرے سے بڑھ کر لمبی لمبی عمارتیں بنانے میں مقابلے کر رہے ہیں۔ آج دنیا کی سب سے بلند ترین عمارت بھی انہی چرواہوں نے تعمیر کی جو دبئی میں واقع ہے جس کا نام برج الخلیفہ ہے اور یہی عرب کے چرواہے اس سے بھی بلند عمارت ریاض نجد سعودی عرب میں تعمیر کر رہے ہیں جس کی بنیاد یکم اپریل ۲۰۱۳ کو رکھی اور ۲۰۲۰ تک مکمل کرنے کا دعویٰ کیا ہوا ہے اس کے علاوہ بھی آپ ان ماضی کے چرواہوں کی بنائی ہوئی عمارتوں کو دیکھ سکتے ہیں جو بادلوں سے اوپر آسمان کو چھوتی نظر آتی ہیں جو بادلوں کو چیرتے ہوئے آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ آج الساعت بالکل سر پر آچکی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ان من اشراط الساعة أن يرفع العلم، ويظهر الجهل، ويفشو الزنا، ويشرب الخمر. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں الساعت کی اشراط میں سے ہے کہ علم رفع ہوجائے گا اور جہالت ظاہر ہوجائے گی اور زنا عام ہوجائے گا اور الخمر پیا جائے گا یعنی نشہ آور الکوحل ملے مشروب پیئے جائیں گے۔

آج علم رفع ہو چکا اور پوری دنیا جہالت کی گھاٹیوں میں گری ہوئی ہے۔ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے علماء کے نام پر علمائے الدجال جاہلوں کی کثیر تعداد اکثریت کو ہر لحاظ سے گمراہ کر رہی ہے۔ زنا عام ہو چکا اور کوک، پیپسی سمیت کولڈ ڈرنکس کے نام پر الکوحل ملے مشروبات ہر کوئی پی رہا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يفيض المال، وتظهر الفتن، ويكثر الهرج. قالوا: وما الهرج؟ يارسول الله ﷺ، قال: القتل، القتل، القتل، ثلاثا. ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ مال بہت زیادہ ہوجائے گا اور ظاہر ہوں گے فتنے اور ہرج کی کثرت ہوجائے گی۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہرج کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں تین بار کہا ہرج قتل ہے قتل ہے قتل ہے۔ یعنی قتل کی کثرت ہوجائے گی۔ ابن ماجه

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يقبض العلم، وتكثر الزلازل، ويتقارب الزمان، وتظهر الفتن، ويكثر الهرج وهو القتل. بخاری، ابن ماجه

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ علم قبض ہوجائے اور زلزلوں کی کثرت ہوجائے اور وقت سکڑ جائے اور فتنے ظاہر ہوجائیں اور ہرج کی کثرت ہوجائے اور ہرج قتل ہے۔

آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج مال کی کثرت ہو چکی ہے، فتنے ہی فتنے ہیں، ہر طرف قتل ہی قتل ہے، علم قبض ہو چکا، زلزلوں کی کثرت ہے اور وقت سکڑ چکا جو کام پہلے سالوں میں ہوتا تھا وہ آج مہینوں میں بھی نہیں بلکہ دنوں میں ہورہا ہے یوں سالوں کا وقت سکڑ کر مہینوں بھی نہیں بلکہ دنوں تک جا پہنچا، پہلے جو کام مہینوں میں ہوتا تھا اب وہی کام دنوں میں بھی نہیں بلکہ گھنٹوں میں ہورہا ہے اور جو دنوں میں ہوتا تھا اب وہی کام گھنٹوں اور لمحوں میں ہورہا ہے یوں آج وقت سکڑ چکا الساعت کی یہ تمام علامات واشراط پوری ہوچکیں۔

رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى يكثر فيكم المال فيفيض حتى يهم رب المال من يقبل صدقته وحتى يعرضه فيقول الذى يعرضه عليه: لا أرب لى فيه. بيهقى

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ تم میں مال کی اتنی کثرت ہوجائے گی کہ پانی کی طرح بہے گا یہاں تک کہ مال والے کو ہوگا کہ کون اس کا صدقہ قبول کرے گا اور یہاں تک کہ وہ کسی کو پیش کرے گا پس وہ جس پر پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے اس کی کوئی چاہت نہیں۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل عربوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دنیا کی سب سے غریب قوم عرب جو بھوکی ننگی قوم ہے ان پر ایک وقت آئے گا کہ ان کے پاس مال ودولت کی اتنی کثرت ہوجائے گی کہ کوئی بھی صدقہ قبول کرنے والا نہیں بچے گا اور آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عربوں میں مال ودولت کی بالکل یہی حالت ہے مال ودولت کی اتنی فراوانی ہے کہ وہاں ان کا کوئی صدقہ قبول کرنے والا کوئی نہیں یہاں تک کہ عیدالاضحیٰ کے نام پر ہر سال میں ایک مخصوص دن میں قربانی کے نام پر جانوروں کا قتل عام کر کے ظلم عظیم کیا جاتا ہے تو ان سے گوشت لینے والا کوئی نہیں ہوتا اور وہ اس گوشت اور اپنے صدقے وغیرہ کو تیسری دنیا کہلائے جانے والے ممالک میں بھیج دیتے ہیں عربوں کے اسی سارے صدقے کے مال سے آج ایشیائی ممالک میں مدرسے چل رہے ہیں اور ملاں طبقہ عیاشیاں کر رہا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تعود أرض العرب مروجا و أنهارا. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ عرب کی سرزمین شاداب اور نہروں یعنی پانی کی پائپ لائنوں سے بھر جائے گی۔

آج عرب کے صحراؤں کو آپ سرسبز وشاداب اور پانی کی پائپ لائنوں سے بھرا دیکھ سکتے ہیں یہاں تک کہ سعودی عرب کے صحرا میں لاکھوں مربع کلومیٹر کا رقبہ سرسبز وشاداب ہو چکا ہے جیسا کہ تصاویر میں دیکھا جا سکتا ہے یوں الساعت کی یہ علامت وشرط بھی آ چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتی تأخذ أمتی أخذ القرون قبلها شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراعٍ، قیل یا رسول اللہ ﷺ! کفارس والروم؟ قال: ومن الناس الا أولئک. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ میری امت وہی کرے گی جو اس سے پہلی امتوں نے کیا بالشت سے بالشت بازو سے بازو، پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ جیسے فارس اور روم والے کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا اور لوگوں سے مگر وہی۔ یعنی دنیا کے انسانوں میں سے روم و فارس والے پہلی قوموں نے جو کیا وہی کریں گے جیسے روم و فارس والے پہلی قوموں کی روش اختیار کریں گے بالکل اسی طرح یہ امت بھی وہی سب کرے گی۔ یعنی امت محمد ہونے کے دعویدار بالکل وہی سب کریں گے جو ان سے پہلی ہلاک شدہ امتیں کر چکیں حالانکہ یہ کام تو فارس و روم کو کرنا چاہیے تھا نہ کہ اس امت کو مگر یہ امت بھی فارس و روم یعنی صلیبیوں کی طرح ہی پہلی ہلاک شدہ امتوں کے نقش قدم پر چلے گی اور رائی برابر بھی فرق نہیں چھوڑے گی۔ ایسا اس لیے کہا کیوں کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ جن کو گھر کی ذمہ داری دی گئی وہی گھر کو تباہ و برباد کر دیں؟ اگر آپ ایک بچوں والے گھر کی مثال لے لیں تو بچوں کا کام ہے گھر میں چھیڑ چھاڑ کرنا گھر کو تباہ کرنا لیکن والدین کا کام یہ نہیں ہے بلکہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کی دیکھ بھال کریں بچوں کو گھر میں خرابیاں کرنے سے روکے رہیں اور اگر والدین بھی وہی کریں جو بچے کر رہے ہیں یہاں تک کہ ان کیساتھ مل کر گھر کو تباہ کریں تو یہ بات نہ صرف انتہائی قابل افسوس ہے بلکہ بہت بڑا جرم ہے۔ بچوں کا تو کام ہی یہی ہے اسی لیے تو والدین کو ان پر لایا گیا بالکل ایسے ہی اس امت کی مثال گھر میں والدین کی تھی اور باقی لوگوں کی مثال گھر میں بچوں کی سی۔ فارس و روم والوں کو تو یہی کرنا تھا لیکن اس امت کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ اس امت کا مقصد تھا کہ یہ انسانوں کو آسمانوں و زمین میں فساد کرنے سے روکیں جو کہ اس امت کی ذمہ داری تھی لیکن اس امت نے کیا کیا؟ اس امت نے بھی وہی کیا جو اس سے پہلی امتیں کر چکیں جو کہ ناقابل معافی جرم ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے چوکیدار ہی مال لوٹ لے۔

پیچھے کتاب میں ہلاک شدہ اقوام نے کیا کچھ کیا اس کی تفاصیل قرآن سے گزر چکی ہیں اور بالکل وہی سب آج اہل روم کر رہے ہیں اور خود کو امت محمد کہلوانے والے پہلی قوموں کے نقشے قدم پر اہل روم کی اتباع میں کیساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چل رہے ہیں اور اس کو سمجھنا بہت ہی آسان ہے ایک طرف محمد علیہ السلام کی سنت یعنی جس طرح انہوں نے زندگی گزاری اس کو رکھیں ملت ابراہیم کو رکھیں جو کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اور صرف فطرت پر قائم ہونا ہے اور دوسری طرف فارس و روم والوں کی ملت کو رکھیں اور اپنی زندگی کا دونوں سے موازنہ کریں آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ آپ کس کی ملت پر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الأوثان. بیہقی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتی کہ میری امت سے قبائل مل جائیں مشرکین کیساتھ اور حتیٰ کہ غلامی کریں اپنے ہاتھوں سے خلق کی گئی مخلوقات کی جو انہیں نفع و نقصان پہنچائیں گی۔

اوثان کہتے ہیں جو کچھ انسان سہولتوں، آسائشوں، آسانیوں اور ترقی کے نام پر خلق کرتا ہے جیسے کہ آج کی جتنی بھی مشینری ہے اور ان مشینوں کی غلامی یہ ہے کہ اللہ نے دنیا میں جو وقت اپنی غلامی کے لیے دیا وہی وقت انہی آسائشوں وغیرہ کے حصول کے لیے ان کے پیچھے لگا دیا جاتا ہے، اللہ نے جو کچھ بھی دیا جو صلاحیتیں دیں ان کا استعمال اللہ یعنی فطرت کے لیے ہی کرنا تھا لیکن اس کے بالکل برعکس ان کا استعمال اوثان کے پیچھے کیا جا رہا ہے انہیں خلق کرنے اور انہی کے حصول میں یہی تو ان اوثان کی غلامی ہے انسان کا مقصد صرف ان ہی کا حصول رہ گیا ہے یوں آج یہ حقائق بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی آ چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: اذا ذخرفتم مساجدکم وحلیتم مصاحفکم فالدمار علیکم. الحکیم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو سجانے لگو اور اپنے صحوف کو زیور لگانے لگو پس تباہی و بربادی ہوگی تم پر۔

آج آپ عالی شان ایک سے بڑھ کر ایک زیبائش و آرائش والی مساجد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مساجد ایسے بن چکی ہیں جیسے کہ محلات ہوں اور جب

مساجد کی یہ حالت ہو چکی تو محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج یہ امت ہلاکت کا شکار ہے طرح طرح کے عذابوں کا شکار ہے جیسے بنی اسرائیل اللہ کے غضب کا شکار ہوئے لعنت زدہ ہوئے بالکل اسی طرح یہ امت بھی آج اللہ کے غضب کا شکار ہو چکی ہے لعنت زدہ ہو چکی ہے یوں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی پوری ہو چکی۔

رسول الله ﷺ قال: اذا سمعتم بقومٍ قد خسف بهم ههنا قريباً فقد أظلت الساعة. مسند احمد، طبرانی، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب تم سنو کسی قوم کے بارے میں کہ وہ قریب ہی دھنس گئی ہے تو پس تحقیق وہ الساعت کا سایہ ہے۔ یعنی جب زمین کا دھنسنا شروع ہو جائے گا وہ دھنسنا الساعت کا سایہ ہوگا کہ الساعت اس قدر قریب آ چکی ہوگی جیسے کوئی شئے پاس آتی ہے اور اس کا سایہ پہلے آپ پر پڑتا۔ آج آپ انٹرنیٹ پر سنک ہولز لکھ کر تلاش کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ پوری دنیا میں زمین جگہ جگہ سے اچانک دھنس رہی ہے اور یہ دھنسنے کے واقعات روزانہ کا معمول بن چکے ہیں جس سے محمد علیہ السلام کے الفاظ کی بالکل تصدیق ہوتی ہے کہ اب الساعت یعنی آخری بڑی عظیم تباہی بالکل سر پر آ چکی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: اذا وستد الامر الی غیر أھله فانتظر الساعة. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب حکومت ان کو سونپی جائے جو اس کے اہل نہیں پس اس وقت انتظار کرنا الساعت کا۔

آج پوری دنیا پر تمام کے تمام حکمران وہی ہیں جو اس کے اہل نہیں یہ لوگ پوری دنیا کو فساد زدہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں انہی کے فساد کے سبب الساعت آئے گی اور محمد علیہ السلام کے الفاظ کی روشنی میں جن میں رائی برابر بھی ایمان ہے ان کو الساعت کا انتظار کرنا چاہیے یعنی جیسے کسی کی آمد کا انتظار ہوتا ہے تو انتظار میں اور کچھ کرنے کو دل نہیں چاہتا بالکل ایسے ہی دنیا سے دل اچاٹ ہو جائے اور آخرت کی فکر میں لگے رہنا چاہیے اب دنیا انتہائی قلیل وقت کی رہ گئی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین، یلبسون للناس جلود الضأن من اللین، ألسنتھم أحلی من العسل وقلوبھم قلوب الذئاب. ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: آخری زمانے میں ایسے اشخاص نکلیں گے جو الجھائیں گے الجھن کا شکار کریں گے، تذبذب کا شکار کریں گے، کنفیوژن کا شکار کریں گے دنیا میں دین سے یعنی کہیں گے کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بھیڑوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہوں گے تا کہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا سکیں ان کی زبانیں شہد سے میٹھی ہوں گی اور دل ہوں گے ان کے بھیڑیوں کے۔

آج یہ سب مناظر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آج ان نام نہاد علماؤں نے دین اور دنیا کو دو الگ الگ چیزیں بنا دیا جس وجہ سے لوگوں کی اکثریت نے دین کو پوجا پاٹ سمجھ لیا اور دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ ان علماء نامی طبقے کی حقیقت بالکل وہی ہے جو خود محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل بیان کر دی تھی۔ ان ملاؤں نے اپنی حقیقت کو چھپانے کی خاطر ایسے لبادے اوڑھے ہوئے ہیں کہ ہر کوئی ان کو دین الاسلام کا محافظ سمجھتا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے ان کی زبانیں تو شہد سے میٹھی ہیں لیکن دل ان کے بھیڑیوں کی مانند ہیں۔ جس امت کو دنیا کے انسانوں کے لیے نکالا گیا تھا انہوں نے اس امت کو اسی چکروں میں ڈال دیا جن چکروں میں بنی اسرائیل کے علماء نامی جہلاء نے انہیں ڈال دیا تھا اور وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے لعنت زدہ ہوئے۔ اس پر مزید کچھ بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں آج اس علماء نامی طبقے کی اکثریت کیا تقریباً پورے کا پورا طبقہ ہی ایسا ہے اور اگر کوئی ایسا نہیں تو اس کا شمار اس طبقے میں نہیں ہوتا۔

رسول الله ﷺ قال: یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب حتی لا یدری ما صیام ولا صلاة ولا نسک ولا صدقة، ولیسری علی کتاب الله فی لیلةٍ فلا یبقی فی الأرض منه آیة، وتبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون؟ أدرکنا آباء نا علی ھذه الکلمة: لا اله الا الله، فنحن نقولھا. ابن ماجه، بیھیقی، حاکم، الضیاء

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الاسلام اس طرح مٹ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش ونگار مٹ جاتے ہیں حتیٰ کہ کسی کو ادراک نہ ہو گا صیام کیا ہیں اور نہ صلاۃ کا اور نہ نسک کا یعنی جب اللہ کے لیے کام کرنا تو اس کے نتیجے میں آنے والی سختیوں پر اللہ ہی کی لیے صبر کرنا اس کا کسی کو ادراک نہ ہو گا اور نہ صدقے کا اور ایک لمبی لیل میں یعنی ایک لمبی مدت جس میں جہالت ہی جہالت ہو گی میں اللہ کی کتاب کو اٹھا لیا جائے گا پس نہیں باقی رہے گی زمین میں اس سے ایک آیت بھی اور جو جماعتیں لوگوں سے باقی بچیں گی وہ لوگوں سے سب سے بڑھ کر بے کار لوگ اور دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اس مقصد سے عاجز لوگ ہوں گے جو کہہ رہے ہوں گے پایا ہم نے اس کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پر اپنے آباؤ اجداد کو پس ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

آج پھر الاسلام اسی حالت میں لوٹ چکا جس وقت محمد کی بعثت سے قبل تھا آج الاسلام بالکل اسی طرح مٹ چکا جیسے محمد نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا۔ آج کسی کو بھی ادراک نہیں ہے کہ صیام اصل میں کیا ہیں، صلاۃ ہے کیا، نسک کیا ہے یعنی جب کوئی کام اللہ کے لیے کرنا تو بدلے میں آنے والی سختیوں لوگوں کی دشمنی وغیرہ پر اللہ کے لیے صبر کرنا کیا ہوتا ہے کہ جب میں کام اللہ کے لیے کر رہا ہوں اللہ کا کام کر رہا ہوں تو پھر یہ دشمنی اسی وجہ سے میرے ساتھ کی جا رہی ہے یعنی یہ دشمنی مجھ سے نہیں بلکہ اللہ کیساتھ کی جا رہی ہے اس لیے میں اس پر صرف اور صرف صبر کروں گا اور الہ ہی اس کا بدلہ لے گا کسی کو اس کا ادراک نہیں ہو گا

جس کا مطلب ہے کہ لوگوں میں برداشت ختم ہوجائے گی اور صدقہ کیا ہے کسی کو بھی اس کا ادراک نہیں ہوگا۔

صلاۃ کو نماز کا نام دیکر پانچ وقت اللہ پر احسان کرنا بنا دیا گیا کسی کو علم ہی نہیں کہ اصل میں صلاۃ ہے کیا مثلاً آپ اس بات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر آپ سے یا کسی عالم کہلانے والے سے پوچھا جائے کہ شیخ، علامہ، مولوی وغیرہ صاحب صلاۃ یعنی نماز پڑھنے کا حکم کسے دیا جائے گا؟ کیا کسی ہندو، عیسائی، یہودی یا کسی اور مذہب کے پیروکار کو نماز پڑھنے کا کہا جا سکتا ہے تو فوراً جواب ملے گا کہ نہیں نماز کا حکم اسے ہے جو مسلمان ہے۔

تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آل فرعون مسلمان تھے؟ کیا قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود سمیت جتنی بھی ہلاک شدہ اقوام تھیں وہ مسلمان تھیں؟ اگر مسلمان نہیں تھیں تو اللہ نے قرآن میں کہا کہ ان کو کہا تھا کہ صلاۃ قائم کریں انہوں نے صلاۃ قائم نہ کی جس وجہ سے وہ ہلاک ہوئیں۔ صلاۃ کی ضد فساد ہے ان قوموں کو صلاۃ کا حکم دیا گیا لیکن انہوں نے صلاۃ قائم نہ کی جس سے فساد ہوا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ کون سی صلاۃ ہے کیا جو آپ صلاۃ کے نام پر نمازیں پڑھ رہے ہیں یہ صلاۃ ہے؟ کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے کہیں بھی صلاۃ پڑھنے کا حکم دیا یا کہا؟ صلاۃ کو تو قائم کرنے کا حکم دیا اور اس کائنات کی تمام مخلوقات صلاۃ قائم کر رہی ہیں جیسے باقی مخلوقات صلاۃ قائم کر رہی ہیں آپ کو بھی ویسے ہی صلاۃ قائم کرنی ہے تو کیا آج جسے صلاۃ کہا جاتا ہے یہ وہی صلاۃ ہے؟

اگر یہ وہی صلاۃ ہے تو اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ تم پر صلی کرتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کو اور ملائکہ کو نماز کی حاجت کیوں پیش آئی اور وہ بھی انسانوں کے لیے؟ اگر یہ وہی صلاۃ ہے جو آج آپ نے بنالی تو ظاہر ہے اللہ اور ملائکہ جو صلاۃ انسانوں کے لیے قائم کرتے ہیں وہ بھی یہی ہونی چاہیئے؟ اگر نہیں تو پھر آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ وہ صلاۃ نہیں ہے جس کا حکم اللہ نے دیا۔ صلاۃ ''صل'' سے ہے صل کہتے ہیں شئے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا۔ یہی آپ نے کرنا تھا کہ دنیا کی تمام مخلوقات جو کہ پہلے ہی اپنے اپنے مقام پر تھیں انہیں اپنے مقام پر ہی رہنے دینا تھا اور انسانوں کو ان کے اس مقام پر رکھنا تھا جس مقام کا تعین اللہ نے کر دیا جب ایسا ہوتا تو تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتیں جس سے آسمانوں اور زمین کا نظام بالکل ٹھیک رہتا کوئی خامی نہ ہوتی لیکن جب آپ نے یہ صلاۃ قائم نہ کی تو آج وہی ہوا جو پہلی قوموں کے صلاۃ قائم نہ کرنے کی وجہ سے ہوا انہوں نے بھی صلاۃ کو آپ ہی کی طرح پوجا پاٹ بنالیا ہوا تھا۔ الصلاۃ کیا ہے اس پر آگے مکمل تفصیل کیساتھ بات کی جا چکی۔

آج کوئی بھی ایسا نہیں نظر آتا جسے صلاۃ کا ادراک ہو اور آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام کے کہے ہوئے الفاظ کے عین مطابق آج یہی کہا جاتا ہے جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا بس وہی ضرور جنت میں جائے گا جنت میں جانے کے لیے صرف زبان سے اس کلمے کا اقرار کرنا کافی ہے ہم نے اپنے آباؤاجداد کو اسی پر پایا اور بالکل یہی حال صیام، نسک اور صدقے کا ہے پورے کے پورے دین کی یہی حالت ہے کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ اصل میں دین ہے کیا ہر کوئی اسی کو دین سمجھ رہا ہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤاجداد کو پایا۔

قرآن دنیا کے ہر انسان کو صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن لوگوں نے صلاۃ کو نماز کا نام دیکر ایک مسلمان نامی گروہ سے مشروط کر دیا جیسے یہودیوں نے الاسلام کو یہود کے نام پر دائرے میں بند کر کے گروہ بنا لیا بالکل اسی طرح عیسائیوں نے کیا اور بالکل اسی طرح اس امت نے کیا الاسلام کو مسلم یا مسلمان کے نام پر ایک دائرے میں بند کر کے گروہ بنا دیا۔ نہ صرف یہ کیا بلکہ الٹا اس میں بھی مزید فرقہ در فرقہ تقسیم ہو گئے جس سے اللہ نے سختی سے منع کیا تھا۔ وہ دین جو پوری انسانیت کے لیے ہے اسے نہ صرف ایک گروہ کا دین بلکہ مذہب بنا دیا گیا۔ جو دین ہے ہی فطرت پر قائم ہونے کا نام اسے پوجا پاٹ بنا لیا جس کا دین الاسلام سے رائی برابر بھی کوئی تعلق نہیں الٹا یہ پوجا پاٹ دین الاسلام کی ضد ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: سيأتي على أمتي زمان يكثر فيه القراء ويقل فيه الفقها ويقبض العلم ويكثر الهرج، ثم ياتي من بعد زمان يقرا القرآن رجال من امتي لا يجاوز تراقيهم، ثم يأتي من بعد زمان يجادل المشرك بالله المؤمن في مثل مايقول.

طبراني ، حاكم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: میری امت پر زمانہ آئے گا جس میں قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور اس کی سمجھ رکھنے والوں کی بہت قلت اور علم قبض کر لیا

جائے گا اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی پھر آئے گا اس کے بعد زمانہ جس میں میری امت سے لوگ قرآن پڑھیں گے نہیں ان کے حلقوں سے نیچے اترے گا یعنی قرآن کا تعلق ان کے حلق تک ہو گا پھر آئے گا اس کے بعد زمانہ جس میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا مومن کیساتھ اپنی باتوں سے جھگڑے گا۔ آج یہ تینوں زمانے آپ بیک وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جن میں قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہے لیکن قرآن کو سمجھنے والوں کی بہت قلت یہاں تک کہ آج کوئی بھی سمجھ رکھنے والا نہیں ہے۔ قرآن کا تعلق صرف ان کے حلق کی حد تک ہے، حلق سے آواز نکلتی ہے اس لیے ان کا قرآن سے تعلق صرف پڑھنے کی حد تک ہو گا باقی جسم کے کسی حصے پر قرآن کا اظہار نہیں ہو گا یعنی باقی جسم کے تمام کے تمام اعضاء وہی کریں گے جس سے قرآن روک رہا ہو گا۔ ایسے زمانے میں قرآن پڑھنے والوں کی تو کثرت تھی اور ہے لیکن قرآن کو سمجھنے والوں کی بہت قلت اسی وجہ سے دنیا کی آج یہ حالت ہو چکی اگر قرآن کی سمجھ رکھنے والے ہوتے تو آج پوری دنیا میں اللہ کے ساتھ اس کے ہر کام میں انسان شریک نہ بنا ہوتا۔ آج پوری دنیا میں ہرج یعنی قتل کی کثرت بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں زندگی کی اہمیت مچھر یا مکھی سے بھی کم تر ہو چکی ہے۔ آج جس زمانے میں آپ موجود ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ایک مومن سے بالکل اسی طرح اپنی باتوں سے جھگڑتے ہیں، ان کا کھانا دیکھیں تو غیر اللہ کا مصنوعی، سفر کے ذرائع مصنوعی الدجّال کے، حتیٰ کہ ان کے استعمال کی ایک ایک شئے الدجّال کی خلق کردہ الدجّال لیکن وہ خود کو بانگ دہل نہ صرف مواحد کہلواتے ہیں بلکہ جب ایک مومن صرف اور صرف اللہ کی غلامی کی دعوت دیتا ہے تو اسے پاگل قرار دیتے ہیں الٹا اسے کافر و مشرک قرار دیتے ہیں اس پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں اور اس بات کو کوئی مومن ہی سمجھ سکتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لن تقوم الساعة حتى يسود كل قبيلة منافقوها. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہرگز قائم نہیں ہوگی الساعت یہاں تک کہ ہر قبیلے کا حکمران، سردار، لیڈر اس کا منافق نہ بن جائے۔

منافق ن ف ق یعنی نفق سے ہے اور نفق عربی میں اسے کہتے ہیں جو نقشہ چوہے کے بل میں پایا جاتا ہے جب آپ چوہے کو بھاگتا ہوا بل میں گھستا دیکھیں تو جس سوراخ میں وہ داخل ہوتا ہے صرف وہ چوہے کا بل نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کے بل کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ وہاں سے زمین کو کھودنا شروع کر دیں تو آپ یہ دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے کہ چوہے نے وسیع زمین کھود کر چھلنی کی ہوئی ہے اور درجنوں سوراخ ہیں جو پتہ نہیں کدھر کدھر نکل رہے ہیں۔ چوہے کا بل نظر آنے میں تو ایک سوراخ ہوتا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس اور چونکا دینے والی ہوتی ہے بالکل یہی وصف جس میں پایا جائے وہ منافق کہلاتا ہے یعنی جو وہ نظر آ رہا ہوتا ہے یا جو وہ کہتا یا دعویٰ کرتا ہے حقیقت وہ نہیں ہوتی بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس دنگ کر دینے والی ہوتی ہے۔ لیڈر سے قوم یا قبیلے کی صحیح سمت راہنمائی اور اس کی بھلائی مقصود ہوتی ہے لیڈران زبان سے دعوے تو ایسے ہی کریں گے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوگی حقیقت یہ ہوگی کے ان کے اپنے مفادات اس میں پوشیدہ ہوں گے اور وہ راہنما کی شکل میں راہزن ہوں گے یعنی ان کے دعوے کے برعکس ان کا مقصد صرف اور صرف لوٹ مار کرنا ہو گا، دھوکا دینا ہو گا اللہ کے ساتھ کھلم کھلا شرک عظیم کرنا ہو گا اور آج آپ پوری دنیا میں تمام کے تمام لیڈران کو دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آج تمام کے تمام لیڈران ہی منافق ہیں یوں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی آ چکی۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة انتفاخ الأهلة. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جو الساعت کا قریب ہونا ہے وہ چاند کا پھول جانا ہے یعنی چاند ایسے نظر آئے گا جیسے بہت قریب سے دیکھا جا رہا ہے۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جیسے کہ دوربینیں، ہائی ریزولوشن کیمرے اور لینز وغیرہ جن سے چاند بالکل ایسے ہی قریب سے نظر آتا ہے جیسے آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے کہا تھا اور یہ الساعت کے انتہائی قریب ہونے کی علامت ہے۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة كثرة القطر و قلة النبات، وكثرة القراء وقلة الفقهاء، وكثرة الأمراء وقلة الأمناء. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ الساعت کا قریب ہونا ہے کہ بارشوں کی کثرت ہوگی اور نباتات کی قلت اور قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور قرآن کی سمجھ رکھنے والوں کی بہت قلت اور حکمرانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور حکمرانی کا حق ادا کرنے والوں کی بہت قلت ہوگی۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج بارشوں کی تو بہت کثرت ہے جو کہ بے وقت بھی ہو رہی ہیں یہاں تک کے آئے دن سیلاب آتے رہتے ہیں لیکن ان بارشوں سے زمین نباتات نہیں اگاتی بلکہ وہ بارشیں الٹا تیار شدہ فصلوں کو تباہ کر دیتی ہیں اور آج زمین نباتات بہت کم اگا رہی ہے۔ جب تک زمین میں کھادیں وغیرہ نہ ڈالی جائیں تب تک زمین اگاتی ہی نہیں اگر اگاتی بھی ہے تو بہت کم حالانکہ اللہ نے قرآن میں واضح کر دیا کہ اللہ نے بارشوں کا نظام بنایا ہی زمین سے نباتات اگانے کے لیے ہے جس وجہ سے بارشیں صرف تب ہی ہوتی تھیں جب کھیتوں کو پانی کی ضرورت ہوتی تھی اور اتنی ہی مقدار میں ہوتی تھی لیکن آج بادلوں کے نظام میں بھی فساد ہو چکا بارشیں بے وقت اور کثرت سے ہو رہی ہیں لیکن ان سے زمین اپنی نباتات نہیں نکالتی۔ آج قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہے اور قرآن کو سریلی سے سریلی آواز میں پڑھنا ہی عالم و فاضل کی نشانی بن چکا ہے لیکن قرآن کی سمجھ رکھنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے یہاں تک کہ ہے ہی نہیں۔

اللہ نے جو نظام انسان کو دیا جسے قرآن میں الصلاۃ کہا اس میں پوری دنیا کے انسانوں میں ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیے لیکن آج اس کے برعکس نہ صرف دنیا میں بلکہ خود کو امت محمد کہلوانے والوں میں حکمرانوں کی کثرت ہو چکی ہے اور ان میں حکمرانی کا حق ادا کرنے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا اگر کوئی ہے بھی تو بہت کم۔ ان عوامل کو محمد علیہ السلام نے الساعت کے بالکل قریب ہونے کی علامات قرار دیا لیکن آپ ہیں کے آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی اور کوئی فکر ہی نہیں ہر کوئی ابھی بھی یہ سمجھ رہا ہے کہ جیسے دنیا ختم ہونے والی نہیں یہ سب کچھ ایسے ہی چلتا رہے گا۔ کیا آپ کا یا لوگوں کا یہ رویہ محمد علیہ السلام کی تصدیق کے زمرے میں آتا ہے یا پھر ان کی تکذیب کے زمرے میں؟ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اس کے باوجود اگر آپ اپنی ضد پر ڈٹے رہے تو نقصان دنیا و آخرت میں آپ کا اپنا ہی ہے نہ کہ کسی اور کا۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس فى المساجد. مسلم، ترمذی، مسند احمد، ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہرگز قائم نہیں ہوگی الساعت یہاں تک کہ لوگ مساجد میں فخر نہ کرنے لگیں، شیخیاں نہ بگھارنے لگیں۔

آج یہ سب بھی آپ اپنی انکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ صرف مساجد کی تعمیر میں ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے بلکہ مساجد میں ایسے لباس وغیرہ پہن کر جایا جاتا ہے کہ ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے، شیخیاں بگھاری جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من أعلام الساعة واشراطها أن يكتفى الرجال بالرجال والنساء بالنساء. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی علام اور اشراط میں سے ہے کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے کفایت کرے گی یعنی مرد مرد سے اور عورت عورت سے جنسی حاجت پوری کرے گی۔

آج نہ صرف یہ سب ہو رہا ہے بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں تو باقاعدہ ایسے قوانین بن چکے ہیں، ہم جنس پرستی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور یہ سب اسی وقت ہونا تھا جب الساعت کا بالکل قریب ہونا تھا اور آج الساعت بالکل سر پر آ چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من أعلام الساعة واشراطها أن تكنف المساجد و أن تعلو المنابر. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ مساجد میں پاخانے کی جگہیں یعنی ٹوائلٹ بنائیں جائیں گے اور یہ بھی کہ مساجد کے منبر اونچے، اوپر کیے جائیں گے۔

یہ انتہائی حیران کر دینے والی بات کہ ہے جب اس بارے میں کوئی تصور تک بھی نہیں پایا جاتا تھا اس وقت محمد علیہ السلام نے آج کے بارے میں یہ بنا دے دی

آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ آج دنیا میں بہت ہی کم وہ بھی نہ ہونے کے برابر ایسی مساجد ہوں گی جن میں پاخانے کی جگہیں موجود نہ ہوں ورنہ آج تقریباً پوری دنیا میں مساجد میں پاخانے کی جگہیں تعمیر کی جا چکی ہیں۔ جسے محمد علیہ السلام نے الساعت کی علامات واشراط میں سے قرار دیا وہ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آج مساجد میں منبر بھی اونچے بلند نہ صرف تعمیر کیے جاتے ہیں بلکہ اونچے بلند منبر رکھے جاتے ہیں۔ یوں یہ علامات واشراط بھی پوری ہو چکیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من أعلام الساعة واشراطها أن تظهر المعازف وشرب الخمور. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ گانے بجانے کے آلات ظاہر ہو جائیں گے اور نشہ آور، الکوحل والے مشروبات پیئے جائیں گے۔

آج نہ صرف پوری دنیا میں جدید ترین موسیقی کے آلات ظاہر ہو چکے ہیں بلکہ آج یہ آلات نہ صرف کسی نہ کسی شکل میں ہر گھر میں موجود ہیں بلکہ اب تو ہر ایک اپنی جیبوں میں لیے پھر رہا ہے اور آج دنیا بھر میں سب سے زیادہ پیئے جانے والے مشروبات پیپسی وکوکا کولا وغیرہ ہیں جن میں باقاعدہ الکوحل شامل ہوتی ہے ان کے علاوہ بھی ایسے لاتعداد مشروبات اور بڑی مقدار میں خمر یعنی شرابیں بھی عام پی جا رہی ہیں۔ انہیں محمد علیہ السلام نے الساعت کی علامات اور اشراط میں سے قرار دیا یوں آج الساعت کی یہ علامات واشراط بھی آ چکیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ الساعت آپ کے سر پر آ چکی ہے اس کے باوجود آج ہر کوئی اس سے غافل ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ان من أعلام الساعة واشراطها أن تكثر أولاد الزنا. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی علامات اور اشراط سے ہے کہ اولاد الزنا کی کثرت ہو جائے گی۔

اولاد الزنا یعنی زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کون سی ہے اسے جاننے کے لیے پہلے آپ کو یہ جاننا ہوگا کہ زنا کیا ہے جب تک زنا کا علم نہیں ہوگا تب تک کوئی بھی اولاد الزنا کو نہیں جان سکتا۔ اولاد الزنا کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان جسے نکاح کہتے ہیں جو کہ ایک رسم ہے جو لوگ اس رسم کو پورا نہیں کرتے ان کا نکاح نہیں ہوتا یوں ان سے پیدا ہونے والی اولاد زنا کی پیداوار ہوگی یا پھر اس کے علاوہ ایک مرد اور عورت بغیر نکاح کے نام پر رسم ورواج کو پورا کیے بچہ پیدا کرتے ہیں تو وہ اولاد الزنا ہوگی بلکہ جب تک آپ کو زنا کا علم نہیں ہوگا تب تک آپ اولاد الزنا کو نہیں جان سکتے اور زنا کو اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ بشر کو کس مقصد کے لیے خلق کیا اسے نہیں جان لیتے۔ یہاں مختصراً بات کرتے ہوئے اولاد الزنا کو کھول کر واضح کریں گے۔

کسی بھی شئے کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اسے جاننے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس میں موجود صلاحیتوں وخصوصیات کو جان لیا جائے جب اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے گا تو صلاحیتیں خود بخود اس کا مقصد تخلیق کھول کر واضح کر دیں گی کیونکہ صلاحیتیں ہی کسی بھی شئے کے مقصد کا تعین کرتی ہیں۔

جب اس بشر میں غور کیا جائے تو اس بشر میں بالکل ایسی ہی صلاحیتیں ہیں جیسے کہ پورے وجود میں دماغ میں ہوتی ہیں جس کا کام ہوتا ہے پورے وجود کی دیکھ بھال کرنا پورے وجود کا نظام چلانا یعنی بشر کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ وہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سنے دیکھے اور سمجھے پھر اس کے مطابق عمل کرے کہ آسمانوں وزمین میں کوئی بھی کسی بھی قسم کی خرابی نہ کر پائے آسمانوں وزمین میں قائم توازن میں خسارے کا سبب یا باعث نہ بنے۔

اب کوئی بھی بشر جب پیدا ہوتا ہے تو وہ فوری اس مقصد کو پورا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے اسے اس مقام پر پہنچنا ہوتا ہے جس مقام پر آ کر ہی وہ اس مقصد کو پورا کر سکتا ہے یعنی وہ جسمانی لحاظ سے اور عقل وشعور کے لحاظ سے بھی جب بالغ ہو جائے تو ہی وہ اس مقصد کو جان کر اس کو پورا کر سکتا ہے اور پھر اسی طرح جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تب بھی وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

بشر کا مقصد ہے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ المیزان قائم رکھنا کہ اس میں خسارہ نہ ہو اب اگر ایک بشر بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ اس مقصد کو پورا نہیں کر سکتا جس سے المیزان میں خسارہ ہوگا یعنی جب ایک بشر بوڑھا ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کی موت ہو جائے گی تو ظاہر ہے اس کی جگہ خالی ہو جائے گی یوں وہ ذمہ

داری پوری نہ ہونے سے المیز ان میں خسارہ ہوگا اس خسارے کو روکنے کے لیے بشر پر لازم ہے کہ وہ اپنی جگہ خالی کرنے سے پہلے اپنا نائب تیار کرے تا کہ جب وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے قابل نہ رہے یا اس کی موت ہو جائے تو اس کی جگہ خالی نہ رہے بلکہ اس کا نائب اس کی جگہ لے لے یعنی قسط کیساتھ المیز ان قائم کرنا ہے۔

جس کے لیے ظاہر ہے اچانک سے تو نائب لایا نہیں جا سکتا بلکہ ایک بچہ وجود میں لایا جائے گا پھر اس بچے کی اسی مقصد کے لیے تعلیم وتربیت کی جائے گی تا کہ کل کو جب آپ اپنی جگہ خالی کریں تو آپ کی اولاد جسے آپ نے قسط کیساتھ اس قابل بنایا آپ کی جگہ لے سکے اس ذمہ داری کو پورا کرے۔ یوں یہ بات آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اولاد کو جنم دینے کا مقصد کیا ہے اولاد کو وجود میں لانے کا مقصد ہے کہ کل کو وہ اس مقصد کو پورا کریں جس مقصد کے لیے آپ کو وجود میں لایا گیا تھا اور آپ بوڑھے ہو گئے یا آپ کی موت ہو گئی جس وجہ سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔

جیسے آپ اگر کچھ بھی کھاتے ہیں تو کھانے کا مقصد ذائقہ حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ کھانے کا اصل مقصد آپ کے جسم کو اس کی ضروریات فراہم کرنا ہے اگر جسم کو اس کی ضروریات فراہم نہیں کی جائیں گی تو جسم اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہے گا جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا ہے۔ آپ کے جسم کی ضروریات وہ عناصر ہیں جن سے آپ کا جسم خلق کیا گیا ان عناصر کی مقدار اور معیار بھی طے شدہ ہے اب اگر آپ براہ راست جسم کو وہ عناصر فراہم کرتے ہیں تو پہلی بات کہ آپ کسی بھی صورت ان کی مقدار اور معیار کا خیال نہیں رکھ سکتے دوسری بات کہ ان کی مقدار انتہائی قلیل ہونے کی وجہ سے آپ براہ راست وہ عناصر جسم میں نہیں ڈال سکتے تیسری بات کہ آپ ان عناصر کو جسم میں ڈالنا مشقت سمجھیں گے اور آپ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا پھر چوتھی بات کہ اگر آپ ان عناصر کو جسم میں ڈالتے ہیں تو وہ جہاں جہاں سے گزریں گے جسم کو نقصان پہنچائیں گے یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے ان عناصر کو فطرت نے یعنی اللہ جو کہ آپ کا خالق ہے نے آپ کے رزق کی صورت میں ایسے پیک کر دیا کہ وہ نہ صرف آپ کو دیکھنے میں بھلے لگتے ہیں بلکہ ان میں طرح طرح کے ذائقے رکھنے سے آپ خوشی خوشی انہیں جسم کو فراہم کرتے ہیں یوں اس رزق کی صورت میں آپ وہ عناصر جسم کو فراہم کرتے ہیں جس سے آپ کا جسم خلق ہوتا ہے اس میں المیز ان قائم رہتا ہے اور جسم اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل رہتا ہے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ رزق کا مقصد نہ تو پیٹ بھرنا ہے اور نہ ہی ذائقوں کا حصول ہے بلکہ اصل مقصد ہے جسم کو اس کی ضروریات فراہم کرنا اس لیے اگر رزق میں وہ عناصر موجود نہیں ہیں اگر موجود ہیں تو ان کی مقدار اور معیار میں کوئی کمی بیشی ہے تو ایسا رزق حرام ہے یعنی اسے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے اس کے باوجود اگر ایسا رزق کھایا جاتا ہے تو ایسا کرنے والا مجرم ثابت ہو جائے گا کیونکہ ایسا رزق صرف اور صرف نقصان ہی پہنچائے گا وہ وجود کو بے کار کر دے گا یوں جسم اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہے گا جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے وجود میں لایا گیا بالکل ایسے ہی مرد اور عورت کے درمیان حب یعنی کشش کا مقصد جنسی لذت کا حصول نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مقصد ہے قسط کے ساتھ اپنا نائب لانا یعنی ایسی اولاد وجود میں لانا جو آپ کے بعد اس ذمہ داری کو پورا کرے تا کہ آپ کی جگہ خالی ہونے سے یا جس بشر کی اس وجود یعنی فطرت کو ضرورت ہے اس کے عدم سے المیز ان میں خسارہ نہ ہو۔

یعنی عورت اور مرد کے اختلاط کا مقصد قطعاً جنسی لذت کا حصول نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مقصد ہے ایسی اولاد وجود میں لائی جائے جس کی فطرت کو ضرورت ہے جو کل کو المیز ان قائم کرے اس لیے اگر کوئی کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ اس مقصد کے لیے تعلق قائم کرتا ہے یا پھر اس کا مقصد جنسی لذت کا حصول ہے اور دوسری بات اگر اولاد کو وجود میں لایا جاتا ہے جنم دیا جاتا ہے تو آیا اس کے پیچھے مقصد بالکل واضح ہے یا پھر بے مقصد محض جنسی لذت کے حصول میں ہی اولاد کو جنم دے دیا گیا اور جنم دینے کے بعد بھول گئے آپ کو علم ہی نہیں کہ آپ نے اولاد کو کس مقصد کے لیے وجود میں لایا یوں ایسی اولاد کل کو آسمانوں وزمین میں وضع کردہ المیز ان میں بگاڑ کا سبب بنے گی یہی وہ اولاد ہے جسے اولاد الزنا کہا گیا۔

اللہ جو بھی کرتا ہے بالحق کرتا ہے یعنی بغیر مقصد کے اللہ کچھ بھی نہیں کرتا اور آپ کو بھی اللہ نے یہی حکم دیا کہ اللہ کا رنگ اختیار کرو یعنی آپ نے بھی ہر حال میں کچھ بھی کرنا ہے تو بامقصد کرنا ہے نہ کہ بے مقصد اگر آپ اولاد کو جنم دیتے ہیں اور اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا محض جنسی تسکین کے نتیجے میں اولاد وجود میں آ جاتی ہے تو ایسی اولاد اولاد الزنا کہلائے گی جسے وجود میں لانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ آج کوئی بھی ایسا نہیں جسے حق کا علم ہو اس لیے آج دنیا اولاد الزنا سے بھر چکی ہے یعنی آج دنیا میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اللہ کے ہاں بالکل بے کار وفضول ہیں یہاں تک کہ پیدائشی فاسق وفاجر ہیں جو کہ بڑے ہو کر صرف اور صرف اللہ

کے دشمن ہی بنیں گے آسمانوں و زمین میں فساد ہی کریں گے یوں آج دنیا اولاد الزنا سے بھر چکی ہوئی ہے ہر طرف اولاد الزنا ہی نظر آ رہی ہے جو کہ الساعت کی علامات و اشراط میں سے تھی یوں آج الساعت کی یہ علامت و شرط بھی پوری ہو چکی۔

آج جب اولاد کو وجود میں لایا جاتا ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اولاد کو جنم دینے سے پہلے مقصد طے کرتا ہے اور اسی مقصد کے لیے کسی ایسی عورت کا انتخاب کرتا ہے جو اس مقصد کو پورا کرنے میں اس کی معاون بنے بلکہ مال و دولت دیکھی جاتی ہے کہ مال دار عورت سے شادی کی جائے یوں ایسے مرد اور عورت سے وجود میں آنے والی اولاد الزنا ہوتی ہے ایسے ہی کوئی رنگ نسل کی بنیاد پر عورت سے شادی کرتا ہے، کوئی پیار و محبت کے نام پر تو کوئی اور کسی لالچ کے تحت یوں ایسے تمام لوگوں کی اولاد اولاد الزنا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جب مقصد کچھ اور ہو اور کسی اور مقصد کے حصول کے دوران اولاد آ جائے جو کہ بالکل بے مقصد ہو گی تو ایسی اولاد کو وجود میں لانے کا کیا اللہ حکم دے گا جو کل کو اللہ ہی کیساتھ دشمنی کرے گی؟ بالکل نہیں۔ اللہ کیوں اپنے دشمن وجود میں لانے کا حکم دے گا؟ اللہ کیوں اپنے شریک وجود میں لانے کا حکم دے گا یوں ایسی اولاد بھی کل کو وہی کرے گی یوں اسی طرح نہ صرف دنیا میں اولاد الزنا کی کثرت ہوتی چلی گئی بلکہ اولاد الزنا نے ہی آسمانوں و زمین میں فساد عظیم کر دیا جس کے نتیجے میں آج طرح طرح کی تباہیاں و ہلاکتیں آ رہی ہیں آسمانوں و زمین میں کچھ بھی سلامت نہیں رہا۔

اس کے برعکس وہ اولاد اولاد الزنا نہیں، حرام کی اولاد نہیں بلکہ حلال کی اولاد ہے جس کو وجود میں لانے سے قبل دیکھا جائے جانا جائے کہ اللہ یعنی فطرت کو کس کی ضرورت ہے تو جس بشر کی فطرت یعنی اللہ کو ضرورت ہے ویسی ہی اولاد وجود میں لائی جائے ورنہ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو وہ اولاد حلال کی نہیں بلکہ حرام کی اولاد ہو گی اولاد الزنا ہو گی۔

رسول الله ﷺ قال: لا تذهب الدنيا حتى يستغني النساء بالنساء والرجال بالرجال. ابن عساكر

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ختم ہو گی دنیا یہاں تک کہ عورت عورت سے اور مرد مرد سے اپنی حاجت پوری کرے۔

آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہم جنس پرستی اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے جو کہ دنیا کے ہر معاشرے میں سرائیت کر چکی ہے یوں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی پوری ہو چکی۔

رسول الله ﷺ قال: اذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة، قيل: كيف اضاعتها؟ قال: اذا أسند الأمر الى غير أهله فانتظر الساعة. بخاري

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب ضائع کی جائے گی امانت پس انتظار کرنا الساعت کا۔ پوچھا گیا کیسے اسے ضائع کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جب حکمران ایسے لوگ بن جائیں جو اس کے اہل نہیں، کام ایسے لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں جو ان کے اہل نہیں پس اس وقت الساعت کا انتظار کرنا۔

آج پوری دنیا میں ایسے حکمران مسلط ہو چکے ہیں جو امانت کو ضائع کر رہے ہیں یہ زمین اللہ کی امانت ہے اس پر حکمرانی کا حق صرف اسے ہے جو اس کا اہل ہو اور اہل صرف اور صرف وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ نے علم و حکمت سے نوازا ہو یعنی جس کے پاس الکتاب جو کہ آسمانوں و زمین ہیں ان کا مکمل علم ہو ورنہ جو بھی حکمران بنے گا وہ شیاطین کے مشن میں ان کا معاونت کار بن کر زمین میں نمرود و فرعون سمیت پچھلی قوموں کی طرح فساد کرے گا جس سے اللہ کی اس امانت میں خیانت ہو گی جس وجہ سے آج جو تباہیاں، مصیبتیں، زلزلے، سیلاب آ رہے ہیں یہ سب ہو گا اور آج یہ سب آپ خود نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ اسی وقت سے گزر رہے ہیں۔

آپ خود غور و فکر کریں کہ آج جو دنیا کے حالات ہیں کیا اس کی ایک بڑی وجہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کو زمین میں مکن ملا یعنی زمین میں اقتدار و اختیار ملا حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں تھے؟ جب ایک نا اہل شخص کے ہاتھ میں کوئی شئے دے دی جائے تو وہ اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے تو پھر اگر نا اہل لوگوں کو زمین کا اقتدار و اختیار حاصل ہو جائے گا تو کیا آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے کچھ بھی سلامت رہے گا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پھر آسمانوں و زمین میں کچھ بھی سلامت رہے بلکہ ظاہر ہے وہ آسمانوں و زمین میں اپنی من مانیاں کریں گے خواہشات کی اتباع کریں گے جس کی وجہ سے آسمانوں و زمین میں وضع کردہ المیزان بگڑ

جائے گا طرح طرح کی تباہیاں آئیں گی اور بالآخر ایک بڑی تباہی عظیم زلزلہ آئے گا جس میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا جسے الساعت کہا گیا اور پھر آہستہ آہستہ یہ زمین وہی جہنم بن جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا جس سے نہ صرف آپ پر حق کھل کر واضح ہوگیا یوں یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ الساعت آپ کے سر پر آ کھڑی ہے۔

قال رسول الله ﷺ : ان امام الدجال سنين خداعة، يكذب فيها الصادق، ويصدق فيها الكاذب، ويخون فيها الامين، ويؤتمن فيها الخائن، ويتكلم فيها الروبيضة. قيل: وما الروبيضة؟ قال : الفويسق يتكلم فى امر العامة. مسند احمد

کہا رسول اللہ ﷺ نے: اس میں کچھ شک نہیں امام ہوں گے الدجّال کے وہ سال جن میں دھوکہ ہی دھوکہ ہوگا یعنی اس میں کچھ شک نہیں بلاشک وشبہ جب دھوکے کے سال آجائیں تو اس وقت الدجّال موجود ہوگا جوان دھوکے کے سالوں کی آڑ لیے ہوئے ہوگا دھوکے کے سال الدجّال کے امام ہوں گے، ان دھوکے کے سالوں میں جو الدجّال کے امام ہوں گے الدجّال جن کی آڑ لیے ہوئے ہوگا ان میں جھوٹا سچا ہوگا اور سچا جھوٹا ہوگا، خیانت کرنے والے امین اور امانت کا حق ادا کرنے والے خائن، بولیں گے ان میں روبیضہ۔ پوچھا گیا اور کیا ہیں روبیضہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بات کو بدلنے والے، بات کو اس کے مقام سے ہٹانے والے، بات کو سیاق وسباق سے ہٹانے والے، بات میں جھوٹ کی ملاوٹ کرنے والے، سچ کو بدلنے والے، بولیں گے ان معاملات میں دخل اندازی کریں گے ان کاموں میں ان معاملات میں بات کریں گے ان امور پر جن کا تعلق عوام الناس سمیت دنیا کی تمام مخلوقات سے ہے یعنی وہ کام جو اگر صحیح انجام پائیں گے تو اس سے فائدہ عوامۃ الناس سمیت تمام مخلوقات کو ہوگا ورنہ ان کے صحیح انجام نہ دینے یا ان میں لاپرواہی یا کوتاہی کرنے سے عوامۃ الناس سمیت زمین کی تمام مخلوقات کو نقصانات کا، خرابیوں وتباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قال رسول الله ﷺ : تكون أمام الدجال سنون خداعة، يكثر فيها المطر ويقل النبت، ويكذب فيها الصادق و يصدق فيها الكاذب، ويؤتمن الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الروبيضة، قيل: يا رسول الله ﷺ وما الروبيضة؟ قال: من لا يوبه له. طبرانی

یوبه. پرواہ، ذمہ داری کا احساس، ذمہ دار ہونا، سنجیدگی وغیرہ۔

کہا رسول اللہ ﷺ نے: دھوکے کے سال موجود ہوں تو وہ دھوکے کے سال الدجّال کے امام ہوں گے یعنی دھوکے کے سالوں میں الدجّال موجود ہوگا اس کے نظر نہ آنے اس کے پہچانے نہ جانے کی وجہ یہ ہوگی کہ دھوکے کے سالوں نے اسے چھپا رکھا ہوگا اس پر مسیحا کا پردہ چڑھا رکھا ہوگا الدجّال ان دھوکے کے سالوں کی آڑ لیے ہوئے لوگوں کا ربّ بنا ہوا ہوگا، ان دھوکے کے سالوں میں جن میں الدجّال موجود ہوگا میں بارش کثرت سے ہوگی لیکن پیداوار کم سے کم ہوں گی، جھوٹا ان میں سچا ہوگا اور سچا ان میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہوگا، اور بولیں گے اس میں روبیضہ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ روبیضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا روبیضہ وہ ہوگا جس کو ذمہ داری کا احساس نہیں ہوگا غیر سنجیدہ، بے پرواہ، غیر ذمہ دار جو بغیر سوچے سمجھے بات کرے گا کہ اس کی وجہ سے خواہ کتنی ہی تباہی کیوں نہ آجائے، کسی کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوجائے، قوموں کی قوموں میں اس کی بات سے اختلافات اور دشمنیاں کیوں نہ ہوجائیں، جنگ وجدل کیوں نہ ہوجائے، تباہیاں وبربادیاں ہی کیوں نہ آجائیں اس کی بات سے اسے کوئی فکر کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔

النبی ﷺ قال: سياتى على الناس سنوات خداعات يصدق فيها الكاذب، ويكذب فيها الصادق، ويؤتمن الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الروبيضة، قيل: يا رسول الله ﷺ وما الروبيضة؟ قال:الرجل التافه ينطق فى امر العامة. الأمالى الخميسية للشجرى

التافه. بے وقعت، لالچی، کمینہ، بے بنیاد، احمق، کمتر، فضول، بے کار، مضحکہ خیز، ہیچ، ذلیل، برا، سستا وغیرہ۔
مخصوص نبی یعنی اللہ کے رسول نبی ﷺ نے کہا: آئیں گے لوگوں پر دھوکے کے سال، جھوٹا ان میں سچا ہو گا اور سچا ان میں جھوٹا، امانت کا حق ادا کرنے والا خائن اور امانت میں خیانت کرنے والا امین ہو گا، اور بولیں گے اس میں رویبضۃ، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اور یہ رویبضہ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا بے وقعت، لالچی، کمینہ، بے بنیاد، احمق، کمتر، فضول، بے کار، مضحکہ خیز، ہیچ، ذلیل، برا، سستا اور شہرت کا بھوکا وغیرہ شخص ہو گا جو بولے گا دخل اندازی کرے گا عوام الناس کے معاملات میں۔

روایات میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کے عین مطابق آج یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ امانت یہ زمین ہے زمین میں اقتدار و اختیار کا ملنا حکومت ملنا یہ ہے امانت جو ان کے حوالے کی جائے گی جو کہ خائن ہیں یعنی زمین اللہ کی امانت میں خیانت کرنے والے اس میں بگاڑ کرنے والے اور آج آپ دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا میں خائن حکمران مسلط ہیں، آج سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا بنا کر پیش کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے، بارشیں پوری دنیا میں کثرت سے ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آئے روز سیلاب آتے ہیں لیکن ان بارشوں کا فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے بارشیں تو کثرت سے ہو رہی ہیں لیکن ان بارشوں سے پیداوار نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے کیونکہ بارشوں کا نظام ہی درہم برہم ہو چکا ہے۔ رویبضہ آج عوام الناس کے معاملات میں بول رہے ہیں جنہیں آپ کسی بھی ٹی وی چینل یا میڈیا پر دیکھ سکتے ہیں پوری دنیا کے میڈیا میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے جو سچ میں جھوٹ کی ملاوٹ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں انتہائی غیر ذمہ داری کر مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جتنی جی چاہے تباہی آئے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اور ایسے تمام کے تمام لوگ لالچی، کمینے، شہرت کے بھوکے، بے وقعت، جاہل، فضول، فاسق و فاجر انسان ہیں۔ ایسے دھوکے سے بھرپور سالوں کے بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ یہ دھوکے کے سال الدجّال کے امام ہوں گے یعنی الدجّال موجود ہو گا لیکن ان دھوکے کے سالوں کی آڑ لیے ہوئے ہو گا ان دھوکے کے سالوں کی وجہ سے اسے کوئی پہچان نہیں پائے گا۔ ایسی تمام روایات میں امام الدجّال کے معنی الدجّال سے پہلے دھوکے کے سال مراد لیے جاتے ہیں جو کہ بہت بڑا دھوکا اور فراڈ ہے۔ پہلے کے لیے عربی میں لفظ قبل استعمال ہوتا ہے نہ کہ امام، امام عربی میں کہتے ہیں جو آگے ہوتا ہے جو لیڈ کرتا ہے یعنی جو قیادت کر رہا ہوتا ہے۔
مثال کے طور پر ٹرین کی ہی مثال لے لیجئے ٹرین کا انجن باقی ڈبوں کا امام کہلائے گا کیونکہ وہ ان سب سے آگے آگے چلتا ہے اور امام کو محمد علیہ السلام نے ڈھال قرار دیا۔ ڈھال ایسی شئے کو کہتے ہیں جس کی آڑ لے لی جائے جیسے پہلے ادوار میں لوہے کا ایک تھال ہوتا تھا جو دوران جنگ استعمال کیا جاتا تھا دشمن کا وار روکنے کے لیے اور اس کی آڑ میں دشمن سے لڑا جاتا تھا جیسا کہ درج ذیل روایت میں محمد علیہ السلام نے اسی بات کو واضح کر دیا۔

النبی ﷺ قال: انما الامام جنة، یقاتل من ورائه و یتقی به. مسلم
النبی ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں جو امام ہوتا ہے وہ جنہ ہوتا ہے یعنی امام ڈھال ہے لڑا جاتا ہے اس کے پیچھے سے اس کی آڑ لیکر نہ صرف دشمن کے وار سے محفوظ رہنے کے لیے اس کی آڑ لیکر دشمن کے وار سے بچا جاتا ہے بلکہ اس کی آڑ لیکر دشمن پر وار کیا جاتا ہے لڑا جاتا ہے۔
ایسے دھوکے سے بھرپور سال الدجّال کے امام ہوں گے یعنی ایسے سال الدجّال کو لیڈ کر رہے ہوں گے الدجّال کی قیادت کر رہے ہوں گے الدجّال ایسے سالوں کی آڑ لیے ہوئے ہو گا یعنی جب ایسے سال چل رہے ہوں گے تب الدجّال موجود ہو گا لیکن اسی ڈھال یعنی دھوکے سے بھرپور سالوں کی وجہ سے کوئی بھی الدجّال کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر رہے گا۔ درحقیقت یہ رویبضہ جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے جیسے کہ میڈیا اینکرز، صحافی، سیاستدان، ملّاں، پروفیسرز اور ایسا ہی باقی طبقہ وغیرہ یہ سب الدجّال کی امامت کر رہے ہیں الدجّال ان کی آڑ لیے ہوئے ہے یہی وہ لوگ ہیں جو الدجّال کو مسیحا بنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔
محمد علیہ السلام نے لفظ امام الدجّال کا استعمال کر کے واضح کر دیا کہ انہی سالوں میں الدجّال موجود ہو گا نہ کہ ایسے سالوں کے بعد الدجّال آئے گا۔ آج یہ وہی دھوکے سے بھرپور سال ہیں جو الدجّال کے امام ہیں اور الدجّال یعنی ٹیکنالوجی ان کی آڑ میں پوری دنیا کے انسانوں کا ربّ بنی ہوئی ہے۔ یہ میڈیا ٹیکنالوجی کو

مسیحا بنا کر پیش کرتا ہے اس کا صرف ایک ہی رُخ دیکھاتا ہے جو دیکھنے میں بہت مزین ہے لیکن اس کا دوسرا رُخ کوئی بھی نہیں دیکھا تا سب چھپا دیتے ہیں جس کی وجہ سے آج تک انسانوں کی اکثریت الدجّال کو پہچاننے سے قاصر رہی اور الدجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہے یوں الساعت کی یہ علامات و اشراط بھی آ چکیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان بين يدى الساعة فتناً كأنها قطع الليل المظلم، يصبح الرجل فيها مؤمناً ويمسى كافراً، ويمسى مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع قوم أخلاقهم بعرضٍ من الدنيا يسير. مسند احمد، نعيم بن حماد، حلية الاولياء

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں الساعت کے ہاتھ کے درمیان یعنی جب الساعت بالکل سر پر آ جائے گی فتنے ہوں گے کالی سیاہ رات کی طرح اس میں شخص صبح کرے گا تو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کرے گا تو کافر ہوگا، بیچ دیں گے لوگ اپنے اخلاق اس سبب جو دنیاوی سہولتیں و آسائشیں پیش کی جائیں گی یعنی دنیاوی آسائشوں وسہولتوں کے عوض اپنے اخلاق کا سودا کیا جائے گا۔

رسول الله ﷺ قال: ان بين يدى الساعة فتناً كقطع الليل المظلم يصبح الرجل فيها مؤمناً ويمسى كافراً، ويمسى مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع فيها قوم دينهم بعرضٍ من الدنيا. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں الساعت کے ہاتھ کے درمیان یعنی جب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہوگی فتنے ہوں گے کالی سیاہ رات کی طرح اس میں شخص صبح کرے گا تو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کرے گا تو کافر ہوگا۔ اس میں قوم اپنا دین بیچ ڈالے گی دنیا کے عوض یعنی لوگوں کا معاملہ یہ ہوگا کہ جب ان کے سامنے دنیا پیش کی جائے گی دنیاوی مال ومتاع آسائشیں وسہولتیں تو ان کے عوض اپنا دین بیچ ڈالیں گے مطلب یہ کہ دنیا میں آنے کے مقصد کو بھول جائیں گے اور دنیاوی مال ومتاع آسائشوں وسہولتوں کے حصول کو ہی دنیا میں آنے کا مقصد بنا لیں گے۔

آج یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ہر طرف فتنے ہی فتنے ہیں یہاں تک کہ اس سے پہلے ضلالِ مبین تھیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیاں ہی گمراہیاں ہر طرف فتنے ہی فتنے اور دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کسی کو بھی نہیں علم اور الٹا دنیاوی مال ومتاع دنیاوی سہولتوں وآسائشوں کے حصول کو ہی دین بنا لیا گیا یعنی دنیا میں آنے کا مقصد بنا کر اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں یوں الساعت کی یہ علامات واشراط بھی آ چکیں جو چیخ چیخ کر وقت کے خاتمے کا اعلان کر رہی ہیں الساعت کا علم دے رہی ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من اشراط الساعة أن يرفع العلم ويظهر الجهل. ابن النجار

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی اشراط سے ہے علم کا بلند ہو جانا اور ظاہر ہو جانا جہالت کا۔

آج علم رفع یعنی بلند ہو چکا۔ رفع ہونا کہتے ہیں بلند ہونے کو آج اگر کوئی علم کا طالب ہو تو اسے علم تک پہنچنے کے لیے خود بھی پہلے رفع ہونا پڑے گا تا کہ وہ اس علم تک پہنچ سکے اور رفع ہونے کے لیے جو کچھ اللہ نے اسے دیا اس کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا ہوگا جس مقصد کے لیے اللہ نے اسے سب دیا جس سے اس کے درجات بلند ہوں گے یوں اس کی رسائی علم تک ہو سکے گی جو کہ آج ہمیں کہیں بھی ایسے لوگ نظر نہیں آتے جس وجہ سے آج ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے۔ رفع وہی ہوتا ہے جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے حق کو پہچان کر اس پر ڈٹ جائے نہ کہ دنیاوی مال ومتاع کو ہی دنیا میں آنے کا مقصد بناتے ہوئے جو کچھ بھی دیا گیا اسی کے پیچھے استعمال کرے اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے آج دنیا میں نہ تو علم کی کوئی قدر ہے اور نہ ہی کوئی علم کا طلبگار بلکہ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے ہر کوئی جہالت کا ہی بیوپار کر رہا ہے یہاں تک کہ جہالت کو ہی علم کا نام دے کر اسے خوب عام کیا جا رہا ہے جو کہ الساعت کی علامات واشراط میں سے تھا یوں آج الساعت کی یہ علامت وشرط بھی آ چکی جسے آج آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس کا ہر لحاظ سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان من علامات البلاء وأشراط الساعة أن تعزب العقول، وتنقص الأحلام، ويكثر القتل، ويرفع علامات الخير، وتظهر الفتن. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں آزمائشوں کی علامات اور الساعت کی اشراط میں سے ہے کہ عقلیں ڈوب جائیں گی اور برد باری، سمجھ، نفع و نقصان کی سمجھ، اچھے برے کی پہچان وغیرہ گھٹ جائے گی اور قتل کی کثرت ہوجائے گی اور خیر کی علامات رفع ہو جائیں گے اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے۔

رسول الله ﷺ قال: ان من علامات البلاء وأشراط الساعة أن تعزب العقول، وتنقص الأحلام، وترفع علامات الحق، ويظهر الظلم. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں آزمائشوں کی علامات اور الساعت کی اشراط میں سے ہے کہ عقلیں ڈوب جائیں گی اور برد باری، سمجھ، نفع و نقصان کی سمجھ، اچھے برے کی پہچان وغیرہ گھٹ جائے گی اور قتل کی کثرت ہوجائے گی اور حق کی علامات رفع یعنی بلند ہوجائیں گی اور ظلم ظاہر ہوجائے گا۔
آج یہ سب ہو چکا آج مومن طرح طرح کی آزمائشوں کا شکار ہے عقلیں کم سے کم ہوچکیں یہاں تک کہ ڈوب ہی چکیں کوئی کسی کی بات سمجھتا ہے نہ ہی سمجھنا چاہتا ہے برد باری اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نفع ونقصان کو سمجھنے کی صلاحیت صحیح اور غلط کی پہچان ختم ہوچکی اور انہی وجوہات کی بنا پر دنیا میں ہر طرف قتل ہی قتل ہے کہیں پر خیر کا پہلو نظر نہیں آتا اور انہی وجوہات کی بنا پر فتنے ہی فتنے ہیں۔
فتنہ کہتے ہیں اصل کے مقابلے پر نقل کے آجانے سے اصل شئے کی پہچان میں پیش آنے والے امتحان کو۔ آج کسی کو یہ سمجھ نہیں آرہا کہ حق کیا ہے دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے کیوں کہ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے وہی جو طریقے پیش کر رہا ہے وہی حق ہے وہی جو کہہ رہا ہے وہی دنیا میں آنے کا مقصد ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فتنے ہی فتنے ہیں ہر طرف فتنے ہیں یعنی امتحان ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: يوشک العلم أن يرفع. قالها ثلاثا، قال زيد بن لبيد: وكيف يرفع العلم منا وهذا كتاب الله بين أظهرنا قد قرأناه ويقرئه أبناء نا أبناء هم! فقال: ثكلتک أمک يا زيد بن لبيد! ان كنت لأعدک من فقها أهل المدينة! أوليس هؤلاء اليهود والنصارى عند هم التوراة والانجيل فما اغنى عنهم! ان الله ليس يذهب بالعلم يرفع ولكن يذهب بحملته، لا قل ما قبض الله عالماً من هذا الأمة الا كان ثغرة فى الاسلام لا تسد بمثله الى يوم القيامة. ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا: عنقریب علم بلند ہوجائے گا یہ تین بار کہا، زید بن لبید نے کہا اور کیسے رفع یعنی بلند ہوجائے گا علم ہم سے اور یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان ظاہر ہے تحقیق کہ ہم نے اسے پڑھا اور اپنے بیٹوں کو پڑھایا وہ اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے یعنی جب ایسے ہی علم کا یہ سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھے گا تو پھر علم کیسے رفع ہوسکتا ہے؟ پس کہا رسول اللہ ﷺ نے تیری ماں تجھے گم پائے اے زید بن لبید میں تجھے اہل مدینہ کے سمجھداروں میں سے سمجھتا تھا۔ کیا نہیں یہ لوگ یہود ونصاریٰ جن کے پاس تورات اور انجیل ہے پس نہیں انہیں ان سے کچھ حاصل ہوتا انہیں وہ کچھ فائدہ نہیں دیتیں بیشک اللہ علم کو رفع کر کے نہیں ختم کرے گا بلکہ جو حاملین علم ہیں وہ ختم ہوجائیں گے اللہ اس امت میں سے جس عالم کو قبض کر کے کمی کرے گا تو الاسلام میں ایک شگاف پڑ جائے گا جو اس جیسے شخص کے نہ ہونے سے یوم القیامت تک بند نہیں ہوگا یعنی اس جیسا علم رکھنے والا پھر نہیں آئے گا کہ جس سے وہ خلا پر ہوسکے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يرجع القرآن من حيث جاء فيكون له دوى حول العرش كدوى النحل فيقول الرب عزوجل: مالک؟ فيقول: منک خرجت واليک اعود، اتلى فلا يعمل بى، فعند ذلک يرفع القرآن. الديلمی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ القرآن وہیں واپس نہ پلٹ جائے جہاں سے آیا پس ہوگی اس کے لیے عرش کے گرد ایسی آواز جیسے شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے یعنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ایسے ہوتی ہے جیسے کہ وہ راگ الاپ رہی ہوں ایسے ہی القرآن سے راگ کی طرح کی آوازیں نکالی

جائیں گی یعنی سریلی آوازوں میں قرآن کو گایا جائے گا پس ربّ عزوجل کہے گا کیا ہوا تجھے؟ پس قرآن کہے گا تجھ ہی سے نکلا اور تیری ہی طرف واپس آیا میری تلاوت کی جاتی ہے پس نہیں مجھ پر عمل کیا جاتا پس اس وقت القرآن رفع ہو جائے گا۔

آج آپ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج قرآن کو بالکل ایسے ہی پڑھا جاتا ہے اس کا مقصد صرف یہی بن چکا ہے کہ شہد کی مکھیوں کی طرح گنگناؤ سریلی آواز میں پڑھو جیسے کہ راگ الاپ رہے ہو اور آج قرآن کی سمجھ رکھنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اس کے پڑھنے والوں کی کثرت ہے۔ اس پر عمل بالکل بھی نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ آج قرآن رفع ہو چکا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ آج انسان رفع ہوئے بغیر ہی قرآن کا علم پا سکے۔ آج وہی قرآن کا علم پا سکتا ہے جو اللہ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے جو رفع ہو جائے اس کے علاوہ قرآن سمجھ نہیں آ سکتا اور اگر اس کا علم پہنچ بھی جائے تو کوئی اس کو ماننے کو تیار ہی نہ ہوگا کیونکہ کمہار کو لعل کی قدر کا کیا علم لعل کی قدر تو جوہری ہی جانے۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان من اشراط الساعة اخراب العامر واعمار الخراب. ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں یہ الساعت کی اشراط سے ہے ویران کا آباد اور آباد کا ویران ہو جانا۔

یعنی جیسے برائی کی جگہوں کا اصل مقام ویران ہونا ہے لیکن جب یہ ویران کی بجائے آباد ہو جائیں تو یہ الساعت کی ایک علامت و شرط ہوگی جو پوری ہو جائیگی اور اسی طرح جو آباد کی جانے والی جگہیں ہیں وہ اصلاح کرنے اور ہونے والی جگہیں ہیں خیر کی جگہیں ہیں ان کا حق تھا کہ انہیں آباد کیا جائے لیکن وہ ویران ہو جائیں گی جو کہ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ سب ہو چکا آج آپ کو برائی کی جگہیں آباد سے آباد تر نظر آئیں گی اور جن جگہوں کو آباد ہونا چاہیے تھا وہ ویران ہو چکیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: ان بین یدی الساعة الهرج، قیل: وما الهرج؟ قال: القتل، وما هوقتل الکفار ولکن قتل الأمة بعضها بعضاً حتی أن الرجل یلقی اخاه فیقتله، ینتزع عقول أهل ذلک الزمان ویخلف له هباء من الناس، یحسب أکثرهم أنهم علی شیء ولیسوا علی شیء. ابن ماجه، مسند احمد، طبرانی، ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا: الساعت کے بالکل قریب ہرج ہوگا، پوچھا گیا اور یہ ہرج ہے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا قتل، اور جو قتل ہوگا وہ کفار کا نہیں بلکہ مخصوص امت ایک دوسرے کو قتل کرے گی یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والے خود کو امت محمد کہلوانے والے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے مختلف گروہوں وفرقوں، تنظیموں، ممالک وغیرہ میں تقسیم ہو کر، تقسیم در تقسیم ہو کر یہاں تک کہ شخص اپنے بھائی سے ملے گا تو پس اسے بھی قتل کر دے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں چھن جائیں گی اور پیچھے ناکارہ لوگ رہ جائیں گے ان کی اکثریت جو کچھ کر رہی ہوگی وہ سمجھے گی کہ وہ کسی شئے پر ہیں یعنی وہ حق پر ہوتے ہوئے یہ سب کر رہے ہیں اور ہرگز نہیں وہ کسی شئے پر ہوں گے یعنی کہ وہ ہرگز حق پر نہیں ہوں گے۔

آج ہر طرف قتل ہی قتل ہے اور یہ قتل خود کو امت محمد کہلوانے والے ہی ایک دوسرے کو کر رہے ہیں لوگوں کی عقلیں چھن چکی ہیں کوئی بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا ہر کوئی بغیر سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے کر رہا ہے اور وہ یہ بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ یہ سب دین پر عمل کر رہا ہے جو بھی کر رہا ہے بالکل ٹھیک کر رہا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے یہ وہ عذاب ہے جو بعض کو بعض سے قتل کے ذریعے دیا جاتا ہے جس کا شکار آج خود کو مسلمان کہلوانے والے ہو چکے ہوئے ہیں اور انہیں اس بات کا شعور تک بھی نہیں اور جو ان پر یہ حق واضح کرے تو اس کے احسان عظیم کی قدر کرنے کی بجائے الٹا اس کے بھی دشمن بن جاتے ہیں کہ تیری جرأت کیسے ہوئی کہ تُو نے ہمیں غلط کہا ہم میں خامی کی نشاندہی کی؟

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یقتل الرجل أخاه. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ شخص اپنے بھائی کو قتل کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی تعود ارض العرب مروجاً و انهاراً. حاکم ، مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ عرب کی زمین شاداب اور نہروں، پانی کی پائپ لائنوں سے بھر جائے گی۔

آج عرب کی زمین نہ صرف شاداب ہو چکی بلکہ زیرِ زمین پانی کی پائپ لائنوں کا جال بچھ چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: من اشراط الساعة أن یملک من لیس أهلاً أن یملک، ویرفع الوضیع، ویتضع الرفیع. نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ الساعت کی اشراط سے ہے کہ ایسا شخص حکمرانی کرے گا نہیں تھا وہ اس کا اہل کہ حکمرانی کرے گھٹیا بلند رتبہ پائے گا اور بلند رتبہ کو گھٹایا جائے گا۔

آج آپ ایسے حکمرانوں کی کثرت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جو اس کا اہل ہے اس کی تذلیل وتحقیق کی جاتی ہے اور اسے اسی کا اہل سمجھا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: من اقتراب الساعة اذا کثر خطباء منابرکم ورکن علماؤکم الی ولا تکم فأحلوا لهم الحرام وحرمو علیهم الحلال فأتوهم بما یشتهون، وتعلم علماؤکم لیحلوا به دنانیرکم ودراهمکم، واتخذتم القرآن تجارةً. الدیلمی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب الساعت قریب ہوگی تب تمہارے منبروں کے خطباء زیادہ ہو جائیں گے اور تمہارے علماء تمہارے حکمرانوں کی طرف مائل ہو جائیں گے پس ان کے لیے حلال کریں گے حرام کو اور حرام کریں گے ان پر حلال کو اور ان کے سامنے ان کی پسند کا دین پیش کریں گے اور علم سیکھیں گے تمہارے علماء اس علم سے تمہارے درہم و دینار اپنے لیے حلال کرنے کے لیے یعنی دین کو پیشہ بنالیں گے علم سیکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ دنیا کمائی جائے اور قرآن کو تم لوگ تجارت کا ذریعہ بنالو گے۔

آج یہ سب مناظر آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں موجودہ علماء نامی طبقے کا کردار بھی بالکل وہی ہے جس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل ہی محمد علیہ السلام نے کر دیا تھا، حکمرانوں کی خواہشات کیمطابق دین پیش کرنے والے، ان کے لیے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانے والے۔ عالم بنا ہی آج اسی لیے جاتا ہے کہ یہ ایک پیشہ بن چکا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے مال و دولت سمیٹیں اور قرآن کو تجارت کا ذریعہ بنالیا گیا یہاں تک کہ جدید دور کے تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے آج لاکھوں لوگ انٹرنیٹ پر آن لائن قرآن اجرت پر پڑھا رہے ہیں جو کہ کھلم کھلا قرآن کی تجارت کر رہے ہیں لیکن کسی کو کوئی خوف نہیں اس کے علاوہ جس کو جو ذریعہ میسر ہے وہ قرآن کو ذریعہ تجارت بنائے ہوئے ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: تکون فی أمتی قذعة فیصیر الناس الی علمائهم فاذا هم قردة وخنازیر. الحکیم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہوں گے میری امت میں قذعۃ، قذعۃ کہتے ہیں لعنت کے قابل لوگوں کو، بے شرم، بے حیا، بے غیرت، بدنام، فحش گو یعنی گالیاں دینے والے بات بات پر فحش گوئی کرنے والے، فاحش لوگ، گندے، بیہودہ ترین، برا سلوک کرنے والے، غلط کام کو جرأت مندانہ طریقے سے کرنے والے، غیر اخلاق، بد اخلاق، شرمناک، پر تشدد، ہنسی مذاق کرنے والے، تمسخر اڑانے والے، بے ادب، گھٹیا ترین لوگ، تشدد کرنے والے، ظلم کرنے والے وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے پس لوگ آئیں گے اپنے علماء کی طرف تب وہ ہوں گے بندر اور خنازیر۔

جب امت محمد میں ایسے لوگ ہوں گے جو کہ آج ہر طرف نظر آتے ہیں تب ان کے علماء کیسے ہوں گے وہ بھی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی محمد علیہ السلام نے بتا دیا تھا کہ اس وقت ان کے علماء بندر اور خنازیر ہوں گے۔ بندر اور خنازیر سے مراد کیا ہے اور کیوں اس وقت کے علماء کو بندر اور سور کہا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بندر جو دیکھتا سنتا ہے وہی نقل کرتا ہے وہ خود سے اپنی عقل استعمال نہیں کرتا، خود سے غور و فکر نہیں کرتا اور خنزیر خبائث کی علامت ہے خنزیر کھاتا بھی خبائث ہی ہے اس کے علاوہ خنزیر کی گردن پیچھے نہیں مڑتی جس وجہ سے وہ دائیں بائیں یا پیچھے نہیں دیکھ سکتا اور دوسری بات یہ کہ اگر خنزیر پر اس کی خواہش کے برعکس حملہ کیا جائے تو وہ الٹا حملہ کر دیتا ہے پھر وہ نہ آؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ۔ گردن کا نہ مڑنا جس کی وجہ سے پیچھے نہ دیکھ پانا یہ تدبر نہ ہونے کی علامت کہلاتا ہے۔

یعنی بالکل آسان ترین الفاظ میں قردۃ کا معنی بندر نہیں بلکہ قردۃ اس خصلت کو کہتے ہیں جو بندر میں پائی جاتی ہے اسی وجہ سے بندر کو عربوں کی زبان میں قردہ کہتے ہیں قردۃ کا معنی ہے جو سنا دیکھا بغیر سمجھے اسے پھیر دینا یعنی وہی کرنا، اب جس میں بھی یہ خصلت پائی جائے اسے عربوں کی زبان میں قردۃ کہا جائے گا اور ایسے ہی خنازیر جمع ہے اس کا واحد خنزیر ہے اور خنزیر کا معنی ہے خبیث اور تدبر کا نہ ہونا یعنی پیچھے مڑ کر نہ دیکھ پانا یہ دونوں خصلتیں سور میں پائی جاتی ہے اس وجہ سے اسے بھی خنزیر کہا جاتا ہے اور اگر یہی خصلتیں کسی اور میں پائی جاتی ہیں تو جس میں بھی یہ خصلتیں پائی جائیں اسے عربوں کی زبان میں خنزیر کہا جائے گا۔

علماء کا قردۃ اور خنازیر بن جائیں گے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ظاہری جسامت اور شکل میں بندر اور خنزیر بن جائیں گے بلکہ جیسا کہ پہلے ہم نے واضح کر دیا کہ بندر خود سے غور و فکر نہیں کرتا بلکہ وہ جو دیکھتا، سنتا ہے اسی کی نقل کرتا ہے بالکل یہی حالت علماء کی ہوگی وہ خود سے غور و فکر نہیں کریں گے بلکہ وہ نقل سے کام لیں گے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کریں گے اور آج آپ اپنی آنکھوں سے یہ سب ہوتا دیکھ رہے ہیں کہ آج کے علماء کی اکثریت خود سے غور و فکر نہیں کرتی بلکہ جو ان کے آباؤ اجداد نے لکھا اسی کو نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور الٹا جو غور و فکر کی بات کرے اس پر یہ کفر و شرک وارتداد اور نیا دین لانے کے فتوے داغتے ہیں۔ رات دن یہی ورد کرتے ہیں کہ عقل سے نہیں بلکہ نقل سے کام لو یعنی خود سے غور و فکر نہ کرو بلکہ جو تمہارے آباؤ اجداد نے لکھا اور سمجھا اسی کو لو اسی پر ڈٹے رہو یوں حقیقتاً یہ لوگ بندر بن چکے ہیں اور ان کی یہ حالت کیوں ہوئی اس کی بھی وجہ محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی بتا دی تھی کہ یہ خنازیر بن چکے ہوں گے یعنی یہ لوگ خبائث کھا کھا کر خبیث بن چکے ہوں گے اور جیسے خنزیر دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھ سکتا گردن موڑ کر بالکل اسی طرح یہ لوگ بھی جو کچھ بھی کریں گے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے کہ آیا انہوں نے کوئی غلطی تو نہیں کی جس سے اپنی اصلاح کر سکیں یعنی ان میں تدبر نہیں ہوگا کہ جو پیچھے ہوا یا کیا اس سے سیکھیں اس کو سامنے رکھ کر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کریں اگر کوئی غلطی ہوئی تو اسے نظر انداز کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کی جائے گی ایسا کرنے والے نہیں ہوں گے بلکہ جو کچھ بھی کریں گے جیسا بھی ہو خواہ وہ غلط ہو اور انہیں علم بھی ہوگا لیکن اس کے باوجود باطل پر ہی ڈٹنے والے ہوں گے جھوٹ بول کر جھوٹ پر پہرا دینے والے ہوں گے اور اگر کوئی ان کی غلطی کی نشاندہی کرے گا تو یہ لوگ اپنی خواہشات پر حملہ تصور کرتے ہوئے خنزیر کی طرح نہ آؤ دیکھیں گے نہ تاؤ اس پر چڑھ دوڑیں گے اور جو ان کے بس میں ہوگا اس کے خلاف کریں گے جس حد تک جا سکنے کی صلاحیت ان میں ہوگی اس حد تک جائیں گے۔ جب انسان طیب کی بجائے خبیث کھاتا ہے تو وہ بندر و خنزیر ہی بن جاتا ہے بالکل اسی طرح بنی اسرائیل میں سے بھی بندر اور سور بنے تھے قرآن میں اللہ نے بتا دیا کہ وہ حلال طیب کی بجائے خبیث کھاتے تھے اس وجہ سے وہ بندر اور سور بن گئے ظاہری طور پر دیکھنے میں تو بشر ہی ہیں لیکن ان کے اندر صفات بندروں اور سور والی آ چکی ہوتی ہیں پھر یہ وہی سب کرتے ہیں جو بندر اور خنازیر کرتے ہیں۔

یہ ہے آج کے علماء کی حقیقت محمد علیہ السلام کے الفاظ کی روشنی میں اور ایسے بندروں اور سوروں سے حق کی امید رکھنا اور یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ آپ کی حق کی طرف راہنمائی کریں گے محض پاگل پن کے سوا اور کچھ نہیں اس لیے اپنی دنیا و آخرت کی فکر کیجئے آنکھیں بند کر کے ایسے لوگوں کے پیچھے چلنا بند کر دیجئے ورنہ جو انجام ہوگا وہ انتہائی بھیانک ہے۔

اگر تو آج امت میں ایسے لوگ موجود ہیں یعنی قذعۃ جن کا محمد علیہ السلام نے کہا تو پھر آج کے علماء نامی طبقے کی حقیقت بھی واضح ہے اور اگر ابھی تک ایسے لوگ امت میں موجود نہیں تو پھر تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ حق بالکل واضح ہے چاہے تو تصدیق و اتباع کریں اور چاہے تو اپنی خواہشات کو اپنا اللہ بنائیں اور نہ صرف آخرت میں ذلت و رسوائی عذاب الیم کا سودا کریں بلکہ دنیا میں بھی عنقریب آپ کو عذاب عظیم دیا جانے والا ہے جو کہ آپ کے سر پر آ کھڑا ہے جس کے بارے میں ہم نے کچھ عرصہ قبل کہا تھا صرف تین یوم جو کہ تین سال ہیں تک انتظار کرو تب سب واضح ہو جائے گا لیکن اس وقت سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة أن ترفع الأشرار وتوضع الاخيار ويفتح القول ويحبس العمل، ويقرأ في القوم المثناة ليس فيه أحد ينكرها، قيل: وما المثناة؟ قال: ما كتب سوى كتاب الله. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ الساعت کا قریب ہونا ہے کہ شریر مفسد لوگوں کو بلند رتبہ پر فائز کیا جائے گا ان کا مقام بڑھایا جائے گا اور جو خیر ہوں گے ان کا مقام گھٹایا جائے گا، باتیں کی جائیں گی لیکن عمل بند ہو جائے گا اور پڑھا جائے گا لوگوں میں المثناۃ ان میں کوئی ایک بھی نہیں ہوگا جو المثناۃ پڑھنے سے روکے۔

پوچھا گیا المثناۃ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جو کچھ بھی اللہ کی کتاب کے سوا کتب کیا گیا یعنی لکھ کر محفوظ کیا گیا یا کیا جا رہا ہے۔

اس روایت میں دو بڑی علامات واشراط الساعت کا ذکر کیا گیا ایک شریر لوگوں کو بلند رتبہ ومقام دیا جائے گا یعنی جو بشر سمیت آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات کے لیے نقصان دہ لوگ ہوں گے ان کے لیے تباہیاں چاہیں گے ظلم کرنے والے ہوں گے ان کو بلند مرتبہ ومقام دیا جائے گا انہیں عزت دی جائے گی اور وہ جن سے بڑھ کر کوئی خیر والا نہیں ہوگا ان کا مقام ومرتبہ گھٹایا جائے گا انہیں کوئی اہمیت وحیثیت نہیں دی جائے گی یعنی دوسرے الفاظ میں بات کی جائے تو عقل و ذہانت کی حوصلہ شکنی کی جائے گی اس کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہوگی اور بے وقوفی وجہالت کو پروان چڑھایا جائے گا ایسے لوگوں کو عزت دی جائے گی جو ذلیل ترین، بے وقوف وجاہل ترین لوگ ہوں گے جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اور آج یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آپ کو ہر طرف نقل ہی نقل نظر آئے گی سب کچھ حقیقت کے برعکس جعلی اور بناوٹی نظر آئے گا یعنی اصل کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں اگر آپ اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام کرتے ہیں کوئی ایسی قربانی دیتے ہیں جس سے آسمانوں وزمین میں کثیر مخلوقات کا فائدہ ہوتا ہے یا آپ ان کے بارے میں سوچتے ہیں ان کی بھلائی چاہتے ہیں تو آپ کو کوئی اہمیت وحیثیت نہیں دی جائیگی بلکہ الٹا آپ کو ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور اس کے برعکس جو لوگ فلموں وڈراموں میں ایکٹنگ کرتے ہیں ان لوگوں کو اپنے ہیروز بنا لیا جاتا ہے ان میں اپنے لیے اسوہ حسنہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ہم بھی انہی کے جیسے بنیں گے۔ وہ جو واقعتاً عقل وذہانت کے اعلیٰ معیار ومقام پر ہوتے ہیں ان کو ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے اور جو بے وقوف جاہل ہوتے ہیں انہیں اوپر اٹھایا جاتا ہے اپنے سروں پر بٹھایا جاتا ہے ان کو ایسے کردار بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ خود بھی دنگ رہ جاتے ہیں کہ انہیں خود اپنے بارے میں میڈیا سے یا دوسروں سے پتا چل رہا ہے کہ وہ کیا ہیں حالانکہ ان کا اس کیساتھ دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جو سچ بولتے ہیں جو غلطیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح کا رستہ دکھا کر بلندیوں پر لے جانا چاہتے ہیں ان کو دشمنوں کی صف میں کھڑا کر دیا جاتا ہے ان کیساتھ دشمنوں کے جیسا سلوک کیا جاتا ہے اور جو جھوٹ بولتے ہیں جھوٹے خواب دکھا کر ذلت وپستیوں میں لے جانا چاہتے ہیں ان کو سروں پر بٹھایا جاتا ہے ایسے ہی آپ کسی بھی سطح پر یہ سب آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آج آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ باتیں تو بہت کی جاتی ہیں لیکن عمل کوئی بھی نہیں کر رہا، باتوں سے بہت کچھ کیا جاتا ہے لیکن عمل کا کسی کو علم بھی نہیں کہ عمل ہوتا کیا ہے۔

اور دوسری علامت وشرط کے بارے میں محمد علیہ السلام نے کہا کہ المثناۃ پڑھا جائے گا اور کوئی ایک بھی نہیں ہوگا جو اس سے روکے اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ المثناۃ کیا ہے کہ وہ سب کا سب جو بھی کتاب اللہ کے برابر اس کے پارالل کتب کیا جائے گا اور اگر محمد علیہ السلام اسے واضح نہ بھی کرتے تو المثناۃ جملہ اپنی وضاحت خود کر رہا ہے۔

المثناۃ جملہ ہے جو کہ پانچ الفاظ ''ال، م، ثن، ا، ۃ'' کا مجموعہ ہے۔ ال کسی بھی لفظ یا جملے کے شروع میں آئے تو اسے مخصوص بنا دیتا ہے یعنی مخصوص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا۔ اگلا لفظ ہے ''م'' جو کہ موجودگی کا اظہار کرتا ہے یعنی وہ یا جو۔ اگلا لفظ ہے ''ثن'' جس کے معنی ہیں دوسرا جیسے ایک کے بعد دو آتا ہے یا دو کے بعد تین آتا ہے یعنی ایسا دوسرا جو پہلے کیساتھ لازم وملزوم ہے مربوط ہے جسے الگ نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایسا کرنا جرم ہوگا۔ اگلا لفظ ہے ''ا'' جو کہ آخر کی طرف درمیان میں آئے تو کُل کے کُل کا اظہار کرتا ہے یعنی اس میں کسی کا بھی استثنیٰ ختم کر دیتا ہے اور آخری لفظ ہے ''ۃ'' جو کہ براہ راست اس شئے کا اظہار کر رہا ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اب تمام الفاظ کے معنوں کو جوڑیں تو المثناۃ کے معنی بالکل کھل کر واضح ہو جائیں گے یعنی المثناۃ کے معنی بنتے ہیں وہ تمام کا تمام مخصوص مواد جسے ثانوی حیثیت حاصل ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا جائے جیسے کہ ایک کیساتھ دو آتا ہے۔ اب آپ خود غور کریں کہ وہ کیا ہے جسے قرآن کیساتھ لازم وملزوم قرار دیا جاتا ہے جو کہ کتاب اللہ کے علاوہ ہے اس کے باوجود اسے قرآن کے برابر لا رکھا گیا اس کا کفر کتاب اللہ کا کفر قرار دیا جاتا ہے؟ جب آپ غور وفکر کریں گے تو حق ہر لحاظ سے آپکے سامنے ہے کہ وہ قرآن کے تراجم وتفاسیر اور احادیث کے نام پر روایات کی کتب ہیں جو کہ تمام کا تمام المثناۃ ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے المثناۃ ہونے کا رد نہیں کر سکتی کیونکہ یا تو آپ کو یہ سب کا سب عین کتاب اللہ قرار دینا ہوگا اور اگر ایسا کرتے ہیں تو اسے کتاب اللہ ثابت بھی کرنا ہوگا اور اگر یہ کتاب اللہ نہیں بلکہ اس کیساتھ دوسرا ہے تو پھر اسی کو تو عربوں کی زبان میں المثناۃ کہتے ہیں۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل یہ بات واضح کر دی تھی کہ المثناۃ پڑھا جائے گا اور کوئی ایک بھی نہیں ہوگا جو اس سے روکے اور آج آپ خود ان سب حقائق کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ نہ صرف قرآن کے تراجم وتفاسیر اور احادیث کے نام پر روایات کی کتابوں کی صورت میں المثناۃ پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے بلکہ کوئی ایک بھی ایسا آپ کو نظر نہیں آئے گا جو اس سے روک رہا ہو۔ اور پھر کوئی روکے گا ہی کیوں؟ کیونکہ دین کے ٹھیکیداروں نے المثناۃ کو ہی جو دین بنا لیا جو اس کے خلاف بات کرے گا اس پر فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی جائے گی اسے شیطان اور دشمن بنا کر پیش کیا جائے گا اس کیساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کیا جائے گا یوں جن کو روکنے کی صلاحیت واختیار دیا گیا وہ دین کے ٹھیکیداروں ملاّؤں کے خوف سے خاموشی اختیار کر کے مجرمین میں شمار ہو جاتے ہیں۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ ان تمام کے تمام لوگوں کے منہ پر زوردار تمانچہ ہیں جو ایک تو مجرم ہیں تراجم وتفاسیر اور احادیث کے نام پر روایات کی صورت میں کتاب اللہ کا شریک المثناۃ گھڑا ہوا ہے اور دوسرا اس پر ڈٹے ہوئے ہیں اسے ہی دین قرار دے رہے ہیں اور پھر الٹا محمد علیہ السلام سے اسے منسوب کرتے ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے کتاب اللہ کے برابر جو بھی کتب کیا جائے گا اسے المثناۃ قرار دیا اور ایسا کرنے والوں اور المثناۃ کو ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ بنانے والوں کو مجرم قرار دیا کہ جن کے لیے ہدایت ہے ہی نہیں۔

اب آپ خود غور وفکر کریں اور فیصلہ کریں جب المثناۃ پڑھنا پڑھانا اتنا عظیم جرم ہے تو جن لوگوں نے المثناۃ کتب کیا وہ کتنے بڑے مجرم ہوں گے؟ اور حیران کن طور پر آج ان تمام کے تمام مجرمین شیاطین کو امام تسلیم کیا جاتا ہے امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد، امام ابن تیمیہ، امام ابن کثیر، امام طبری، امام ابن عبدالوہاب سمیت ایسی ہی کثیر تعداد میں شخصیات ہیں جو کہ اصل میں شیاطین مجرمین ہیں اور مجرمین شیاطین کے ہی امام ہیں نہ کہ مومنوں کے امام کیونکہ مومنوں کے امام تو اللہ کے رسول اور ان کے فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیّن ہوتے ہیں، کوئی بھی انسان مومن کا امام نہیں ہوسکتا اور یہ سب کے سب تو انسان تھے بلکہ اعظم انسان تھے۔ جو خود اپنی ہی ذات کو نہیں جانتے وہ دوسروں کی کیا راہنمائی کریں گے؟ ایسے ہی جدید دور میں بھی شیاطین مجرمین کی کثیر تعداد موجود ہے۔

کتاب اللہ کے علاوہ جو کچھ کتب کیا گیا وہ المثناۃ ہے جس المثناۃ کا ذکر ہے یہ وہ سب کچھ ہے جو قرآن کے تراجم وتفاسیر اور احادیث کے نام پر لکھا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ ہے یہی آج پڑھا جاتا ہے اور پوری دنیا میں پڑھایا جاتا ہے اور یہی واحد ایسی شیئے ہے جس سے روکنے کی کسی میں جرأت نہیں کیونکہ فتوے کا خوف ہوتا ہے اگر کوئی ایسی جرأت کر لے تو دین کے ٹھیکیدار اسے فوراً دین سے ہی خارج کر دیتے ہیں جیسے دین نہ ہوا ان کی ذاتی تعمیر کردہ ایک چار دیواری ہوئی اس میں کوئی ایسا داخل ہوا جو ان کے خود ساختہ قوانین پر پورا نہ اترا تو اسے دھکا دیکر باہر نکال دیا۔ اس کے علاوہ اس روایت میں جو محمد علیہ السلام کے الفاظ ہیں ان کے عین مطابق سب کچھ ویسا ہی ہو رہا ہے۔

آج سے محض چند دہائیاں پہلے یہ کتابیں دنیا میں صرف مخصوص مقامات پر ہوتی تھیں اور انتہائی کم گنے چنے افراد کی ان تک رسائی ہوتی تھی۔ ہاتھوں سے لکھنا پڑتا تھا ان کتابوں کو جس کی وجہ سے یہ عام لوگوں تو کیا خواص میں سے بھی بہت کم کی پہنچ میں ہوتی تھیں۔ دنیا میں جو وقت گزرا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر ایک ہی کتاب کے دو مختلف جگہوں پر موجود نسخوں میں تبدیلی کر دی جاتی تو اس کی نشاندہی ناممکن حد تک مشکل تھی اور جو اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ روز اول سے اسی جدوجہد میں رہیں کہ ایسا موقع ہاتھ آئے جو اسلام کی جڑیں کھودنے کے لیے سودمند ہو اور اس کے لیے وہ اپنے اموال کی تجوریوں کے منہ کھول دیتے۔ تاریخ میں کئی بار پوری کی پوری اُمت یہود ونصاریٰ کے رحم وکرم پر رہی تو کیا اس دوران یہود ونصاریٰ خاموش رہے؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے؟ بات یہ ہے کہ خود کو محض زبان سے مومن کہلوانے والے حق کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں کیوں کہ لوگوں کی ملامتوں سے ڈرتے ہیں کسی کو اللہ کی کوئی پرواہ نہیں اور اللہ کی پرواہ ہو بھی کیسے کیونکہ کسی کو اللہ کا علم ہی نہیں کہ اللہ ہے کیا۔

کون نہیں جانتا کہ اس اُمت کا علمی خزانہ آج سے چند صدیاں پہلے صرف چند ایک مقام پر ہوتا تھا وہ مقام جو ریاست کا دارالخلافہ ہوتا۔ ایک لمبے عرصے تک دارالخلافہ بغداد رہا پورے کا پورا علمی خزانہ بغداد میں تھا تاتاریوں کے ذریعے اس امت کا قتل عام کیا گیا اتنی بڑی ذلت کا شکار ہوئے کہ بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ بغداد کی گلیوں میں اس اُمت کا خون ایسے تھا کہ تاتاریوں کے گھوڑوں کے سم اس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نصاریٰ نے کروڑوں کی تعداد میں

ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتب میں علمی خزانے کو یورپ منتقل کیا آج بھی صرف فرانس کی ایک قدیم اور سب سے بڑی لائبریری میں تین کروڑ بیس لاکھ سے زائد ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں اور دنیا کے نقشے موجود ہیں جو اُس وقت بغداد سے یورپ منتقل کیے گئے۔ یہ تین کروڑ بیس لاکھ تو صرف فرانس کی ایک لائبریری میں ہیں جو فرانس کے حصے میں آئے اور اس کے علاوہ سپین اور برطانیہ کی لائبریریوں میں بھی کثیر تعداد میں علمی خزانہ موجود ہے جو بغداد سے لایا گیا جسے صلیبیوں نے تین سو سال لگائے ان کے تراجم کرنے کے لیے۔

اب ذرا سوچیں جب اتنا بڑا علمی ذخیرہ لے گئے تو پیچھے جو چھوڑا کیوں چھوڑا؟

اسے ساتھ کیوں نہ لے گئے؟

اور کیا بغیر تبدیلی کیے چھوڑ گئے؟ جب کہ وہ جو چاہتے کر سکتے تھے اور کیا۔

اگر یہ ہاتھ اوپر باندھنا، نیچے باندھنا، رفع یدین کرنا، نہ کرنا، ٹخنے ننگے کرنا نہ کرنا سمیت تمام کی تمام مذہبی رسومات وغیرہ سب کچھ دین ہوتا اور اتنا ضروری ہوتا تو اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں کیوں نہ کیا؟ کیا اللہ قرآن میں ان کا ذکر کرنا بھول گیا؟ قرآن میں کمیاں کوتاہیاں، کجیاں چھوڑ دیں؟ کیا اللہ کو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ یہ سب اتنا ضروری ہے؟

کیا اللہ کو علم ہی نہیں تھا کہ ان وجوہات کی بنیاد پر امت محمد اختلافات کا شکار ہو گی اور اسی لاعلمی کی وجہ سے ان کا ذکر قرآن میں نہ کر سکا؟ لاتعداد سوالات پیدا ہوتے ہیں جو کہ بالکل ہونے بھی چاہئیں اور ان کے جوابات ہر اس کو تلاش کرنا چاہئیں جو حق کا طلب گار رہے ورنہ اپنی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کر بیٹھیں گے۔

القرآن کے علاوہ جو کچھ بھی لکھا گیا اور پڑھا جا رہا ہے کوئی ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس سے روکے اس لیے کہ ہر کوئی دین کے ٹھیکیداروں کی توپوں کا رخ اپنی طرف ہونے سے ڈرتا ہے۔ اگر کسی نے ایسی جرأت کی تو دین اسلام کے ٹھیکیدار اسے یک لخت اسلام سے خارج اور واجب القتل سمیت نہ جانے کیا کیا قرار دیں گے اور مجھے یہ سب قبول ہے اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر ببانگ دہل کہتا ہوں جو کچھ بھی اللہ کی کتاب کے علاوہ کتب کیا گیا وہ سب المثناۃ ہے جس کی کوئی وقعت، اہمیت و حیثیت نہیں وہ سب کا سب گمراہی ہے، گمراہی ہے، گمراہی ہے۔ اور مجھے کیا ان کا ڈر اور خوف ہو گا جنہیں محمد نے بندر اور خنازیر کہا؟ اور آج میں نے ہر لحاظ سے انہیں بندر و خنازیر ثابت کر دیا۔ مجھے کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہیں اگر ہے تو صرف اور صرف میرے ربّ اللہ کی اس لیے مجھے کسی فتوے کا خوف نہیں میں صرف حق کا پابند ہوں کسی کی خواہشات و باطل عقائد و نظریات کا نہیں۔ میں احمد عیسیٰ اللہ کا رسول ببانگ دہل یہ کہہ رہا ہوں کہ جنہیں تم اپنے امام بنائے ہوئے ہو وہ سب کے سب شیاطین مجرمین تھے دجّالون کذابون تھے اور نہیں ہیں امام مگر شیاطین مجرمین کے ہی۔ امام بخاری نہیں بلکہ شیطان بخاری، امام مسلم نہیں بلکہ شیطان مسلم، امام نسائی نہیں بلکہ شیطان نسائی ایسے ہی آج تک تمام کے تمام ایسے لوگ شیاطین ہیں نہ کہ امام۔ یہی وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے چیلنج کو عملاً قبول کرتے ہوئے قرآن کی مثل قرآن کا شریک المثناۃ گھڑ کر اللہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ المثناۃ تصاویر کی روشنی میں۔

رسول الله ﷺ قال: من اقتراب الساعة أن يرى الهلال قبلا. طبرانی، بیہقی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ الساعت کا قریب ہونا ہے کہ چاند آمنے سامنے دکھائی دے۔

آج ایسے آلات دوربینیں، کیمرے، لینز وغیرہ ایجاد ہو چکے ہیں کے جن سے چاند بالکل آمنے سامنے دکھائی دیتا ہے جو کہ الساعت کا قریب ہونا ہے یوں الساعت کی یہ علامت بھی پوری ہو چکی۔

رسول الله ﷺ قال: لا تذهب الأيام والليالي حتى يخلق القرآن في صدور أقوام من هذا الأمة كما تخلق الثياب، ويكون ما سواه أعجب لهم ويكون أمرهم طمعاً كله لا يخالطه خوف، ان قصر عن حق الله مننه نفسه الأماني، وان تجاوز الى ما نهى الله عنه قال: أرجو أن يتجاوز الله غي، يلبسون جلود الضأن على قلوب الذئاب، أفضلهم في أنفسهم المداهن الذى لا يأمر ولا ينهى. حلية الاولياء

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ختم ہوں گے دن اور راتیں حتیٰ کہ القرآن اس امت کے سینوں میں ایسے پرانا ہو جائے جیسے کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو القرآن کے علاوہ جو ہو گا وہ بھلا لگے گا ان کے سارے کے سارے کام لالچ ہوں گے جن کیساتھ کوئی خوف نہیں ہو گا۔ اگر اللہ کے حق میں کوتاہی ہوئی تو اس کا نفس اسے امیدیں دلائے گا اور اگر تجاوز کرے گا اس کی طرف جس سے اللہ نے روکا کہے گا یقیناً امید ہے اللہ میری اس بغاوت کو درگذر کرے گا۔ بھیڑوں کی کھالیں پہن لیں گے بھیڑیوں کے دلوں پر۔ ان کے نزدیک وہ مداہن افضل ہو گا جو نہ معروف کیساتھ امر کرے اور نہ منکرات سے روکے۔

آج یہ سب ہو رہا ہے اور آپ نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اسی سے گزر رہے ہیں قرآن کی بالکل وہی اہمیت ہو چکی ہے جیسے جب کوئی کپڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ جب کپڑا نیا ہوتا ہے تو انسان کے لیے قابل توجہ ہوتا ہے لیکن جیسے جیسے پرانا ہو جاتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی موجود تو ہوتا ہے لیکن اس کی موجودگی بالکل غیر موجودگی کی طرح ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح قرآن کو اس کے شروع کے وقت تو اہمیت دی گئی لیکن آج پرانے کپڑے کی طرح اس کی اہمیت ہو چکی۔ قرآن موجود تو ہے پڑھا بھی جاتا ہے لیکن علم و عمل کے عدم وجود سے بالکل ایسا نظر آتا ہے کہ قرآن موجود ہی نہیں۔ جو کچھ بھی قرآن کے علاوہ ہے لوگوں کو وہ بھلا لگتا ہے اسی کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن کی بات کرو تو ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوئی آگ لیکر پیچھے پڑا ہو۔ قرآن کے علاوہ وہ کیا شئے ہے جس کی آج اہمیت وحیثیت نہ صرف قرآن کے برابر بلکہ قرآن سے بڑھ کر ہے کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج اگر منکرات میں سے کوئی برائی انجام دی جاتی ہے تو خود کو ساتھ تسلیاں بھی دی جاتی ہیں کہ وہ معاف کر دے گا وہ ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے۔ ماں اپنے بچے کا برا نہیں سوچ سکتی وہ اسے کوئی تکلیف نہیں دے سکتی تو جو ماں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے وہ اپنے بندے کو کیوں نہ معاف کرے گا یوں ایک کے بعد دوسرے، تیسرے اور مسلسل منکرات کو انجام دیا جاتا ہے برائی میں دن بہ دن آگے بڑھا جا رہا ہے۔ لوگوں کے دل تو بھیڑیوں کے ہیں لیکن ان پر لبادہ بھیڑ کا اوڑھا ہوا ہے اور رات دن ایک دوسرے کو دھوکے پر دھوکا دینے میں مگن ہیں جیسے یہی زندگی کا مقصد ہو۔

رسول الله ﷺ قال: يأتي على الناس زمان تمطر السماء مطراً ولا تنبت الأرض شيئاً. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: آئے گا لوگوں پر زمانہ آسمان کم سے کم بارش برسائے گا اور نہیں اگائے گی زمین کوئی بھی شئے اگر اگائے گی تو کم سے کم اگائے گی۔

آج موجودہ دور میں آسمان خود سے بارش کم سے کم برسا رہا ہے الا یہ کہ انسان فطرت میں مداخلت کر کے بارشیں برساتے ہیں اور پھر آج زمین بھی فطرت پر رہتے ہوئے کم سے کم اگا رہی ہے یوں الساعت کی یہ علامت و شرط بھی آچکی۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تزول الجبال عن أما كنها وترون الأمور العظام التي لم تكونوا ترونها. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ہو گی قائم الساعت یہاں تک کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور تم ایسے غیر معمولی کام جن کو اگر نکال دیا جائے تو پیچھے کسی کام کی

کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہ جاتی نہ دیکھ لو جو تم نے پہلے ہوتے ہوئے نہیں دیکھے۔

آج پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل چکے۔ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ان سے پوری دنیا میں گھر، محلات اور اپنے پوجا خانے تعمیر کیے جا رہے ہیں ان کو پھاڑ کر ان میں رستے اخذ کیے جا رہے ہیں اور صرف آج موجودہ سائنسی دور میں ہی ایسے غیر معمولی کام آپ ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں یہ محمد کی بعثت سے لیکر سائنسی دور سے پہلے تک نہیں دیکھے گئے آج ہی ہوتے ہوئے دیکھے جا رہے ہیں اور آج جو کام آپ ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اگر ان کو نکال دیا جائے تو پیچھے سب کاموں کی اہمیت وحیثیت ایسی ہی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام ہڈی نکال لی جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یتسافد الناس تسافد البهائم فی الطریق. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ہوگی قائم الساعت یہاں تک کہ لوگ جانوروں کی طرح رستوں میں جفتی کریں۔

آج مغربی معاشروں میں یہ مناظر عام ہو چکے ہیں لوگ رستوں میں، بسوں، ٹرینوں میں کھلے عام جنسی حاجات پوری کرتے اور ایک دوسرے سے چمٹے نظر آتے ہیں جیسے جانور کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی تتخذ المساجد طرقاً. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ مساجد کو رستے بنا لیا جائے۔

مسجد بنیادی طور پر کمیونٹی سنٹر ہوتا ہے کسی بھی معاشرے کا مرکز ہوتا ہے جیسا کہ اگر محمد علیہ السلام کی زندگی میں دیکھا جائے تو جب بھی کوئی بھی کام ہوتا تھا یا کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو فوراً سب کو مسجد میں جمع کیا جاتا تھا۔ مثلاً اگر کسی کا نکاح ہے تو مسجد میں، ولیمہ ہے تو مسجد میں، کسی کے مہمان آئے تو مسجد میں، کوئی مسافر ہے تو مسجد میں ٹھہرتا، کوئی اعلان کرنا ہوتا تو مسجد میں لوگوں کو اکٹھا کر لیا جاتا، لوگوں کی تربیت کرنا مقصود ہوتا تو مسجد میں، کسی کیس کا فیصلہ کرنا ہوتا تو مسجد میں، شکایات سنٹر مسجد تھی، زکاۃ کی تقسیم کا معاملہ ہو تو مسجد میں یعنی مسجد ایک مکمل کمیونٹی سنٹر تھا جسے آج صرف گزرنے کا ایک رستہ بنا دیا گیا۔ چند منٹ کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے لوگ داخل ہوتے ہیں اور الصلاۃ کے نام پر نماز نامی پوجا سے اللہ پر احسان کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں اس کے بعد پھر تالا لگا دیا جاتا ہے جب تک کہ اگلی الصلاۃ کے نام پر نماز نامی پوجا پاٹ کا وقت نہ ہو جائے۔ اسی طرح پہلے لوگ جب رستوں سے گزر رہے ہوتے تھے تو پاخانے یا پیشاب کی حاجت لاحق ہوتی تو رستے میں ہی ایک طرف ہو کر حاجت پوری کر لیتے اور آج مساجد بھی بالکل اسی کام کے لیے رہ گئیں لوگ آتے جاتے جب حاجت لاحق ہوتی ہے تو مسجد میں حاجت پوری کرنے کے لیے داخل ہوتے ہیں جیسے ہی حاجت پوری ہوتی ہے نکل جاتے ہیں یوں آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام کے کہے ہوئے الفاظ کے عین مطابق مساجد کو گزرگاہیں بنا دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی یمطر الناس مطراً لا تکن منه بیوت المدر ولا تکن الا بیوت الشعر. مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ بارشیں ہوں گی ان سے نہیں بچے گا کوئی گارے کا گھر سوائے اس کے جو الشعر کے بنے گھر ہوں گے۔

الشعر کے معنی کتاب میں تفصیل کیساتھ گزر چکے۔ الشعر کہتے ہیں اس مواد کو جس سے بال وغیرہ وجود میں آتے ہیں آج اس مواد کو نائیلون، پینٹ اور لک یعنی اسفلت وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ ان سے جتنی بھی اشیاء وجود میں آتی ہیں انہیں الشعر کہا جائے گا جو کہ آج تعمیرات کے شعبے میں کثیر تعداد میں ایسی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے گھروں کی چھتیں بھی اسی سے بن رہی ہیں جو گھر کو بارشوں سے محفوظ رکھتی ہیں یوں الساعت کی یہ علامت وشرط بھی پوری ہو چکی۔

رسول اللہ ﷺ قال: یاتی علی الناس زمان یتباهون بالمساجد ثم لا یعمرونها الا قلیلاً. ابن خزیمہ

رسول اللہ ﷺ نے کہا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا لوگ مساجد سے فخر کریں گے یعنی مقابلے پر ایک سے بڑھ کر ایک عالی شان مساجد تعمیر کریں گے پھر ان کو

آباد نہیں کریں گے مگر بہت کم۔
آج مساجد تو ایک دوسرے کے مقابلے پر عالی شان تعمیر کی جارہی ہیں لیکن ان کو آباد نہ ہونے کے برابر کیا جاتا ہے یوں الساعت کی یہ علامت وشرط بھی پوری ہوچکی جسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ما من عام الا والذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم. ترمذی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ہے کوئی سال جو اس کے بعد آئے گا اس میں شر ہی ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے ربّ سے جا ملو۔ یعنی ہر آنے والا سال پہلے سے زیادہ برا اور شر والا ہوگا۔

رسول الله ﷺ قال: کل شیءٍ ینقص الا الشر فانه یزاد فیه. مسند احمد، طبرانی، ابو یعلی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہر شئے میں کمی ہوتی ہے سوائے شر کے اس میں کچھ شک نہیں شر میں زیادتی ہی ہوتی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ما من عام الا ینقص الخیر فیه ویزید الشر. طبرانی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں ہے کوئی سال مگر اس میں کمی ہوگی خیر کی اور اس میں بڑھے گا شر۔ یعنی ہر سال خیر میں کمی واقع ہوگی اور شر میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

رسول الله ﷺ قال: لا یاتی علیکم عام ولا یوم الا والذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم. بخاری، مسند احمد، نسائی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں آئے گا تم پر کوئی سال اور دن مگر جو بھی اس کے بعد آئے گا اس میں شر ہی ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے ربّ سے جا ملو۔ یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ شر بڑھتے بڑھتے آج اپنی انتہاء کو پہنچ چکا اور جب بھی کوئی شئے اپنی انتہاء کو پہنچتی ہے تو وہی اس کے زوال کا وقت ہوتا ہے اس کے خاتمے اس کے انجام کا وقت ہوتا ہے یوں نہ صرف شر بڑھتے بڑھتے آج اپنی انتہاء کو پہنچ چکا بلکہ آج اس کے خاتمے کا وقت آ گیا۔

رسول الله ﷺ قال: انکم قد أصبحتم فی زمان کثیر فقهاؤه قلیل خطباؤه قلیل سؤاله کثیر معطوه، العمل فیه خیر من العلم، وسیأتی علیکم زمان قلیل فقهاؤه کثیر خطباؤه کثیر سؤاله قلیل معطوه، العلم فیه خیر من العمل. طبرانی
رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ نہیں کہ تم ایسے زمانے میں ہو جس میں دین کی سمجھ رکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ اور اس کا خطاب کرنے والے بہت کم ہیں، سوال کرنے والے بہت کم اور جواب دینے والے بہت زیادہ ہیں، اس زمانے میں عمل کرنا علم سے بہتر، خیر ہے اور عنقریب آئے گا تم پر زمانہ جس میں دین کی سمجھ رکھنے والے بہت کم اور اس کا خطاب کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے، اس کا سوال کرنے والے بہت زیادہ اور جواب دینے والے بہت کم ہوں گے اس زمانے میں عمل سے خیر علم ہوگا۔
آج آپ اسی زمانے میں موجود ہیں اور یہ سب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دین کی سمجھ رکھنے والے تو بالکل ختم ہو چکے لیکن اس کے برعکس خطاب کرنے والوں کا سیلاب آیا ہوا ہے آج عمل کرنے میں شر ہی شر ہے الا یہ کہ پہلے علم حاصل کیا جائے کیونکہ آج ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے اگر لوگوں کو دیکھ کر جو وہ کر رہے ہیں وہی عمل کیا تو اس سے آسمانوں وزمین میں فساد ہی ہوگا اور ایسا کرنے والے مجرم ثابت ہو جائیں گے اس لیے خیر اسی میں ہے کہ علم حاصل کیا جائے جب تک راسخ علم حاصل نہیں ہو جاتا تب تک عمل کے قریب بھی نہ جایا جائے۔

رسول الله ﷺ قال: ثلاث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل أو کسبت فی ایمانها خیراً: طلوع الشمس من مغربها، والدخان، و دابة الأرض. مسلم، ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان یعنی حق کو تسلیم کرنا نفع نہ دے گا نہ ہوا جو ایمان والا اس سے پہلے اور اس نے اپنے ایمان میں خیر نہ کمائی جب یہ تین نکل آئیں طلوع ہو رہا ہے سورج جہاں سے غروب ہو رہا ہے اور الدخان یعنی انسانوں کو آسمانوں و زمین میں پنگے لینے سے منع کیا تھا فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے اللہ کیساتھ شرک کرنے سے منع کیا تھا لیکن جب ایسا ہی کریں گے تو ان کے اعمال کے رد اعمال سے گیسیں خارج ہوں گی اور دابۃ الارض یعنی جب فطرت کے مقابلے پر تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات ارض سے وجود میں آئیں گی۔

کسی بھی بات کو دو طرح سے تسلیم کیا جاتا ہے ایک جب دعوت دی جائے تو اس کے جواب میں اپنی خوشی سے دل سے اسے تسلیم کرلیا جائے اور دوسرا جب وہ اس طرح کھل کر سامنے آجائے کہ اس کا انکار ناممکن ہو جائے پھر مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے بغیر مانے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ کسی کا بھی حق کو تسلیم کرنا کوئی نفع نہ دے گا الا یہ کہ وہ پہلے سے ہی ایمان والا نہ ہوا اور اس نے ایمان میں خیر نہ کمائی یعنی آسمانوں و زمین میں کے بارے میں جو کچھ بھی کھول کھول کر واضح کیا گیا تھا تو تب تک حق کو تسلیم کرنے والوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی جب تک کہ وہ سب کا سب یا اس میں سے کچھ بالکل کھل کر سامنے نہیں آگیا جب کھل کر سامنے آگیا تو پھر کوئی چاہ کر بھی انکار نہیں کرسکتا بلکہ ماننا مجبوری بن جاتی ہے یوں اکثریت نے اسی بات کو تسلیم کرلیا جسے اس سے پہلے تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا رہا مثال کے طور پر اللہ نے اپنے رسول محمد کے ذریعے آج سے چودہ صدیاں قبل یہ بات بالکل کھول کر رکھ دی تھی کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ سورج غروب ہو گیا اور سورج طلوع ہو گیا ایسا نہیں ہے بلکہ جہاں سے سورج غروب ہو رہا ہے وہیں سے طلوع ہو رہا ہے لیکن تب یہ بات کسی نے نہ مانی حالانکہ یہی حق تھا لیکن آج جب یہ آیت آگئی یعنی آج جب ان کی الآفاق تک رسائی ہوگئی اور انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو ہر کوئی مان رہا ہے کہ ہاں سورج طلوع ہو رہا ہے جہاں سے غروب ہو رہا ہے۔ تو آج کے بارے میں ہی بات کی گئی تھی کہ آج جب سب کا سب کھل کر سامنے آگیا تو آج محض ماننا کوئی نفع نہیں دے گا کیونکہ اب تو ماننا مجبوری بن چکا ہے اب تو تم لوگ چاہ کر بھی انکار نہیں کرسکتے اس لیے آج اگر کوئی شئے نفع دے گی تو وہ صالح اعمال کے ذریعے خیر کمانی ہے جو خیر کمائے گا وہی دنیا و آخرت میں عذاب سے بچے گا اور جو خیر نہیں کمائے گا تو وہ دنیا و آخرت میں عذاب عظیم کا شکار ہوگا۔

جن تین علامات و اشراط الساعت کا محمد علیہ السلام نے ذکر کیا ان کے آنے سے پہلے اصل امتحان ہی ایمان لانا ہوتا تھا یعنی جو کچھ اللہ نے آسمانوں و زمین کے بارے میں کہا وہ حق ہے اسے دل سے تسلیم کرلینا ہی اصل امتحان ہوتا تھا مثلاً آپ خود غور کریں کہ آج تو ہر کوئی تسلیم کر رہا ہے کہ سورج زمین کے گرد نہیں بلکہ زمین اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف رات دن آجا رہے ہیں بلکہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہوا نظر آرہا ہے لیکن جب یہ راز نہیں کھلا تھا تب کتنے تھے جو حق کو ماننے والے تھے؟ اگر آج بھی یہ راز نہ کھلتا تو کیا آپ آج بھی تسلیم کرتے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اکثریت آج بھی کفر ہی کرتی اس لیے جب تک یہ تینوں علامات و اشراط الساعت نہیں آئی تھیں تب حق کو تسلیم کرنا ہی اصل امتحان تھا لیکن جب یہ تینوں علامات و اشراط الساعت آگئیں تب سائنس نے بہت کچھ کو کھول کر رکھ دیا کچھ بھی چھپا نہ رہا یوں جب آج سب کچھ واضح ہو چکا تو آج ان باتوں کو مان لینا ہر کسی کی مجبوری ہے کوئی انکار نہیں کرسکتا اس لیے آج حق کو مان لینا کوئی نفع نہیں دے گا آج جو شئے نفع دے گی وہ ہے عمل خیر کرنا، اصلاح والے کام کرنا۔

کتاب میں پیچھے تفاصیل کیساتھ گزر چکا کہ طلوع الشمس من مغربھا آیت تو کب کی آچکی، دخانٍ بھی آچکیں آج پوری دنیا کی فضا میں دخانٍ بھر چکی ہیں یعنی آج پوری دنیا انسان کے ان اعمال کی وجہ سے خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسوں سے بھر چکی جن سے اللہ نے قرآن میں بار بار منع کیا اور پہلی تباہ شدہ اقوام کی بار بار مثالیں بیان کیں انہوں نے بھی یہی سب کیا تھا تو ان کا انجام کیا ہوا؟ اور آج دابۃ الارض نہ صرف نکل چکا بلکہ پوری دنیا میں دھندناتا پھر رہا ہے اس کے باوجود کسی کو نظر ہی نہیں آرہا۔

ویسے تو پیچھے ناقابل تردید تفصیلات گزر چکیں لیکن اس کے باوجود ہم یہاں اس لفظ پر مختصر بات کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اگر دابۃ الارض کو سمجھنے میں کوئی مشکل ہو تو دابہ کہتے ہیں ہر اس مخلوق کو جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرتی ہے آگے بڑھتی ہے اب آپ ایسا کریں کہ ان تمام مخلوقات کی فہرست مرتب کریں جو تیر کر رینگ کر چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہی ہیں اس کے بعد ایسا کریں اس میں سے ان کو نکال لیں جن کو اللہ نے خلق کیا یعنی جن کا خالق اللہ ہے۔

اللہ نے قرآن میں کہا کہ اللہ نے اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا یوں اس فہرست میں سے پانی سے خلق کردہ ایسی تمام مخلوقات کو نکال دیں اگر تو پیچھے کچھ نہ بچے تو دابۃ الارض نہیں نکلا اور اگر بچ جائے تو دابۃ الارض نکل چکا اور آپ دیکھیں گے کہ پیچھے بہت سی مخلوقات بچ جائیں گی جو پانی سے خلق نہیں ہوئیں وہ تمام کی تمام انسان کی خلق کردہ مخلوقات ہوں گی جن کو آج آپ گاڑیاں، بحری و ہوائی جہاز اور ٹرینیں وغیرہ کہتے ہیں یہ جس مواد سے بنیں وہ سب کا سب زمین سے نکلا اور اس دابہ کے بنانے والوں کا تعلق بھی زمین سے ہے۔ آج دابۃ الارض پوری دنیا میں موجود ہے لیکن کسی کو بھی نظر نہیں آ رہا۔ آج کسی کو اس کا ایمان کوئی نفع نہیں دے گا سوائے اس کے کہ وہ اصلاح کرنے والے اعمال کر کے خیر نہ کمالے۔

نہ صرف یہ تینوں علامات واشراط الساعت آ چکیں بلکہ الساعت کے قیام سے پہلے جو کچھ ہونا تھا وہ سب کچھ ہو چکا لیکن کسی کو نظر ہی نہیں آ رہا اس لیے کہ آج دنیا کی وہ حالت ہو چکی جس کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا اور محمد علیہ السلام نے بھی بہت زیادہ تفصیلات بیان کر دی تھیں۔ آج وہی وقت ہے جو قوم نوح پر آیا تھا جب نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی اللہ سے اس قوم کی جڑ کاٹنے کی کہ ان کی پیدا ہونے والی اولادیں بھی فاسق وفاجر ہی پیدا ہو رہی ہیں آج ایک بار پھر دنیا اسی نہج پر پہنچ چکی ہے۔

یہ سب انہیں ہی نظر آئے گا جو اللہ کے ہاں الاحیاء ہیں اللہ نے انہیں الاحیاء کہا جو اپنے کانوں، آنکھوں، دماغ اور دل کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے اللہ نے یہ سب دیا اور اللہ نے قرآن میں بار بار واضح کر دیا کہ اللہ نے یہ سب غور وفکر کرنے کے لیے دیا جو غور وفکر نہیں کرتے ان کو اللہ نے ایک مقام پر اندھے، بہرے قرار دیا، دوسرے مقام پر جانور اور پھر جانور کہنا جانوروں کی توہین ہے کیونکہ وہ تو جس مقصد کے لیے وجود میں لائے گئے اس پر قائم ہیں اس لیے یہ لوگ ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں، تیسرے پر بندر وخنازیر قرار دیا، چوتھے پر الاموات اور پانچویں پر قبروں میں قرار دیا۔ قرآن کیمطابق یہ سب صرف انہیں نظر آئے گا جو اللہ کے ہاں الاحیاء ہیں اور الاحیاء وہ ہیں جن کا رزق طیب ہے جس وجہ سے ان میں تقویٰ ہے اور وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا استعمال کر کے حق کو سمجھ رہے ہیں جو ہر حالت میں غور وفکر کرنے والے ہیں۔ اب آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کا شمار کن میں ہوتا ہے اور جن کو یہ سب کچھ اس طرح ہر لحاظ سے کھول کھول کر رکھ دینے کے بعد بھی نظر نہیں آئے گا تو ان کے لیے کچھ عرصہ قبل کہا تھا وہ صرف تین یوم جو کہ تین سال ہیں انتظار کر لیں تب ان کی آنکھیں جو دیکھیں گی پھٹیں گی اور پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی میرے ذمہ تو پہنچانا تھا اللہ نے جس مقصد کے لیے مجھے بھیجا میں نے وہ کر دیا اور میرا ربّ اس پر شاہد ہے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تكون عشر آيات: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف فى جزيرة العرب، والدجال، والدخان، ونزول عيسى، وياجوج و ماجوج، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الى المحشر تحشر الذر والنمل. طبرانی، حاكم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ ہو جائیں دس آیات زمین کا مشرق سے دھنسنا، اور مغرب سے دھنسنا اور جزیرہ عرب سے دھنسنا اور الدجّال اور دخان اور عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور یاجوج اور ماجوج اور چلنے والی، رینگنے والی، اڑنے والی انسان کی خلق کردہ مخلوقات یعنی دابۃ الارض اور طلوع ہو رہا ہے سورج جہاں سے غروب ہو رہا ہے اس راز کا کھلنا اور مخصوص آگ نکلے گی زمین کی گہرائیوں سے کھود کر سوراخ کر کے اس کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے، اس آگ کی وجہ سے لوگ اس کی طرف اکٹھے ہوں گے، اکٹھے ہوں گے اس کی وجہ سے مکوڑے اور چیونٹیاں۔

یہ دس کی دس آیات پوری ہو چکیں کتاب میں پیچھے ناقابل رد اور لاجواب تفصیلات گزر چکیں ہیں۔ جس مخصوص آگ کا محمد علیہ السلام نے کہا تھا اس پر بھی تفصیلات گزر چکیں کہ وہ خام تیل ہے جو زمین کھود کر گہرائیوں تک سورخ کر کے چٹانی تہہ سے نکالا جا رہا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: يقتتل عند كنزكم هذا ثلاثة كلهم ابن خليفه، ثم يصير الى واحد منهم، ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم قتلاً لم يقتله قوم، فذا رأيتموه فبايعوه ولو حبواً على الثلج فأنه خليفة الله المهدى. ابن ماجه، حاكم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: قتال یعنی لڑیں گے تین تمہارے اس خزانے کے پاس سب ابن خلیفہ ہوں گے، پھر ان میں سے کسی ایک کی طرف نہیں جائے گا پھر مشرق کی جانب سے کالے جھنڈے نمودار ہوں گے پس وہ تمہارے ساتھ لڑیں گے قتال کریں گے تمہیں قتل کریں گے ایسے کہ کسی قوم کو ایسے قتل نہیں کیا گیا ہو گا پس جب دیکھو اسے تو پس اس کی بیعت کر لینا اور اگر تمہیں رینگ کر جانا پڑے برف پر سے پس اس میں کچھ شک نہیں وہ اللہ کا خلیفہ المہدی ہوگا۔
یہ کون سا خزانہ ہے جس پر لڑائی ہونے کی نبا آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے دی تھی اس کی وضاحت بھی خود محمد علیہ السلام نے اسی وقت کر دی تھی۔
ایسی تمام روایات کو سامنے رکھیں تو ان کے مطابق محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ یہ خزانہ وہ آگ ہے جو اس وقت کہا تھا کہ آج وہ آگ زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے اسے نکالا جائے گا زمین کو کھود کر، زمین میں گہرایوں تک سوراخ کر کے اس کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ کو کھجور کی شاخوں کی طرح پھاڑ کر نکالا جائے گا۔ وہ آگ اڑے گی بادلوں کی طرح اس آگ سے اڑنے والی مخلوقات اڑیں گے اس آگ کی تجارت ہوگی، اس آگ سے لوگ اِدھر، اُدھر سفر کریں گے، ہجرت کریں گے وغیرہ۔ آج بالکل واضح ہوگیا کہ وہ خزانہ جس پر تین قوتوں کی لڑائی ہونا تھی وہ یہی آگ تھی جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں۔اسی خزانے پر تین ابن خلیفہ لڑتے رہے ان میں سے یہ خزانہ کسی ایک کے پاس قطعی طور پر نہ پلٹا یہاں تک کہ مشرق سے کالے جھنڈے نمودار ہو گئے۔
خلیفہ کہتے ہیں نائب کو، بعد والے کو۔اس وقت زمین پر اللہ کے بعد شیاطین کا قبضہ ہے ابلیس کے قبضے میں ہے زمین اور دنیا میں تین ابلیسی قوتیں جو کہ ابن خلیفہ کہلائیں گے یعنی تینوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ زمین پر فساد کرنا اصلاح کے نام پر۔ یہ تینوں طاقتیں اسی خزانے کے حصول کی خاطر دنیا میں جنگیں کر رہی تھیں اور کر رہی ہیں کہ اس دوران مشرق سے کالے جھنڈے نمودار ہو گئے اور آج پوری دنیا نے دیکھا کہ ان کالے جھنڈے والوں نے ایسے قتال کیا اور ایسے ایسے طریقوں سے دشمنوں کو قتل کیا کہ اس سے پہلے ایسے کسی قوم کو قتل نہیں کیا گیا ان کے قتال کے طریقے پر پوری دنیا بلبلا اٹھی۔ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ ان کو دیکھو تو ان کی بیعت کر لینا خواہ تمہیں برف پر سے رینگ کر جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ المہدی ہوگا۔
خود کو مسلمان یا امت محمد کہلوانے والوں کی اکثریت کے ہاں مہدی کے نام پر ایک خاص عقیدہ ونظریہ پایا جاتا ہے کہ ایک مخصوص شخص آئے گا جس کا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ آ کر انہیں ذلت سے نکالے گا جس میں کسی حد تک تو صداقت موجود ہے لیکن مکمل حقیقت یہی نہیں ہے بلکہ یہ حق کو بگاڑا جا چکا ہے جس پر آگے اپنے مقام پر تفصیل کیساتھ بات کی گئی حق کھول کر واضح کر دیا گیا۔

رسول الله ﷺ قال: اذا اتخذ الفیء دولاً والأمانة مغنماً والزكاة مغرماً و تعلتم لغير الدين، وأطاع الرجل امرأته وعق أمه، وأدنى صديقه وقصى أباه، وظهرت الأصوات فى المساجد، وساد القبيلة فاسقهم، وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم الرجل مخافة شره، وظهرت القينات والمعازف، وشربت الخمور، ولعن آخر هذه الأمة أولها فليرتقبوا عند ذلک ريحاً حمراء وزلزلةً وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآيات تتابع كنظام لآلٍ قطع سلكه فتتتابع. ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب غنیمت کو مال بنالیا جائے اور امانت غنیمت بن جائے، زکاۃ کو جرمانہ، ٹیکس بنالیا جائے اور علم حاصل کیا جائے گا دین کے علاوہ اور مقاصد یعنی دنیا کے حصول کے لیے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی، جو اس کی بات کی تصدیق کرے گا اس کو نزدیک کیا جائے گا اور ابا کو دور کیا جائے گا، مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں گی بلند ہوں گی شور وغل ہوگا، اور قبیلے کا سردار حکمران اس کا فاسق بن جائے گا اور ذلیل وحقیر ترین آدمی قوم کا بڑا بن جائے گا، کسی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے گا، چینلز اور موسیقی کے آلات ظاہر ہو جائیں گے، الکوحل ملے مشروبات، شرابیں پی جائیں گی، اس امت کے آخر والے پہلوں پر لعن کریں گے، پس اس وقت انتظار کرنا سرخ آندھیوں کا اور زلزلوں کا اور دھنسنے کا اور مسخ ہونے کا اور پے در پے آیات کا جیسے موتیوں کی لڑی کاٹ دی جائے تو موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔
محمد علیہ السلام نے کہا جب غنیمت کو مال بنالیا جائے یعنی جیسے کہ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہارا رزق تلوار کے سائے میں ہے یعنی اللہ کی راہ میں قتال کرو تا کہ دین صرف اللہ کا ہو جائے۔جو قتال سے تمہیں غنیمت حاصل ہوگی وہی تمہارا رزق ہے لیکن اس کے بجائے خود کو امت محمد کہنے والے مال کے حصول کے لیے دنیا کے پیچھے بھاگیں گے یوں غنیمت مال بن جائے گا اور امانت غنیمت بن جائے۔ امانت کہتے ہیں حکمرانی ملنے کو یہ زمین اللہ کی امانت ہیں جس کو اختیار ملتا ہے

زمین کا اس کے پاس اللہ کی یہ امانت ہوتی ہے تو یہ امانت غنیمت بن جائے گی یعنی جن کو اقتدار و اختیار ملے گا وہ اس امانت کا حق ادا کرنے کی بجائے اسے غنیمت یعنی لوٹ مار کرنا بنالیں گے اقتدار حاصل ہی لوٹ مار کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ زکاۃ کو جرمانہ، ٹیکس بنالیا جائے اور آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ نے صرف زکاۃ کا حکم دیا اور حکومت صرف زکاۃ لینے کی حقدار ہے لیکن آج زکاۃ کی بجائے جرمانے و ٹیکسز زبردستی وصول کیے جا رہے ہیں یعنی آج زکاۃ ٹیکس و جرمانے میں بدل چکی اور علم حاصل کیا جائے گا دین کے علاوہ دنیا کے حصول کے لیے۔ آج یہ سب بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج علم صرف اور صرف دنیاوی مقاصد و خواہشات کی تکمیل کے لیے حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ دین کے لیے۔ اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی۔ یہ سب بھی آج عام ہو چکا ہے۔ جو اس کی بات کی تصدیق کرے گا اس کو نزدیک کیا جائے گا اور ابا کو دور کیا جائے گا ابا کہتے ہیں جس کی ملت یعنی طور طریقے پر چلا جائے۔ آج یہ حالات بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر کوئی انسان کوئی بات کرتا ہے جو اس کی بات کی تصدیق کرتا ہے خوشامد کرتا ہے اس کو قریب کیا جاتا ہے اور جو اس کی بات کی تکذیب کرے اور ابا ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کرے یعنی جو تم کہہ رہے ہو وہ غلط ہے اور جو ہمارے ابا ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہی حق ہے لہذا وہ کرو تو ایسوں کو دور کیا جائے گا۔ مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں گی بلند ہوں گی شور و غل ہوگا آج یہ سب بھی ہو رہا ہے مساجد میں جدید آلات نصب ہیں جن سے آوازیں دور دور تک سنائی دیتی ہیں اور مساجد میں شور و غل مچا ہوا ہے۔ اور قبیلے کا سردار، حکمران اس کا فاسق بن جائے گا اور ذلیل و حقیر ترین آدمی قوم کا بڑا بن جائے گا یہ سب بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے گا تو آج یہ بھی عام ہو چکا۔ چینلز اور موسیقی کے آلات ظاہر ہو جائیں گے آج یہ سب بھی ہر طرف عام ہو چکا ہر گھر کیا اب تو ہر ایک کی جیب میں بھی موجود ہیں ایسے آلات موبائل کی شکل میں۔ الکوحل ملے مشروبات، شرابیں پی جائیں گی آج ہر کوئی الخمر پی رہا ہے کوک، پیپسی و کولڈ ڈرنکس کے نام پر۔ اس امت کے آخر والے پہلوں پر لعن کریں گے یعنی جیسے پہلوں نے دین پر عمل کیا اس کو بالکل نظر انداز کر دیں گے ان کو گالیاں دیں گے پس اس وقت انتظار کرنا سرخ آندھیوں کا اور زلزلوں کا اور دھنسنے کا اور مسخ ہونے کا اور پے در پے آیات کا جیسے موتیوں کی لڑی کاٹ دی جائے تو موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں تو یہ سب بھی آج پوری دنیا میں ہو رہا ہے جب ان کو نظر انداز کیا اور دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا تو دنیا میں ہر طرف فساد ہو گیا جس کا اظہار اب مختلف آندھیوں، سیلابوں، زلزلوں، زمین کے دھنسنے، بیماریوں سمیت لاتعداد ہلاکتوں و تباہیوں کی صورت میں ہو رہا ہے۔

آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الساعت کی تمام کی تمام علامات و اشراط آ چکیں اب کچھ بھی باقی نہیں بچا سوائے الساعت کے میرے بعد الساعت آئے گی اور میری موجودگی میں عظیم عذاب القارعہ جسے ایک دوسرے پہلو سے صیحۃً واحدۃً کہا گیا اور تیسرے پہلو سے صاعقہ مثل عاد و ثمود یعنی ان ایام کی مثل ایام آئیں گے جو گزشتہ ہلاک شدہ اقوام پر آئے تھے جب ان میں انہی سے رسول بعث کر کے انہیں کھول کھول کر متنبہ کر دیا گیا تھا تو انہوں نے کفر ہی کیا کذب ہی کیا تو پھر جو ان کا انجام ہوا؟ بالکل ویسا ہی انجام آج ہونے والا ہے کفر کرنے والوں کا کذب کرنے والوں کا اور جیسے تب اللہ نے ہر بار اپنے رسول اور اس کی دعوت کو ماننے والوں کو بچا لیا بالکل عین اسی طرح آج بھی اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کو یعنی مجھے اور میری دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو مجھے اللہ کا رسول تسلیم کرنے والوں کو بچائے گا کیونکہ یہ اللہ پر حق ہے۔

اب اگر اس کے باوجود بھی تم لوگ انتظار ہی کرتے ہو تو پھر جان لو اب کچھ بھی نہیں آنے والا کیونکہ سب کا سب آ چکا جو کہ ناقابل تردید دلائل کی روشنی میں سب کا سب کھول کھول کر واضح کر دیا گیا پھر بھی اگر حق کو تسلیم کرنے کی بجائے انکار کرتے ہوئے انتظار ہی کرتے ہو تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں دیکھتے ہیں کون سچا ثابت ہوتا ہے وہ آتا ہے، ان میں سے کچھ آتا ہے جن کا تم انتظار کر رہے ہو یا پھر صرف اور صرف وہ آتا ہے جس کا میں انتظار کر رہا ہوں اور عنقریب ہی تم جان لو گے عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے صرف اور صرف اتنی دیر ہے کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ اللہ سے شکایت نہیں کرتا کہ اے اللہ میں اپنی ذمہ داری پوری کر چکا اب تو اپنا فیصلہ سنا دے۔

الکتاب

آیات بیّنات

جاء عیسیٰ بالبیّنات

حصہ سوم

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا

احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّن